حفاظتِ حدیث

ڈاکٹر خالد علوی

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

حفاظتِ حدیث

ڈاکٹر خالد علوی

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
اردو بازار لاہور

Marfat.com

297.124 Khalid Alvi, Dr.
Hafazat-e-Hadees / Dr. Khalid Alvi.-
Lahore: Al-Faisal Nashran , 2008.
304p.

1. Ahadees 1. Title card

ISBN 969-503-080-7

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

دسمبر 2012ء
محمد فیصل نے
آر آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت : -/300 روپے

AL-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com

Marfat.com

انتساب!

ان قابل صد احترام نفوس کے نام
جنہوں نے اپنی تمام عمر حفاظت حدیث
میں صرف کی

Marfat.com

فہرست

تعارف	۱۵
پیش لفظ	۲۷
حرف چند	۲۸
مقدمہ طبع اول	۲۹
حدیث و سنت	۳۳
حدیث	۳۳_۸۱
سنت	۳۶
حدیث و سنت کا باہمی تعلق	۳۹
حدیث و سنت کا مترادف مفہوم	۴۲
مقام حدیث	۴۷
نبی کریم حیثیت پیغام رساں	۴۸
وقتی اطاعت	۵۳
معلم و مربی	۵۴
تعلیم کتاب	۵۵
تعلیم حکمت	۶۲
حکمت کا مفہوم	۶۵
رسولؐ حیثیت نمونہ تقلید	۷۱
رسولؐ حیثیت شارع	۷۲
رسولؐ حیثیت قاضی	۷۴
رسولؐ حیثیت فرمانروا	۷۶
حفاظت حدیث (عہد نبوی)	۸۲_۱۱۲
حفاظت حدیث بذریعہ حفظ	۸۳
زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی	۸۹
حفاظت حدیث بذریعہ کتابت	۹۲

Marfat.com

عہد نبویؐ میں کتابت حدیث ۱۰۶
حضور علیہ السلام کے حکم سے لکھی ہوئی احادیث ۱۰۷
صحف نبوی ۱۰۸
جہینہ کے نام ۱۰۸
صحیفہ وائل بن حجر ۱۰۹
صحیفہ اہل یمن ۱۰۹
کتاب الصدقہ ۱۰۹
صحیفہ علی ۱۰۹
خطوط وو ثائق ۱۱۲

وہ احادیث جو آپؐ کی اجازت سے یا آپؐ کی مجلس میں لکھی گئیں ۱۱۳_۱۳۱

صحیفہ سعد بن عبادہؓ ۱۱۴
عبداللہ بن ابی اوفی کا مجموعہ احادیث ۱۱۴
صحیفہ سمرۃ بن جندبؓ ۱۱۵
صحیفہ جابرؓ ۱۱۶
صحیفہ عبداللہ بن عمروؓ ۱۱۶
حضرت انسؓ کا مجموعہ احادیث ۱۱۸
عبداللہ بن عباسؓ کا مجموعہ احادیث ۱۲۱
حلقہ درس۔ کتابت حدیث کا ذریعہ ۱۲۳
مذاکرہ علم ۱۲۴
کتابت حدیث کی حوصلہ افزائی ۱۲۷
جھوٹی احادیث پر وعید ۱۲۹

عہد صحابہ ۱۳۲_۱۹۹

صحابی کی تعریف ۱۳۲
خلفاء راشدین اور حفاظت حدیث ۱۴۱
ابو بکر صدیقؓ ۱۴۲

Marfat.com

آپ کا طرز عمل بطور خلیفہ ۱۴۲
مجموعہ احادیث کو جلانا ۱۴۵
ابو بکرؓ کی محتاط روش ۱۴۸
بلا تحقیق روایت کا سدباب ۱۴۹
رفع اختلاف ۱۵۰
فاروق اعظمؓ ۱۵۴
روایت حدیث سے منع کرنے کی روایت ۱۵۷
روایت حدیث میں احتیاط کا سبب ۱۵۹
حبس صحابہ کرام ۱۶۲
حضرت عمرؓ کا مثبت رویہ ۱۶۳
احکام عمرؓ ۱۶۳
روایت حدیث میں حضرت عمرؓ کا مقام ۱۶۶
عثمان غنیؓ ۱۶۶
علی مرتضیٰؓ ۱۶۹
حفاظت حدیث اور دیگر صحابہ کرام ۱۷۶
مکثرین صحابہ اور حفاظت حدیث ۱۷۸
ابو ہریرہؓ ۱۷۹
شوق علم ۱۸۰
مکتوب ذخیرہ ۱۸۴
عبداللہ بن عمرؓ ۱۸۶
انسؓ بن مالک ۱۸۸
عائشہؓ ام المومنین ۱۸۹
عبداللہ بن عباس ۱۹۱
جابر بن عبداللہ الانصاریؓ ۱۹۳
ابو سعید الخدریؓ ۱۹۴

Marfat.com

عبداللہ بن مسعودؓ	۱۹۵
علم و فضل	۱۹۶
روایت حدیث	۱۹۶
مذاکرہ حدیث	۱۹۶
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۱۹۸
علم و فضل	۱۹۸
عہد تابعین	۲۰۰_۲۱۴
تابعی کی تعریف	۲۰۰
تابعین اور حفاظت حدیث	۲۰۲
ہمام بن منبہ	۲۱۲
الصحیفہ الصحیحہ	۲۱۳
عہد تدوین	۲۱۵_۲۴۶
عمر بن عبدالعزیزؒ	۲۱۵
مسروق	۲۲۰
علقمہ بن قیس	۲۲۱
اسود بن یزید	۲۲۲
شریح القاضی	۲۲۳
علی بن الحسین	۲۲۳
سعید بن المسیب	۲۲۴
عروہ بن زبیر	۲۲۵
سعید بن جبیر	۲۲۶
ابراہیم بن یزید	۲۲۷
عبیداللہ بن عتبہ	۲۲۸
عامر بن شراحیل	۲۲۹
مجاہد بن جبر	۲۳۰

Marfat.com

عکرمہ مولیٰ ابن عباس	۲۳۱
القاسم بن محمد بن ابی بکر	۲۳۱
سالم بن عبداللہ بن عمر	۲۳۲
سلیمان بن یسار	۲۳۲
محمد بن سیرین	۲۳۳
مکحول	۲۳۴
رجاء بن حیوۃ	۲۳۴
عطاء بن ابی رباح	۲۳۵
قتادہ	۲۳۵
نافع مولیٰ ابن عمر	۲۳۶
تابعین	۲۳۷
غیر تابعین	۲۳۷
محمد بن مسلم بن شہاب الزہری	۲۳۷
حافظہ	۲۳۹
شغف حدیث	۲۴۰
احادث کی تعداد	۲۴۲
محمد بن المنکدر	۲۴۲
ایوب السختیانی	۲۴۳
امام ابو حنیفہ	۲۴۳
عہد تصنیف وترتیب	۲۵۹-۲۴۷
کتاب الآثار	۲۵۰
روایات کا معیار	۲۵۰
کتاب الآثار کا امتیاز	۲۵۲
کتاب الآثار کے نسخے	۲۵۴
موطأ	۲۵۶

Marfat.com

موطا کی مقبولیت	۲۵۸
شروح موطا	۲۵۹
کتب مسانید	۲۶۰-۲۷۴
مسند الطیالسی	۲۷۰
مسند حمیدی	۲۷۱
مسند ابن راہویہ	۲۷۲
مسند احمد بن حنبل	۲۷۳
احادیث مسند کی صحت	۲۷۴
کتب مصنفات	۲۷۵-۳۲۶
عہد انتخاب	۲۹۱
صحیح بخاری	۲۹۲
شروح صحیح بخاری	۲۹۴
صحیح مسلم	۲۹۵
کتب حدیث میں مسلم کا مقام	۲۹۷
احادیث صحیح مسلم	۳۰۱
شروح مسلم	۳۰۱
صحیح بخاری اور مسلم کا موازنہ	۳۰۳
اتصال سند	۳۰۳
عدالت وضبط رواۃ	۳۰۴
عدم شذوذ واعلال	۳۰۴
سنن ابی داؤد	۳۰۴
فضیلت کتاب	۳۰۵
شروح سنن ابی داؤد	۳۰۷
جامع ترمذی	۳۰۸

Marfat.com

جامع ترمذی کی خصوصیات ۳۰۹
فضیلت کتاب ۳۰۹
شروح جامع ترمذی ۳۱۰
سنن نسائی ۳۱۱
نسائی کی شرائط صحت حدیث ۳۱۳
سنن ابن ماجہ ۳۱۵
سنن ابن ماجہ اور صحاح ستہ ۳۱۷
شروح ابن ماجہ ۳۲۱
سنن ابن ماجہ، موطأ اور سنن دارمی ۳۲۲
کتب حدیث کی اقسام وطبقات ۳۲۷_۳۵۱
اقسام کتب حدیث ۳۲۷
صحیفہ ۳۲۷
رسالہ ۳۲۸
جزء ۳۲۸
اربعین ۳۲۹
معجم ۳۲۹
امالی ۳۲۹
اطراف ۳۳۰
مصنف ۳۳۰
مسند ۳۳۱
جامع ۳۳۲
سنن ۳۳۲
مستدرک ۳۳۳
طبقات کتب حدیث ۳۳۴

Marfat.com

[illegible] ۳۳۴
دوسرا طبقہ ۳۳۵
تیسرا طبقہ ۳۳۵
مسند ابی یعلی ۳۳۶
چوتھا طبقہ ۳۴۲
سنن دار قطنی ۳۳۷
صحیح ابن حبان ۳۳۸
مستدرک حاکم ۳۳۸
کتب بیہقی ۳۳۹
کتب طحاوی ۳۴۰
کتب طبرانی ۳۴۱
تصانیف حاکم ۳۴۳
کتاب الضعفاء للعقیلی ۳۴۴
کتاب الکامل لابن عدی ۳۴۴
تصانیف ابن مردویہ ۳۴۵
تصانیف خطیب ۳۴۶
تصانیف ابن شاہین ۳۴۶
تصانیف دیلمی ۳۴۷
ابو نعیم اصفہانی ۳۴۷
الجورقانی ۳۴۸
ابن عساکر ۳۴۸
تصانیف ابو الشیخ ۳۴۹
ابن النجار ۳۵۰
مصادر و مراجع ۳۵۲

Marfat.com

تعارف

حفاظت حدیث کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ حدیث کے طلبہ واساتذہ نے اسے پذیرائی بخشی۔ کئی اہل علم نے اس کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اس وقت قاری کے سامنے جو ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے وہ کئی اعتبار سے بہتر ہے۔ پوری کتاب کو از سر نو دیکھا گیا ہے۔ حوالوں کی پوری چھان بین کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ کتاب کی ترتیب میں مناسب تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ عہد تدوین کے باب کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ عہد انتخاب کے عنوان کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے تحت صحاح ستہ اور دیگر کتب کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح عہد ترتیب میں مصنفات اور مسانید کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں وہ تمام ترامیم واضافے موجود ہیں جو اس عرصے میں محسوس کیے گئے۔ یہ کتاب تاریخ حدیث کا ایک مربوط جامع اور مفصل خاکہ ہے۔ آج کی علمی دنیا میں تاریخ حدیث اور حجیت حدیث کے بارے میں مسلم نقطہ نظر اپنی حیثیت منوا چکا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی اور فواد سزگین جیسے اہل علم نے حدیث کے سلسلے میں ہونے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات مہیا کیے ہیں۔ عربی اور اردو میں کئی عمدہ کتابیں چھپ گئی ہیں جو ان تمام بحثوں پر محیط ہیں جو موضوع کے متعلق اٹھائی گئی تھیں۔ جس وقت حفاظت حدیث کا پہلا ایڈیشن چھپا تھا اس وقت انگریزی میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی صحیفہ ہمام بن منبہ، ڈاکٹر زبیر صدیقی کی "Hadith Literature" اردو میں مولانا مناظر احسن گیلانی کی "تاریخ تدوین حدیث" کے علاوہ سید منت اللہ رحمانی اور سید ابوبکر غزنوی کے مختصر کتابچے موجود تھے پیر کرم شاہ صاحب کی "سنت خیر الانام" بھی چھپ گئی تھی۔ ان کتابوں میں تاریخ حدیث کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی گئی تھی۔ عربی زبان میں دیگر کتب کے علاوہ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی "السنۃ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی" اور ڈاکٹر عجاج الخطیب کی "السنۃ قبل التدوین" جیسی

Marfat.com

کتابیں علمی حلقوں میں مقبول و متداول تھیں۔ اس کے باوجود "حفاظت حدیث" کو مرتب کرنے کی ضرورت دو وجوہ سے پیش آئی۔ ایک تو اردو زبان میں تاریخ حدیث پر کوئی مربوط و جامع کتاب نہ تھی جو جدید علمی انداز میں مرتب کی گئی ہو۔ دوسرے وہ خصوصی علمی اور سیاسی حالات تھے جو اسلام اور مسلمانوں کو درپیش تھے۔

ساٹھ کی دہائی کا دوسرا نصف اور ستر کی دہائی کا بڑا حصہ تیسری دنیا کے لیے بالعموم اور عالم اسلام کے لیے بالخصوص ہنگاموں' سیاسی عدم استحکام اور فکری انتشار کا دور تھا۔ عالم اسلام کے اندر اسلامی تشخص کا شعور پروان چڑھ رہا تھا اور مغرب کے سیاسی اور علمی ادارے اسے خطرناک رجحان قرار دے رہے تھے۔ مسلمانوں کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نظر تھی بلکہ ان عوامل کا تجزیہ اور ان اسباب کی تحلیل بھی جاری تھی جو نئے شعور کا باعث بن رہے تھے اور مغرب کی جامعات میں مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت' ان کے اداروں اور ان کے علوم و فنون پر تحقیقات کا سلسلہ بھی زور و شور سے جاری رہا۔ اسلامی تشخص کے جواز پر علمی اور صحافتی بحثوں کو مسلم ممالک کے اندر شروع کرایا گیا اور عالم اسلام کے اندر موجود سیکولر لابی نے اسلامی حوالہ کو چیلنج کیا۔ اسلام کی سیاسی' معاشی اور معاشرتی تعلیمات کو نہ صرف ناکافی گردانا گیا بلکہ اسلامی قانون و اخلاق کے بنیادی مآخذ کو بھی مشکوک قرار دیا گیا بالخصوص حدیث و سنت کو موضوع بحث بنایا گیا۔

مستشرقین نے انیسویں صدی میں حدیث کے متعلق بنیادی بحثیں کیں۔ مشہور جرمن مستشرق سپرنگر جو مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے اور جنہوں نے حافظ ابن حجر کی کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" کو ایڈیٹ کر کے کلکتہ سے شائع کرایا' نے ۱۸۵۱ء میں آنحضور کی سیرت پر تین جلدوں میں کتاب لکھی۔ اس میں حدیث کی روایت اور اس کی حیثیت پر بحث کی۔ یوپی کے لفٹیننٹ گورنر ولیم میور نے ۱۸۶۱ء میں حضور اکرم کی سیرت پر مفصل کتاب لکھی اور اس میں حدیث کے متعلق سپرنگر کی بحث کو آگے بڑھایا۔ حدیث کے متعلق جس مغربی سکالر نے تفصیلی بحث کی وہ جرمن مستشرق گولڈزیہر (Goldzhiher)

Marfat.com

تھا- اس کی کتاب "Muhammedanische Studien" کی دوسری جلد میں حدیث پر تنقیدی و تجزیاتی انداز سے لکھا- اس کی یہ کتاب ۱۸۹۰ء میں چھپی تھی- گولڈ زیہر کے بعد آنے والے تمام مستشرقین نے اس کے اصولوں کا تتبع کیا- گولڈ زیہر کے اصولوں کو اسلامی قانون کی تحقیق میں پروفیسر شاخت (J.Schacht) نے اپنی کتاب "The Origins of Muhammaden Jusiprudence" میں آگے بڑھایا- ان تمام محققین نے حدیث کی نبوی حیثیت کو مشکوک قرار دیا- ان کے نزدیک حدیث لٹریچر بعد کی پیداوار ہے لہذا بطور دینی ماخذ کے ناقابل اعتبار ہے- ان کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل امور اہم ہیں :

۱- حدیث لٹریچر زیادہ تر زبانی روایت پر مبنی ہے جو ایک صدی سے زیادہ عرصہ اسی زبانی روایت سے منتقل ہوتا رہا-

۲- اسلامی قانون کے ابتدائی مجموعوں میں حدیثوں کی تعداد کم ہے جبکہ بعد کے ادوار میں احادیث کی تعداد بڑھ گئی اور متاخر مجموعوں میں اتنی بڑی تعداد جمع کی گئی جو ابتدائی دور میں ناقابل تصور تھی-

۳- کم عمر کے صحابہ کی مرویات کی تعداد بڑی عمر کے صحابہ کی مرویات سے کہیں زیادہ ہے اس لیے ان کے ساتھ جو سند ملحق کی گئی ہے وہ قابل اعتماد نہیں-

۴- اسناد کا طریق پہلی صدی ہجری کے آخر میں استعمال کیا گیا لہذا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس حدیث کو اس اسناد سے بیان کیا گیا ہے وہ صحیح معنوں میں حدیث ہے-

۵- بہت سی احادیث ایک دوسرے سے متضاد ہیں-

۶- ایسے یقینی ثبوت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اسناد اور متن حدیث موضوع ہیں-

۷- مسلم نقادوں نے اپنے تنقیدی اصولوں کو سند تک محدود رکھا ہے اور متن حدیث پر کبھی تنقیدی نظر نہیں ڈالی-

وضع حدیث کو بنیاد بنا کر حدیث کے پورے ذخیرے کو مشکوک قرار دیا گیا اور سیاسی و

Marfat.com

کلامی اختلافات کو اشاعت حدیث کا سبب قرار دیا گیا- اسی طرح قانونی ضرورتوں کے تحت وضع حدیث کو ایک حقیقت ثابت کیا گیا- گولڈزیہر نے دعویٰ کیا کہ کوئی اختلافی مسئلہ خواہ وہ سیاسی ہو یا اعتقادی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی قوی الاسناد حدیث پر مبنی نہ ہو- اس کے بقول سیاسی مقاصد کے تحت احادیث کی تصنیف ایک معمول کی بات تھی- گولڈزیہر نے اپنے دلائل کا سارا زور اس پر لگا دیا کہ امام زہری بنوامیہ کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے اور ابوہریرہؓ حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے حدیثیں سناتے تھے- شاخت (Schacht) نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سنت قانونی معنوں کے بجائے سیاسی معنوں میں استعمال ہوتی تھی (۱)- شاخت کے نزدیک سنت مقبول عام عمل اور سوسائٹی کے رسوم و رواج کا نام تھا- شاخت نے مارگولیتھ (Margoliouth) کے تتبع میں زندہ و جاری روایت (Living Tradition) کی اصطلاح استعمال کی ہے- (۲) اس کی رائے میں مستحکم عمل کو اسناد کے ذریعہ سنت رسول ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۳)

مستشرقین کی مشکل

مستشرقین کی مشکل یہ تھی کہ انہیں مسلمانوں کی مضبوط علمی روایت کا سامنا کرنا پڑا- استعماری قوتیں اپنے سیاسی مصالح کے تحت مسلمانوں کو فکری طور پر مغلوب کرنے کی جو منصوبہ بندی کر رہی تھیں اس کے لیے یہ سکالرز راہیں ہموار کر رہے تھے- ان کی اولیں کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی علمی روایت کو مشکوک قرار دیا جائے- آنحضورؐ کی ذات کے حوالے سے اور مسلمانوں کے سنہری دور کے تعامل کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں- ایک دفعہ یہ معیاری دور ناقابل قبول ہو جائے تو مسلمانوں کے فکر و عمل کی ساری بنیاد منہدم ہو جائے گی- گولڈزیہر اس اولیں دور کو علمی و اخلاقی اعتبار سے کمتر قرار دیتا ہے-

---

۱- Oringins of Muhammadan Jurisprudence

۲- ایضاً ۵۸-۵۹

۳- ایضاً ۷۶

Marfat.com

اس کے نزدیک اس دور میں صرف جنگجویانہ سرگرمیاں تھیں اور مسلم کمیونٹی کو دینی عمل اور عقیدہ کا پورا شعور حاصل نہ تھا۔ اس کے نزدیک مسلمانوں میں یہ صلاحیت نہ تھی کہ اسلام اور مقامی رسوم ورواج کے درمیان جذب وانجذاب کی کوئی صورت پیدا کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ شام میں جنگیں لڑنے اور مسجدیں بنانے کے باوجود انہیں یہ علم نہ تھا کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں۔(۱) وضع حدیث کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ تمام احادیث ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ حدیثیں گھڑ کر رسول اللہؐ کی طرف منسوب کرنے کی ایک تحریک تھی جو قرون اولیٰ میں شدومد سے جاری تھی۔ شاخت نے واضح طور پر کہا کہ اسناد کو وضع کیا گیا۔ اس نے اپنی نادر تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پہلی صدی ہجری کے آخر اور دوسری صدی کی ابتداء میں اسناد کو شروع کیا گیا اور بعد کے زمانوں میں اسے مرتب اور منقح کیا گیا۔ اس کے نزدیک اسناد کی صحت مشکوک ہے(۲)۔ چونکہ مسلمانوں کے قانون واخلاق اور عقیدہ وعمل کا اہم ماخذ حدیث ہے اس لیے اسے مشکوک کر دینے کے نتیجے میں اسلام کی حیثیت مشکوک ہوگی اور مسلمانوں کو عیسائیت یا الحاد کی طرف مائل کرنا آسان ہوگا ان کی ان سرگرمیوں کو حکومتوں کی پوری حمایت حاصل تھی۔

مستشرقین کا نفسیاتی مسئلہ

مستشرقین کا اصل مسئلہ نفسیاتی ہے۔ مسلمانوں سے رابطے کے بعد انہیں اپنے مذہبی ذخیرۂ علمی کا تقابل کرنا پڑا۔ ان کی علمی روایت میں مذہبی تحریروں کی قطع وبرید اور ردو بدل شامل تھا۔ عہد نامہ قدیم کی تصنیف کے مراحل متعین تھے اور عہد نامہ جدید کی کتب کی تصنیف اور ان کی حیثیت کا بھی انہیں علم تھا مسیحؑ کی مستند اور مفصل سوانح عمری کا کوئی وجود نہیں۔ اناجیل اربعہ ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد لکھی گئیں۔ زبانی روایت کو ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل تھی جب حدیث کا مستند ذخیرہ ان کے سامنے آیا اور سیرت رسول پر

۱۔ Muhammadan Studies/30

۲۔ Origins/165

Marfat.com

قابل اعتماد کتب ان کی نظر سے گذریں تو انہیں اپنی کمتری کا احساس ہوا- سپرنگر جب "الاصابہ" کو ایڈیٹ کرنے لگا تو مبہوت ہو کر اس کے مقدمہ میں لکھا:

"نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے-"

پروفیسر مار گولیتھ (Margoliouth) نے آنحضورؐ کی سیرت پر جو کتاب لکھی وہ کذب وافتراء اور تاویل و تعصب سے بھری پڑی ہے لیکن اس کے باوجود جب وہ سیرت کے بیش بہا لٹریچر پر نظر ڈالتا ہے تو مجبور ہو کر لکھتا ہے:

"محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے-"(۱)

اس نفسیاتی الجھن کے پیش نظر انہوں نے مسلمانوں کی پوری علمی روایت کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی- ان کا اولین ہدف آنحضورؐ کی ذات تھی اور اس کے حوالے سے ذخیرۂ حدیث بھی- حدیث کے سلسلے میں ان کی تحقیقات کے ماحصل کو ایک مرتبہ پھر دیکھیں:

۱- قرن اول میں زبانی روایت موجود تھی لیکن مکتوب ذخیرہ نہ ہونے کے برابر تھا-

۲- وضع حدیث کا سلسلہ شروع ہوا- سیاسی کلامی اور فقہی ضرورتوں کے تحت احادیث تصنیف کی گئیں-

۳- اسناد کو وضع کیا گیا تا کہ متداول روایات کو حضور اکرمؐ کے حوالے مستند کیا جا سکے-

۴- ابو ہریرہؓ اور امام زہریؒ جیسے لوگ بنو امیہ کے لیے حدیثیں وضع کرتے تھے-

مندرجہ بالا نکات سے واضح ہو گیا ہو گا کہ مسلمانوں کو فکری طور پر کھنیوز کرنے کی منصوبہ بندی کے اہم عناصر کیا تھے؟

۱- Muhammad'l

Marfat.com

مسلم رد عمل

جہاں تک مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا تعلق ہے تو اس کے تارو پود تو مسلمان علماء نے بکھیر دیئے۔ مستشرقین کی تحقیقات بالعموم متون کی غلط تعبیر اور حقائق توڑ مروڑ کر پیش کرنے پر مبنی ہیں۔ اس لیے ایک دیانتدار محقق کو اصل صورت حال معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

مستشرقین کے اثرات

استعماری قوتوں نے عالم اسلام میں جو نفوذ حاصل کیا اس کا نتیجہ مغربی اداروں کا قیام' مغربی افکار کی ترویج اور مغربی نظام کا استحکام تھا تعلیمی نظام کے ذریعے فکری اثرات مرتب کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اس سلسلے میں مستشرقین کی کاوشیں بہت اہم ہیں۔ مستشرقین کے افکار کی سب سے زیادہ تاثیر ہندوستان اور مصر کے مسلمانوں پر ہوئی۔ برصغیر پاک وہند میں سر سید احمد خان پہلا شخص ہے جو ان افکار سے متاثر ہوا اور انکار حدیث کی طرف مائل ہوا۔ سر سید نے ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھا اور اس میں بلاشبہ وہ مخلص تھے لیکن جوابی استدلال میں بھی ان کا انداز معذرت خواہانہ ہے اس لیے وہ غیر شعوری طور پر مسلک انکار حدیث میں جذب ہو رہے تھے۔ ان کے بعد علامہ مشرقی حافظ اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز اس مسلک کو آگے لے کر چلے۔ برصغیر پاک وہند میں گولڈ زیہر کی کتابوں کے تراجم نہ ہوئے کیونکہ انگریزی زبان کے ذریعہ تعلیم ہونے کی وجہ سے اہل علم انگریزی مصادر سے استفادہ کر سکتے تھے۔

البتہ مصر میں گولڈ زیہر کی کتاب "العقیدۃ والشریعۃ فی الاسلام" کے عنوان سے عربی میں ترجمہ ہوئی۔ اسے استاد محمد یوسف موسیٰ' عبدالعزیز عبدالحق اور ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے عربی میں منتقل کیا۔ اس طرح گولڈ زیہر کے خیالات عرب کے علمی حلقوں تک پہنچے۔ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے اپنی کتاب "نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی" میں تاریخ حدیث کے بارے میں گولڈ زیہر کے خیالات کو نقل کیا ہے۔ لیکن ان خیالات کو سب

Marfat.com

سے زیادہ مرتب انداز میں استاد احمد امین نے "فجر الاسلام" میں اور ابو ریہ نے "الاضواء علی السنۃ المحمدیہ" میں پیش کیا ہے- اس طرح مستشرقین کے خیالات وافکار نام نہاد روشن خیال طبقات کے ذریعہ امت مسلمہ میں پھیلے- ان کے اثرات کو حکمران طبقوں اور علمی وادبی حلقوں میں دیکھا جاسکتا ہے- مستشرقین کی سرگرمیاں تو قابل فہم ہیں- ذاتی جستجو اور ذوق تحقیق کے علاوہ استعماری مقاصد کی تکمیل ان کا ہدف تھا۔ نیز وہ اپنی نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے کے لئے مسلمانوں کی فکری بنیادیں متزلزل کر رہے تھے لیکن نام نہاد مسلمان دانشور کن مقاصد کی تکمیل کر رہے تھے؟ یہ واضح نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے اس کا سبب فکری کج روی ہو یا مرعوبیت' کیونکہ ان حضرات میں سے کسی شخص کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عقلی طور پر پسماندہ اور علمی طور پر کم مایہ تھا- یہ سب لوگ دانشور تصور ہوتے ہیں البتہ یہ بات درست ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ حدیث کی فنی لطافتوں سے پوری طرح آگاہ نہ تھے اور جو واقف تھے وہ یقیناً کسی گھٹیا مقصد کے تحت ایسا لکھتے رہے-

مسلمانوں کے ہاں نقد حدیث کے سلسلے میں شاندار علمی ذخیرہ موجود ہے- حدیث کے سلسلے میں منحرف گروہوں کے خیالات کا علمی جائزہ ہماری علمی روایت کا حصہ ہے- شیعہ اور خوارج کی آراء اور معتزلہ کے افکار حدیث کے طلبہ کو معلوم ہیں- اسی طرح خبر واحد کی حجیت اور حدیث مرسل کی قبولیت کی بحثیں علوم الحدیث اور اصول فقہ کا حصہ ہیں- الحمدللہ علماء اسلام نے ہر دور میں حجیت حدیث اور تاریخ حدیث کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں- ایک طرف علوم الحدیث کا وسیع لٹریچر ہے تو دوسری طرف تاریخ حدیث پر مفصل معلومات مہیا ہیں- کتب حدیث میں کتاب العلم کے عنوان سے ایسے ابواب موجود ہیں جن میں کتابت حدیث' روایت حدیث اور حفاظت حدیث پر معلومات موجود ہیں- قدماء کے ہاں ایسی مستقل تصانیف بھی ہیں جو صرف روایت حدیث اور اس سے متعلق سرگرمیوں پر مشتمل ہیں جیسے خطیب کی "تقیید العلم" اور ابن عبدالبرؒ کی "جامع البیان"- اس کے علاوہ محدثین نے کتب حدیث کی شروح کے مقدموں میں تاریخ حدیث اور مصطلحات

Marfat.com

حدیث پر عمدہ مواد مرتب کیا ہے۔امام نوویؒ' حافظ ابن حجرؒ' علامہ بدر الدین عینیؒ علامہ کرمانیؒ علامہ قسطلانیؒ' سید انور شاہ کاشمیریؒ' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا ظفر احمد عثمانیؒ وغیرھم نے تاریخ حدیث اور علوم الحدیث پر بیش قیمت معلومات پیش کی ہیں جس شخص کی بھی ان مصادر پر نظر ہے وہ مستشرقین کے خداعات سے متاثر نہیں ہو گا۔

مستشرقین اور ان سے متاثر دانشوروں کی تحریروں کے جواب میں ایک معتدبہ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ محققین نے عربی انگریزی اور اردو میں شاندار کتابیں لکھی ہیں۔ تاریخ حدیث کے سلسلے میں اولیت کا شرف مولانا مناظر احسن گیلانی اور ڈاکٹر حمید اللہ کو حاصل ہے۔ مولانا گیلانیؒ کی "تاریخ تدوین حدیث" اور ڈاکٹر حمید اللہ کی "صحیفہ ھمام بن منبہ" رہنما مصادر کی حیثیت سے معروف ہیں سید سلیمان ندویؒ نے بھی "خطبات مدراس" میں عمدہ اشارات کئے ہیں۔ گولڈ زیہر اور اس کے عرب متاثرین کے سلسلے میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ کی کتاب حجت ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں گولڈ زیہر اور شاخت کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان کا یہ مقالہ Studies in Early Hadith Literature کے نام سے چھپ گیا ہے۔ نیز اس کا عربی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے ان دونوں سکالرز کے مغالطات کو بے نقاب کیا ہے۔ اسناد پر اس کتاب کا باب خصوصی مطالعہ کا مستحق ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے شاخت کی کتاب Origins of Muhammadan Jurisprudence کے تنقیدی جائزہ پر مستقل کتاب لکھی ہے جو شاہ سعود یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۹۸۵ء میں چھپی ہے۔ اس سے پہلے ڈاکٹر زبیر صدیقی بھی اس موضوع پر لکھ چکے ہیں۔ (۱) اسی طرح فواد سزگین نے قابل قدر تحقیقی کام کیا ہے۔ ان کی کتاب جرمن زبان میں ہے جسے بالاقساط عربی میں ترجمہ کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب

۱۔ ڈاکٹر اعظمی کی کتاب کا نام ہے۔ On Schacht,s Origins of Muhammadan Jurisprudence اور زبیر صدیقی کی کتاب کا نام ہے: Hadith literature,its Origin , development, special features and criticism.

Marfat.com

کا کچھ حصہ (باب علم حدیث۔ مقدمہ) اردو زبان میں سعید احمد صاحب نے منتقل کیا ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

پاکستان کے حالات خاص توجہ کے مستحق ہیں کیونکہ یہاں اس دور میں اسلام اور سیکولرز اور اسلام اور سوشلزم کی کشمکش اپنے عروج پر تھی اسلامی نظام اور اسلامی حکومت' اسلامی قانون اور اسلامی معاشرہ سب معرض بحث میں تھے۔ قرارداد مقاصد کے پاس ہونے کے وقت سے حدیث و سنت کی بحثیں چل رہی تھیں۔ پرویز صاحب کی "مقام حدیث" اور "اسلامی قانون کے مآخذ" وہ کتابیں تھیں جو سیکولر لبرل اور بائیں بازو کے دانشوروں کو اسلحہ خانہ کا کام دے رہی تھیں۔ ڈاکٹر عبدالودود اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے درمیان علمی مکالمہ' جو خط و کتابت کی صورت میں شائع ہوتا رہا(۱) اس دور کے مزاج کا پتہ دیتا ہے۔ ساری بحث اس نقطہ میں سمٹ آتی تھی کہ حفاظت حدیث کا کوئی مربوط نظام نہ تھا اس لیے رطب و یابس جمع ہو کر حدیث کے نام پر مرتب ہوتا رہا۔ یہ ایک عجمی سازش تھی جس کا مقصد قرآن کو نظر انداز کرنا تھا۔ ان حالات میں ناگزیر تھا کہ جدید علمی اسلوب کے مطابق تاریخ حدیث کا مربوط مطالعہ پیش کر دیا جائے۔ راقم نے ۱۹۶۴ء میں شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی میں بطور لیکچرر شمولیت اختیار کی تھی۔ مجھے تاریخ حدیث اور اصول حدیث پڑھانے کا موقعہ ملا تھا۔ پھر میں اس فکری تصادم کا حصہ تھا جو ایوب خان کے آخری دور میں شروع ہوا اور پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں عروج پر تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بندہ ناچیز کو یہ توفیق بخشی کہ وہ حدیث کی خدمت کر سکے۔ چنانچہ حفاظت حدیث پر مربوط مطالعہ پیش کیا گیا۔ اس وقت یہ کتاب اردو زبان میں اپنی نوعیت کی واحد کتاب تھی۔ اس کے بعد کئی اصحاب علم نے تاریخ حدیث اور حجیت حدیث پر مستقل کتابیں تصنیف کیں لیکن یہ کتاب بحمد للہ حدیث کے اساتذہ و طلبہ میں مقبول رہی۔ ۲۶ برس بعد یہ فرصت میسر آئی کہ اسے نئی ترتیب اور اضافی

۱۔ پوری خط و کتاب ترجمان القرآن کے منصب رسالت نمبر میں یکجا کر دی گئی اور اس کی بحثیں "سنت کی آئینی حیثیت" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

معلومات کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔

یہ کتاب اپنی موجودہ صورت میں کبھی پیش نہ ہو سکتی اگر چیر پرسن ادارہ علوم اسلامیہ اور ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت کی معاونت اور رہنمائی حاصل نہ ہوتی۔ اس کی نئی ترتیب میں نہ صرف ان کے مشورے شامل تھے بلکہ مسانید اور مصنفات پر شامل معلومات انہی کی مہیا کردہ ہیں جس کے بغیر یہ کتاب تشنہ تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے۔

خالد علوی

برمنگھم، برطانیہ

۹۸/۳/۲۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مدظلہ العالی
جامعہ اشرفیہ لاہور

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد!

کتاب حفاظت حدیث مؤلفہ برادر عزیز مولوی خالد علوی حفظہ اللہ تعالیٰ فی دینہ و دنیاہ' کو اس ناچیز نے اجمالی نظر سے دیکھا۔ جس میں کتابت حدیث اور حجیت حدیث پر کافی اور شافی بحث کی ہے اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہؒ دین نے جو علم حدیث کی خدمت کی ہے جو شخص بھی اس پر نظر ڈالے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ علم و حکمت کا منبع سنت نبوی ہے اور اس کی حجیت سے انکار بلاشبہ جہالت و سفاہت ہے' اس لیے کہ علم و حکمت کی حجیت کا منکر سوائے نادان اور بے عقل کے کون ہو سکتا ہے' نیز دیکھنے والے پر یہ امر بھی واضح ہو جائے گا کہ جس طرح یہ علم و حکمت نبی امیؐ کا معجزہ ہے' اسی طرح علماء امت بھی اس نبی امیؐ کا معجزہ ہیں کہ جس کے اتباع کی برکت سے ایسے علماء پیدا ہوئے' ورنہ علماء یہود اور علماء نصاری اور تمام امتیں مل کر اگر بخاری اور مسلمؒ جیسا ایک حافظ حدیث پیش کرنا چاہیں تو نہیں پیش کر سکیں گے۔ اس قسم کے ائمہ' دین' دین اسلام کا معجزہ ہیں اور جو علم ان حضرات کو عطا ہوا وہ بلاشبہ کرامت الٰہیہ ہے۔ فاضل مصنف نے جو اس موضوع پر قلم اٹھایا وہ درحقیقت آنحضرت ﷺ کے معجزہ علم و حکمت اور علماء اسلام کی کرامت علمیہ کی تشریح ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف عزیز کو اپنی حفاظت و حراست اور عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے اور ناظرین کرام کے لیے اس کتاب کو موجب بصیرت و ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العالمین! وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین!

بندہ ناچیز
محمد ادریس
کان اللہ لہ و کان للہ آمین!
۲۷ رجب الحرام ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

حرفِ چند

حفاظت حدیث کا تیسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ کتاب حدیث کے طلبہ کی توجہ کی مستحق ٹھہری۔ اس ایڈیشن میں قارئین کی نشاندہی پر کمپوزنگ کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ بالخصوص عربی عبارات کی اصلاح کا اہتمام کیا گیا ہے حدیث ہمیشہ سے متجددین کی تنقید کا نشانہ رہی ہے اور اسلام کے متعلق مغرب کے معاندانہ رویہ میں جو تازہ شدت آئی ہے اس کی وجہ سے یہاں کے لادین طبقہ میں بھی جارحیت کے رجحانات نمایاں ہوئے ہیں۔ مخالفت اسلام مہم میں حدیث اولین نشانہ بنی ہے۔ حفاظت حدیث میں جس مربوط طریقے سے حدیث کے آغاز و ارتقاء اس کی حجیت و اہمیت کو مختصر اور جامع انداز سے پیش کیا گیا ہے اس میں متجددین و منکرین کے اکثر سوالوں کے شافی جوابات آگئے ہیں۔ حوالوں کی صحت اور عبارات کی تصحیح سے یہ ایڈیشن سابقہ ایڈیشنوں سے بہتر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

کتاب کے مواد میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا اور ترتیب میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ مولف کے پیش نظر بعض مباحث ہیں جن کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ توفیق الٰہی سے فرصت میسر آئی تو انشاء اللہ اضافہ ہو جائے گا۔ کتاب کی عمدہ طباعت محترم محمد فیصل کے نفیس ذوق کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ڈاکٹر خالد علوی

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۲۰ مئی ۲۰۰۲ء

Marfat.com

مقدمہ طبع اول

اسلام علاج ہے انسانی زندگی کی تمام احتیاجات کا۔ اسلام کے معنی ہیں پورے طور پر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور خاتم النبین ﷺ کے اسوہ حسنہ کا' یا یوں کہئے کہ اسلام قرآن و سنت کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے دین حق کے لیے مخلص مومنوں کی ایک جماعت تیار کی تھی جس نے اسلام کو سمجھا' اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا اور اسے آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ نبی اکرمؐ کے صحابہؓ نے نہ صرف قرآن مجید ہی کی جان و دل سے حفاظت کی بلکہ سنت رسول کی بھی۔ حیرت ہے کہ قرآن پاک پہنچانے کے سلسلے میں جب بعض لوگ ہمارے سامنے آتے ہیں تو سچے اور مخلص معلوم ہوتے ہیں لیکن جب وہی بزرگ حضور ﷺ کے قول و فعل کو بیان کرتے ہیں تو مشکوک نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ نے جس طرح قرآن پاک کو نسلاً بعد نسل روایت کیا اسی طرح سنت رسولؐ کی روایت کو بھی جاری رکھا' مگر یہ انوکھی منطق' کہ روایت حدیث کا سلسلہ مشکوک ہے' ایک مسلک کی صورت اختیار کر گئی۔ اللہ تعالیٰ ان علماء امت کی مساعی کو قبول فرمائے جنہوں نے حفاظت حدیث کے ضمن میں اٹھائے جانے والے سوالات اور شکوک و شبہات پر سیر حاصل بحث کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ سنت رسول کے بغیر دین کا تصور ادھورا اور نامکمل ہے۔

مدارس نظامیہ میں حصول تعلیم کے زمانے میں حدیث کے متعلق میرے ذہن میں بھی چند سوالات ابھرے تھے لیکن اس نظام میں سوال کرنا چونکہ گستاخی متصور ہوتا ہے اس لیے یہ سوالات جوں کے توں کھٹکتے ہی رہے۔ کالج میں پہنچا تو جناب پرویز کی تصانیف پڑھنے کا موقعہ ملا جن سے شکوک و شبہات میں کمی کی بجائے اور بھی اضافہ ہوا حتی کہ کم علمی کی وجہ سے ذہن میں تھوڑی سی بغاوت بھی پیدا ہو گئی' لیکن ترجمان القرآن کے منصب رسالت نمبر میں اس مسئلہ پر جس طریق پر بحث کی گئی اس کو پڑھ کر سوچ کو نیا رخ ملا' شکوک و شبہات دور ہوئے اور اس موضوع پر مزید کتب پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس موضوع پر عربی اور اردو میں اب

Marfat.com

تک جس قدر کتب قلمبند ہوئی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر میری نظر سے گزر چکی ہیں۔ ان کتب میں حدیث کے مختلف مباحث پر بہت کچھ لکھا گیا ہے' بالخصوص حفاظت حدیث کی مسلسل تاریخ' حجیت حدیث اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات پر بہت عمدہ کتابیں موجود ہیں۔ عربی زبان میں چند کتابیں تو بے نظیر ہیں ایک ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی "السنة و مكانتها فی التشريع الاسلامی" ہے اور دوسری ڈاکٹر صبحی صالح کی "علوم الحديث و مصطلحه" جن کے اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح تاریخ حدیث کے لیے عجاج الخطیب کی "السنة قبل التدوين" بھی نہایت اچھی کتاب ہے۔

مسلسل مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حفاظت حدیث کی کوششوں کو عام فہم انداز میں اس طرح پیش کرنا چاہیے جس سے مسلسل عمل کی تصویر بھی سامنے آجائے اور اسلوب بھی علمی رہے۔ اسلامیات کے طلبہ کو پڑھاتے ہوئے جو کچھ میرے پاس مرتب ہوتا چلا گیا' چاہتا ہوں کہ بصورت کتاب قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردوں' بایں استدعا کہ اس میں اگر کوئی خامی رہ گئی ہو تو اس سے مجھے آگاہ فرمادیا جائے تاکہ اس کی اصلاح کرسکوں۔

میں نے عہد نبویؐ سے عہد تدوین تک کی تمام مساعی کا مختصر جائزہ لیا ہے اور حفاظت حدیث کے مسلسل عمل کو مربوط طریق پر پیش کرنے کی سعی میں اردو عربی کی تمام اہم کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ جہاں تک ہو سکا اصل ماخذ کو دیکھنے کی کوشش کی ہے' اس کے باوجود ثانوی ماخذ پر بھی اعتبار کرنا پڑا ہے۔ حوالوں کی تلاش میں مولانا عطاء اللہ حنیف نے میرا ہاتھ بٹایا اور اپنی کتابوں سے استفادہ کی اجازت دی جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میں نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کے مصنفین کا ممنون ہوں کیونکہ ان سے مجھے مرتب مواد حاصل کرنے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں مدد ملی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب قاری کو حفاظت حدیث کی مساعی کا مکمل نقشہ پیش کرے گی۔ اردو زبان میں اس ترتیب کے ساتھ غالباً" یہ منفرد کتاب ہو گی۔ اس کی ترتیب اور انداز بھی عام کتابوں سے مختلف رکھا گیا ہے تاکہ حفاظت حدیث کے مسئلے کو دوسرے مباحث سے الگ کرکے دیکھا جائے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیری کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور طلبہ حدیث کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہو۔

Marfat.com

مجھے مولانا عبیدالحق ندوی کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ انھوں نے مسودے پر نظرثانی کی نیز زبان و بیان اور ترتیب کے سلسلے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ جناب عبدالغفار احمد صاحب نے پروف پڑھنے میں مدد دی' محمد اشرف صاحب اور محمد صدیق صاحب نے طباعت کے کام کو خوش اسلوبی سے نبھایا' ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاس گزاری ہوگی۔

لاہور

۲ ستمبر ۱۹۷۱ء

خالد علوی

Marfat.com

حدیث و سنت

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے حوالے سے جو منقول سرمایہ ہے اسے بالعموم حدیث و سنت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں لیکن محدثین کے ہاں مستقل اصطلاحیں موجود ہیں جو مختلف اظہارات کا تعین کرتی ہیں مثلاً خبر، اثر، حدیث اور سنت وغیرہ، علوم الحدیث پر لکھنے والوں نے ان کی تعریفات اور استعمالات کے بارے میں مفصل بحثیں کی ہیں(۱)۔ خبر و حدیث مترادف معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے اور مختلف معنوں میں بھی۔ اثر کی اصطلاح حدیث رسول کیلئے بھی اور اقوال صحابہ و تابعین کیلئے بھی مستعمل ہوتی ہے، تاہم آثار کا لفظ زیادہ تر اقوال و افعال صحابہ تابعین کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ حدیث و سنت کی اصطلاحیں بکثرت استعمال ہوتی ہیں اس لئے ان کی مختصر وضاحت ضروری ہے۔

حدیث

حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں اور اسے قدیم کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مادہ کے مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے(۲) کتب حدیث میں اس مفہوم کے استعمال کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے:

كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ وَنَأمُرُ بِحَاجَتِنَا فَقَدِمْتُ عَلَى رسول اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيه فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَام، فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ فَلَمَّا قَضٰى رَسُول اللّٰه الصَّلٰوةَ قال: إِنَّ اللّٰهَ يُحدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَايَشَاءُ وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحْدَثَ أَن لاتُكَلِّمُوا

۱۔ عجاج خطیب، اصول الحدیث، ۲۸،۷؛ منہج النقد فی علوم الحدیث، ۲۶۔۳۰

۲۔ لسان العرب، ۱۳۱/۲؛ الخلاصہ، ۳۰؛ تدریب، ۲۳/۱

Marfat.com

فی الصّلوٰۃ(۱)

پہلے ہم نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور اپنے کام کی باتیں کر لیتے تھے۔ میں (حبشہ) سے واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا مجھے پرانی اور نئی صورت حال کی فکر لاحق ہوئی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو نیا حکم دیتا ہے اب اس نے نیا حکم دیا ہے نماز میں باتیں نہ کرو۔

حدیث بمعنی گفتگو، واقعہ، اور قصہ بھی استعمال ہوتی ہے قرآن پاک کی بعض آیات نقل کی جاتی ہیں:

واذاَ سرّالبنی الی بعض أزواجه حدیثاً (۲)

اور جب چھپا کر کہی نبیؐ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات

فلَعَلك باخِع" نَفسَك علی آثارِ هم اِن لَمْ یُومنوابهذاالحدیث اَسفا(۳)

(اے پیغمبر) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے

وهل اتٰك حدیث موسیٰ(۴)

اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی

هَلْ اتٰك حدِیث الجُنودِ فرعون و ثمود(۵)

بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے۔ فرعون اور ثمود کا

فَبایِّ حَدِیثٍ بَعْده یُومنون (۶)

اب اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے

واَمَّا بِنعِمةِ رَبّكَ فَحدّث (۷)

اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا۔

۱۔ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب رد السلام فی الصلوٰۃ، ۱/ ۵۶۷۔۵۶۷

۲۔التحریم / ۲۳

۳۔الکھف / ۶

۴۔طٰہ / ۹

۵۔البروج / ۱۷۔۱۸

۶۔المرسلات / ۵۰

۷۔الضحیٰ / ۱۱

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپ کے بیانات، ارشادات اور افعال کیلئے حدیث کا لفظ استعمال ہوتا رہا اور جسے بعد میں صحابہ و تابعین نے بھی استعمال کیا۔ اسی طرح عام واقعات کیلئے بھی مستعمل رہا۔ اس کی مثالیں بھی کتب حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہیں، مثلاً ایک دن ابو ہریرہ نے رسول اللہ سے پوچھا:

من اسعد الناس بِشفَا عَتِكَ یو م القیامة؟

قیامت کے روز آپ کی شفاعت کے لحاظ سے کون سب انسانوں میں سے زیادہ خوش نصیب ہو گا؟

تو آپ نے فرمایا:

لقدظَنَنْتُ یااَباهریره اَن لایَسْئَلُنی عن هَذا الحَدیث اَحد" اَول مِنْك بما رأیْتُكَ من حرصك علی الحَدیث. اِنّ اسْعدالناس بشفاعَتی یَوْمَ القیامَة مَنْ قَال: لاالٰه اِلاّ اللّٰه(۱)

ابوہریرہ میرا اندازہ تھا کہ اس بات کے بارے میں تم سے پہلے کوئی شخص مجھ سے سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں حدیث کے بارے میں تمہارا شوق دیکھتا ہوں۔ میری شفاعت کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ خوش نصیب ہو گا جس نے کہا ہو گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

محدثین نے صحابہ و تابعین کے اقوال، افعال اور تصویبات پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے(۲)، لیکن اولین طور اس سے مراد وہ امر ہے جس کی نسبت رسول اللہ کی طرف ہو۔

حافظ ابن حجرؒ کے مطابق "حدیث وہ ہے جس کی نسبت رسول اکرمؐ کی طرف ہو(۳)

علامہ کرمانی نے حدیث کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

ماا ضیف الی النبیؐ من قول اوفعل اوتقریر اووصف خلقی اوخلقی (۴)

حدیث سے مراد آنحضرت کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر(۵) یا آپ کے جسمانی و اخلاقی اوصاف کا بیان ہے۔

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، ۷/۲۰۴؛ مسند احمد ۲/۳۷۳؛ ابن سعد، ۲،۱/۵۶

۲۔ تدریب، ۲۱/۱

۳۔ ھدی الساری، ۱/۲۰۶؛ تدریب ۱/۲۳

۴۔ الکواکب الدراری، ۱/۲

۵۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق تقریر سے مراد کسی قول یا عمل کی خاموشی منظوری (Silent approval) ہے یعنی آپ کے سامنے کچھ ہوا اور آپ نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

Marfat.com

سنت

سنت لغوی اعتبار سے اس راستے کو کہتے ہیں جو متواتر چلنے کی وجہ سے صاف اور واضح ہو گیا ہو جسے طریق معبد سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد سیرت اور طریقہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا (۱)۔ حدیث میں ہے!

مَنْ سَنَّ فی الاِسلامِ سُنَّۃً فَلَه اَجرُها واَجْرُمَنْ عَمِلَ بَها بَعده مِنْ غَیْرأن یَنْقصَ مِنْ أجْوُرهم شئی و مَنْ سَنّ فی الاِسُلامِ سُنَّۃً سیئۃً فَعلَیْهِ وِزْرُها ووِزْرُمَنْ عَمِلَ بها (۲)

جس شخص نے اسلام میں اچھی سنت قائم کی اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جو اسلام میں برا طریقہ رائج کرے گا اس پر اس کا بوجھ ہو گا اور اس کا بوجھ بھی جو اس پر عمل کرے گا۔

قرآن مجید میں سنت اور سنن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو ربانی کارروائی، تکوینی قانون اور لوگوں کے طرز عمل کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

قَد خلت سنۃ الأولین (۳)

اور پہلوں کی روش بھی یہی رہی ہے

سُنَّۃَ اللّٰه فی الذین خَلَوامِن قبل ولَنْ تَجد لِسُنَّۃِ اللّٰه تبدیلا (۴)

جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہیں پاؤ گے

قَد خلَتْ مِنْ قَبْلِکم سُنَن فَسیر وافِی الاَرض فا نظُر واکَیْف کانَ عَاقِبَۃ المکذّبین (۵)

تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا

۱۔ لسان العرب، ۱۳/ ۲۲۵

۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ '۳/ ۸۷

۳۔ الحجر/ ۱۳

۴۔ الاحزاب/ ۶۲

۵۔ آل عمران/ ۱۳۷

Marfat.com

يُرِيْدُاللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيهديَكم سُنَنَ الذين مِنْ قَبْلِكم وَيَتوبَ عليكم واللّٰه عليم حكيم(۱)

اللہ چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

محدثین وفقہاء کے ہاں سنت کی اصطلاح کا منطوق بالعموم حضور اکرمؐ اور صحابہ کے اقوال واعمال ہیں۔ محدثین کی تحریروں کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس اصطلاح کے کم از کم مندرجہ ذیل اطلاقات موجود ہیں :

۱۔ اس سے مراد نبی کریمؐ کی سیرت ہے خواہ اس کا تعلق بعثت سے قبل کی زندگی سے ہو یا بعد کی زندگی سے۔

۲۔ حدیث کے مترادف معنوں میں مستعمل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سنت کے وہ تمام اطلاقات ہونگے جو حدیث قولی، فعلی، تقریری اور وصفی کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔

۳۔ کبھی سنت کی اصطلاح اس امر کیلئے استعمال ہوتی ہے جس کی دلیل آنحضورؐ کے طرز عمل میں موجود ہو

۴۔ کبھی سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے (۲)

۵۔ سنت کا اطلاق تعامل صحابہ پر بھی ہوتا ہے جب ان کا عمل قرآن مجید کی آیت اور رسول اللہؐ کے قول وعمل پر مبنی ہو یا ان حضرات کا مجموعی اجتہاد ہو۔ اس کی دلیل آنحضور ﷺ کے ارشادات میں تلاش کی جاسکتی ہے مثلاً :

عليكم بسُنتي و سُنَّة الخُلفاء الرَّاشِدِين المَهْدِيين تَمَسَّكُوابها و عَضُّوا عليها بالنَّواجذ (۳)

تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ اسے تھامے رہو اور مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

۱۔ النساء / ۲۶

۲۔ زرقانی علی الموطا، ۱ / ۳

۳۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱ / ۱۶ : مسند احمد، ۴ / ۱۲۶ ؛ ابو داود، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنۃ، ۵ / ۱۳۔۱۵ ؛ ترمذی، کتاب العلم، ۵ / ۴۴

Marfat.com

تفترق امتی علی ثلاثٍ وَسبعِینَ فِرقَة کُلّها فی النّار الاّواحِدةً قَالُوا ! ومَنْ هُم یا رسول اللّه؟ قَالَ! ماانَا علیه و اصحابی(۱)

میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ایک کے سواسب آگ میں جائیں گے لوگوں نے کہا! یارسول اللہ! وہ کون ہیں ؟آپ نے فرمایاوہ (جو اتباع کریں گے اس کا) جس پر میں اور میرے صحابہ عمل پیرا ہیں۔

صحابہ کے عمل کو احکام میں سنت کی حیثیت سے مدار استدلال بتایا گیا ہے اور انہیں بطور اساس تسلیم کیا گیا ہے۔اس کی مثال حد خمر ہے۔ خلفاء راشدین کے عہد میں اجتہاد کی بنیاد پر حد متعین کی گئی اور امت مسلمہ نے اس اجتہاد کو بطور اجماع قبول کیا(۲)

۶۔ ایک اور اطلاق کے لحاظ سے سنت کا مفہوم حدیث سے مختلف ہے اس اعتبار سے حدیث وہ ہے جو رسول اللہؐ سے منقول ہو اور سنت سے مراد صدر اول کا منقول عمل ہے اسی لئے علماء کے ہاں حدیث و سنت میں اختلاف کی صورت میں توفیق پیدا کرنے کی کوششیں موجود ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مھدی کا قول اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ان کا کہنا ہے :

لم اَرَ اَحَد قَطّاً اَعْلَمْ بالسنَّة بالحدیث الذی یَدْخُل فی السُّنَة من حماد بن زید(۳)

میں نے کسی شخص کو حماد بن زید سے زیادہ سنت اور حدیث ،جو سنت میں داخل ہے ،کا بڑا عالم نہیں دیکھا۔

شاہ ولی اللہؒ نے المسوی کے مقدمہ میں عبدالرحمٰن بن مھدی(م ۱۹۸ھ) کا قول نقل کیا ہے۔

سفیان الثوری (م۱۶۳ھ) امام فی الحدیث والاوزاعی (م۱۵۱ھ) امام فی السنة و مالك (م۱۷۹ھ) امام فیهما جمیعا(۴)

سفیان ثوری حدیث کے امام ہیں،اوزائی سنت کے امام ہیں اور مالک دونوں کے امام ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

سلف استنباط معانی و فتاوی میں دو گروہ تھے۔ایک گروہ قرآن، حدیث اور آثار صحابہ کو جمع کرتا اور اس سے استنباط کرتا۔ یہ محدثین کا طریقہ تھا۔دوسرا گروہ ان قواعد کلیہ کا احاطہ کرتا

۱۔ابن ماجہ ، کتاب الفتن ، باب افتراق الامم ، ۲ / ۱۳۲۲۔ ابن ماجہ کے الفاظ قدرے مختلف ہیں ؛ ابوداؤد کتاب السنہ میں یہ روایت نقل ہوئی ہے لیکن اس میں بھی ابن ماجہ کی طرح "الجماعہ" کے الفاظ ہیں (۵ ۴)

۲۔ موطا، ۲ / ۸۴۲ ؛اعلام الموقعین، ۱/ ۲۱۱

۳۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ۱۷۷

۴۔ المسوی من احادیث الموطا، ۱۵ ؛زرقانی علی الموطا، ۱ / ۳

Marfat.com

جنہیں آئمہ کی جماعت نے منقح کیا تھا اور جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو یہ حضرات اس کا جواب ان قواعد سے حاصل کرتے۔ یہ فقہاء کا طریقہ تھا۔ بعض سلف پر پہلا طریقہ غالب تھا اور بعض پر دوسرا۔ چونکہ امام مالک کے ہاں سنت کی تعبیر ان قواعد سے ہے جو اہل مدینہ کے ہاں ثابت تھے اس لئے وہ کہتے ہیں: "سنت جس کے سلسلے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے" عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسی بنا پر یہ اصطلاح وضع کی کہ ثوری ابواب فقہ کے ہر باب سے متعلق احادیث وآثار کا استحضار رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے 'اوزاعی ہر باب فقہ میں سلف کے قواعد کی معرفت رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، اور مالک دونوں کے جامع تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے (۱)

حدیث وسنت کا باہمی تعلق

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث وسنت کے الفاظ مترادف معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور ان کے مفہوم میں ایک باریک فرق بھی ہے مالکیہ کے ہاں تعامل اہل مدینہ اساسی حیثیت رکھتا ہے اس لئے ان کے ہاں سنت کی تعبیر مسلسل عمل ہے۔ مثلاً امام مالک سے منقول ہے:

اِنّ الزکاۃ فرض علی الرجل الذی یملک عشرین دیناراً، وقال اِنّھا سُنّۃ لم یختلف علیھا علماء المدینۃ(۲)

زکوٰۃ اس شخص پر فرض جو بیس دینار کا مالک ہے، اور کہا کہ وہ سنت ہے جس کے بارے میں علماء مدینہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

موطا میں اس کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

"**الامر عند نا**" (۳) **الامر الذی لا اختلاف فیہ عندنا**" (۴) یعنی وہ امر جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں "**السنہ عندنا**" (۵) ہمارے نزدیک جو سنت ہے۔ **مضت السنہ بذلك** (۶) یہی سنت رہی ہے "**السنۃ لااختیار فیھا عندنا**" (۷) سنت جس کے

۱۔ المسوی من احادیث الموطا، ۱۵۔۱۷

۲۔ الموطا، ۱/ ۲۸

۳۔ الموطا بشرح الزرقانی، ۲/ ۱۰۷، ۱۲۳

۴۔ ایضاً، ۲/ ۱۰۱

۵۔ ایضاً، ۲/ ۱۰۵، ۱۲۴

۶۔ ایضاً، ۲/ ۱۴۱، ۱۴۲

۷۔ ایضاً، ۲/ ۹۷

Marfat.com

سلسلے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں۔

جس طرح امام مالک عمل اہل مدینہ کو سنت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح ابو یوسف اور امام اوزاعی کے ہاں بھی اپنے علاقے کے عمل کو سنت تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً ابو یوسف "السنة المعروفة" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں (۱) اور امام اوزاعی "سنة المسلمين في الماضي" کے الفاظ اختیار کرتے ہیں۔(۲)

علاقائی طرز عمل سے قطع نظر عمومی طور پر صدر اول کے مقبول طرز عمل کو سنت کہا گیا ہے اور "جرت به السنه" یا مضت به السنه" جیسے الفاظ منقول ہیں (۳) غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے کے سلسلے میں امام زہری کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

"انها كانت السنة" "مضت السنة" ان تقبل هذه الجزية من المسيحين واليهود العرب (۴)

یہ ایک مسلمہ عمل رہا ہے کہ ہم عرب کے عیسائیوں اور یہودیوں سے جزیہ وصول کریں

مستشرقین میں سے مارگولیتھ اور شاخت (Schacht) کے ہاں سنت سے مراد مسلمان معاشرے کا تعامل ہے جو قبل از اسلام قبائلی طرز عمل کا تسلسل بھی ہے اور اسلامی اصلاح کا نتیجہ بھی (۵)

مسلم دانشوروں میں سے ڈاکٹر فضل الرحمن نے اس موضوع پر مفصل لکھا ہے "اگرچہ سنت کے مواد کے بارے میں مستشرقین کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں لیکن سنت کے مفہوم کے بارے میں انہیں اختلاف ہے ان کے نزدیک پیغمبرانہ سنت کے مشمولات بہت قلیل تھے اور بعد میں مسلم کمیونٹی کے اجماع کو سنت کی حیثیت سے قبول کیا گیا (۶)

معاصر علماء میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے سنت کے خصوصی مفہوم پر زور دے کر اسے حدیث سے الگ بیان کیا ہے اور اس کی حجیت کو حدیث کی حجیت سے ممتاز گردانا ہے۔ حدیث و سنت کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ

۲۔ ایضاً

۳۔ سیرت ابن ہشام، ۶۹۵، ۶۹۳

۴۔ کتاب الاموال، ۲۶

۵۔ Origin of Muhammadan Jurisprudence, 58-80

۶۔ Islamic Methodology of History 1-84

Marfat.com

حدیث و سنت کا دین میں اصلی مقام واضح کرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر وہ فرق واضح کر دوں جو حدیث اور سنت کے درمیان سمجھتا ہوں لیکن عام طور پر لوگ ملحوظ نہیں رکھتے۔ حدیث تو ہر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جس کی روایت نبیؐ کی نسبت کے ساتھ کی جائے لیکن سنت سے مراد نبیؐ سے ثابت شدہ اور معلوم طریقہ ہے جس پر آپ نے بار بار عمل کیا ہو جس کی آپ نے محافظت فرمائی ہو۔ جس کے حضور عام طور پر پابند رہے ہوں (۱)۔

مبادی تدبر حدیث میں انہوں نے اس حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا:

حدیث اور سنت کو لوگ عام طوز پر بالکل ہم معنی سمجھتے ہیں۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے حدیث اور سنت میں زمین وآسمان کا فرق اور دین میں دونوں کا مرتبہ و مقام الگ الگ ہے۔ ان کو ہم معنی سمجھنے سے بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں فہم حدیث کے نقطہ نظر سے دونوں کے فرق کو واضح طور پر سمجھنا ضروری ہے (۲)

مولانا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں!

یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ سنت کا تمام تر تعلق عملی زندگی سے ہے یعنی ان چیزوں سے جو کرنے کی ہیں وہ چیزیں اس دائرہ سے الگ ہیں جو محض عقائدی اور علمی نوعیت کی ہیں۔ مثلاً ایمانیات، تاریخ اور شان نزول وغیرہ کی قسم کی چیزوں کو سنت سے کوئی تعلق نہیں .... سنت کی بیاد احادیث پر نہیں ہے جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے بلکہ امت کے عملی تواتر پر ہے ...... یہاں اس امر کو بھی ذہن نشین رکھئے کہ امت کے عملی تواتر سے مراد نبیؐ اور آپ کے خلفاء راشدین او صحابہ کا عمل ہے جیسا کہ ارشاد ہے: فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین (۳) (تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی واجب ہے) دین کا مرکزی گروہ ہے۔ اس وقت جو بھیڑ ایسے اعمال کی حامل ہے جو قرآن و سنت سے صریحاً متناقض ہیں تو یہ سب اہل بدعت ہیں اور بدعت کے متعلق نبی کا ارشاد ہے کہ: بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے (۴)

اس نقطہ نظر سے سنت کا مفہوم حدیث سے مختلف ہے۔ مولانا اصلاحی حدیث رسول :الا

۱۔ ترجمان القرآن، اکتوبر ۱۹۵۵ء ص ۱۲۷

۲۔ مبادی تدبر حدیث ۱۹

۳۔ ابن ماجہ، مقدمہ ۱/ ۱۶: مسند احمد، ۴/ ۱۲۶؛ ابوداؤد، کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ، ۵/ ۱۳، ۱۵؛ ترمذی، کتاب العلم، ۵/ ۴۴

۴۔ مبادی تدبر حدیث / ۲۸۔ ۲۹

Marfat.com

وانی اواتیت القرآن و مثلہ معہ(۱) (دیکھو، مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنت مثل قرآن ہے سنت اپنے ثبوت میں بھی ہم پایہ قرآن ہے۔ اس لئے کہ قرآن امت کے قوی تواتر سے ثابت ہے اور سنت عملی تواتر سے۔ ہم ان دونوں کو موخر نہیں کر سکتے اور کسی کو ادنیٰ و اعلیٰ قرار نہیں دے سکتے۔ دونوں دین کے قیام کیلئے یکساں ضروری ہیں (۲) جبکہ حدیث کو خبر کے مترادف ہونے کی وجہ سے متحمل الصدق والکذب قرار دیتے ہیں۔ گویا ایک حدیث میں صحیح، حسن، ضعیف، موضوع اور مقلوب، سب کچھ ہو سکنے کا امکان پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ بھی الگ الگ ہو گا (۳)

حدیث و سنت کا مترادف مفہوم

حدیث و سنت مترادف معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے بالخصوص ادلہ و اصول کے حوالے سے تو محدثین و فقہاء کے ہاں مترادف معنی ہی اصل مقصود ہوتے ہیں مثلاً صاحب توجیہ النظر لکھتے ہیں :

اما السنہ فتطلق فی الاکثر علی ما اضیف الی النبیؐ من قول اوفعل او تقریر وھی مرادفۃ للحدیث عند علماء الاصول(۴)

جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اکثر اوقات اس کا اطلاق اس قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے جس کی نسبت آنحضورؐ کی طرف ہو۔ جبکہ علماء اصول کے نزدیک یہ حدیث کے مترادف ہے۔ شارح نخبۃ الفکر نے سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے :

اما السنۃ فھی لغۃ الطریقۃ و اصطلاحاً مرادفۃ للحدیث بالمعنی المتقدم الذی ھو کل ما اضیف الی النبیؐ(۵)

لغت میں سنت سے مراد راستہ ہے اور اصطلاحی معنوں میں حدیث کے مترادف ہے جس کی تعریف پہلے گزر چکی یعنی وہ سب کچھ آنحضورؐ کی طرف منسوب کیا گیا

۱۔ الکفایہ، باب ماجاء فی التسویۃ بین حکم کتاب السنہ و حکم سنۃ رسول اللہ
۲۔ مبادی تدبر قرآن، ۳۵
۳۔ ایضاً، ۳۵
۴۔ توجیہ النظر، ۳
۵۔ لقط الدرر، ۴

Marfat.com

حنفی اصولیوں کے ہاں بھی سنت کا یہی مفہوم ہے۔ ملا محب اللہ بہاری کے الفاظ میں سنت کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

السنة لغة العادة و ههنا ماصدرعن رسول الله غير القرآن من قول اوفعل او تقرير كذافى شرح المختصر (۱)

لغت میں سنت سے مراد عادت ہے اور اصولیوں کے ہاں قرآن کے علاوہ قول فعل اور تقریر کی صورت میں جو کچھ حضور اکرمؐ سے صادر ہو۔ شرح المختصر میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔

امام شاطبی لکھتے ہیں:

ينطلق لفظ السنة على الخصوص مالم ينص عليه فى الكتاب العزيز (۲)

سنت کا لفظ خاص طور پر اس پر بولا جاتا ہے جو کتاب عزیز میں مذکور نہ ہو۔

علم الحدیث پر لکھی گئی تمام کتابوں میں سنت اور حدیث کے مترادف ہونے کو جمہور کی رائے قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عجاج خطیب سنت کے مختلف اطلاقات کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السنة فى اصطلاح المحدثين: هى كل ماأثرعن الرسولؐ، اوفعل او تقرير اوصفة خلقية او خلقيه، اوسيرة سواء اكان ذلك قبل البعثة كتحنثه فى غار حراء ام بعد ها. والسنة بهذ المعنى مراد فة للحديث النبوى . السنة فى اصطلاح علماء اصول الفقه: هى كل ماصدرعن النبىؐ غير القرآن الكريم، من قول اوفعل او تقرير، ممايصلح ان يكون دليلاً لحكم شرعى. السنة فى اصطلاح الفقهاء: هى كل ماثبت عن النبىؐ ولم يكن من باب الفرض ولا الواجب، فاوسع الاطلاقات اطلاق المحدثين الذين يقصدون بالسنة كل ماأثرعن الرسول من قول اوفعل او تقرير او سيرة ...... سواء كان ذلك قبل البعثه ام بعدها، وسواء اثبت ذلك حكما شرعياً ام لا (۳)

محدثین کی اصطلاح میں سنت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو آنحضورؐ سے منقول ہے۔ آپ کا قول، فعل، تقریر، جسمانی واخلاقی صفت اور سیرت شامل ہے خواہ اس کا تعلق نبوت سے پہلے کے معاملے سے ہو جیسے غار حرا کی خلوت گزینی یا نبوت کے

۱۔ مسلم الثبوت، ۲/ ۶۶

۲۔ الموافقات، ۴/ ۳

۳۔ اصول الحدیث ۱۹

Marfat.com

بعد ہو۔ علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں سنت سے مراد قرآن کریم کے سوا حضور اکرمؐ سے صادر ہونے والا ہر قول، فعل اور تقریر جو حکم شرعی کی دلیل بننے کے قابل ہے اور سنت فقہاء کی اصطلاح میں آنحضورؐ سے ثابت ہونے والی ہر شئے ہے بشرطیکہ وہ فرض اور واجب کے درجہ سے متعلق نہ ہو۔ لہٰذا محدثین کے اطلاق میں وسعت ہے وہ سنت سے مراد نبی کریمؐ سے منقول ہر قول، فعل، تقریر اور سیرت لیتے ہیں خواہ اس کا تعلق نبوت سے پہلے کے دور سے ہے یا بعد کے دور سے اور خواہ اس سے حکم شرعی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس ساری بحث سے واضح ہوتا ہے کہ سنت کے مختلف استعمالات منقول ہیں۔

لیکن جمہور کے نزدیک اسے مترادف معنوں ہی میں استعمال کیا گیا ہے مولانا اصلاحی نے جو رائے اختیار کی ہے اس کی گنجائش موجود ہے لیکن انہوں نے سنت کا دائرہ جس طرح محدود کر دیا ہے اس سے حجیت حدیث کیلئے مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ انہوں نے حدیث اور خبر کے ترادف کے باعث اسے محتمل صدق و کذب بھی قرار دیا ہے اور ظنی بھی۔ محدثین کے ہاں صدق و کذب کے احتمال کی وجہ سے تمام احادیث یکساں نہیں اور عدم یکسانیت احادیث رد کر دینے کا باعث نہیں۔ مولانا کے استدلال میں بھی صحیح، حسن، ضعیف، موضوع اور مقلوب میں سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ بھی الگ الگ ہوگا۔ محدثین کے ہاں انواع حدیث کی جو بحثیں ہیں ان سے بخوبی واضح ہے کہ ہر نوع کی اپنی حیثیت ہے۔ اسی طرح احادیث کے ظنی ہونے کے بارے میں بھی محدثین کے ہاں بہت کچھ موجود ہے۔ ان کے نزدیک ظنی ہونے کا مطلب نا قابل اعتبار ہونا نہیں۔ حجیت حدیث کے ضمن میں اصل بحث اخبار آحاد کی ہے۔ مولانا اصلاحی خبر واحد کے سلسلے میں کچھ شرائط بیان کرتے ہیں۔ تاہم خبر واحد کو قبول کرنے کے سلسلے میں انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ وہ مذاہب اربعہ کا نقطہ نظر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک، اسلام نے زندگی کے معاملات چلانے کے لیے ہمیں اخبار متواتر کے ساتھ نہیں باندھا ہے۔ زندگی کے اکثر معاملات اخبار آحاد ہی سے چلتے ہیں۔ لہٰذا فطرت اور شریعت کا مطالبہ ہم سے یہ نہیں ہے کہ جب تک کسی امر میں ہمیں پورا یقین نہیں ہو جائے اس وقت تک ہم اس کو باور ہی نہ کریں۔ اگر ایسا ہو تا تو زندگی محال ہو جاتی۔ زندگی بسر کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ ظن غالب پر اعتماد کیا جائے...... رہے دینی معاملات تو ان میں ہدایت یہ ہے کہ اگر کوئی فاسق کوئی اہم خبر دے تو اس کی تحقیق کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (۱)

۱۔ الحجرات / ۶

Marfat.com

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے خبر واحد کے ردو قبول میں خبر دینے والے کی شخصیت ، روایت کی نوعیت، قرائن او خصوصیات ہی پر اعتماد کا حکم دیا ہے۔ اگر خبر دینے والا فاسق نہیں ہے تو تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ اگرچہ خبر اہم ہی ہے لیکن اگر وہ فاسق ہے تو روزمرہ کے امور میں تو تحقیق کی ضرورت نہیں ہوگی البتہ اہم معاملات میں تحقیق کی جائے گی۔ اس شکل میں خبر دینے والے اور خبر دونوں کے متعلق تحقیق ہوگی (۱)

آخر میں خلاصہ بحث کے عنوان سے رقم طراز ہیں :

"اخبار آحاد پیغمبرؐ کے علم کے منتقل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر خبر واحد حجت قائم کرنے کیلئے کافی ہے۔ اخبار آحاد محض آحاد ہونے کی بناء پر ناقابل اعتبار نہیں قرار دی جائیں گی۔ بلکہ ان پر اعتماد کیا جائے گا۔ ان میں ضعف کے جو مختلف پہلو موجود ہیں ان کی تلافی کی مختلف صورتوں پر ہمیشہ نگاہ رکھی جائے گی اور شبہ کو دور کرنے کیلئے جو وسائل وذرائع بھی استعمال ہو سکتے ہیں وہ استعمال میں لائے جائیں گے۔ قرائن بھی، قیاسات بھی، گواہی بھی، قسم بھی اور اس کے علاوہ بھی جو ممکن ہو۔ البتہ ان صورتوں میں یہ لازماً رد کر دی جائیں گی جن میں ان کا تصادم کسی ایسی چیز سے ہوگا جس کی حیثیت دین میں بنیادی اور اصولی ہے اور اس پر قرآن اور سنت متواترہ میں رہنمائی موجود ہے۔" (۲)

اس بحث میں اصل مسئلہ سنت متواترہ کا ہے جس کی تعبیر اور اطلاق سے جمہور علماء کو اختلاف ہے۔ اس سے وہ شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں جو حجیت حدیث کے سلسلے میں زیر بحث آئے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ سنت و حدیث کے مختلف مفاہیم کی رائے سلف صالح کے ہاں موجود ہے اور یہ مولانا اصلاحی کی نئی بات نہیں ہے البتہ حجیت کو سنت متواترہ تک محدود کرنا قابل بحث اقدام ہے۔ ڈاکٹر عجاج خطیب نے سنت کی بحث سمیٹتے ہوئے جو لکھا ہے اس سے ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں :

و نعنی بالسنة فی دراستنا هذه ماراه المحدثون، وهی مايرادف الحديث عند جمهور هم و ان كان بعضهم يفرق بينهما ، فيرى الحديث ماينقل عن الرسول والسنة ماكان عليه العمل الماثور فی الصدر الاول و لذلك قدترد احاديث تخالف السنة المعمول بها، فيلجاء العلماء حينئذ الى التوفيق والترجيح (۳)

۱۔ مبادی تدبر حدیث، ۱۲۳۔۱۲۴

۲۔ ایضاً / ۱۲۴۔۱۲۵

۳۔ اصول الحدیث، ۲۵

Marfat.com

اور ہماری اس بحث میں سنت سے ہماری مراد وہ ہے جو محدثین کی رائے کے مطابق ہے اور وہ ان کے جمہور کے نزدیک حدیث کے مرادف ہے البتہ ان میں سے بعض لوگ ان میں فرق کرتے ہیں۔ سو حدیث ان کی رائے میں وہ ہے جو رسولؐ سے منقول ہے اور سنت سے مراد وہ ماثور عمل ہے جو قرن اول میں موجود تھا۔ اسی لئے کبھی ایسا ممکن ہے کہ ایسی احادیث وارد ہوں جو معمول بہا سنت کی مخالف ہوں۔ ایسے میں علماء کو توفیق و ترجیح کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اس اختلاف کے باوجود حفاظ حدیث ان الفاظ کو ہمیشہ مساوی و مترادف یا کم از کم قریب المعنی سمجھتے رہے ہیں۔ صبحی صالح کہتے ہیں :

یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کیونکہ مکمل طور پر سنت تو فقط آنحضرتؐ کے طور وطریقہ کا نام ہے جس کی تائید آپ کے حکیمانہ اقوال و احادیث کرتی ہیں۔ پھر حدیث و سنت دونوں کا موضوع ایک ہے۔ دونوں کا مرکز و محور یکساں طور پر رسول اللہؐ کے اقوال و اعمال ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپؐ کے اقوال آپؐ کے اعمال کی تائید کرتے تھے اور آپؐ کے اعمال سے آپؐ کے اقوال کی تائید ہوتی تھی (۱)۔ حدیث و سنت لغوی و اصطلاحی اعتبار سے مخالف مفہوم رکھتی ہیں یا مترادف، اصل مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کا مقام کیا ہے؟ اس کی تدوین کیسے ہوئی؟ اور اس کی حفاظت کے لئے قرن اول میں کون سے اقدامات کئے گئے؟

تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی کریمؐ کی سنت مسلمانوں کے لئے ہدایت کا اہم ذریعہ، قانون کا دوسرا بڑا ماخذ اور زندگی کے تمام معاملات میں قرآن پاک کے ساتھ مل کر ایک مکمل رہنمائی ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ بعض لوگوں نے حدیث کے متعلق شک و شبہ کی راہ اختیار کی چنانچہ امام شافعیؒ نے "الرسالۃ" (۲) میں قائل کے عنوان سے ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا ہے جو خبر واحد کے بارے میں شبہات کا اظہار کرتا تھا۔ کتاب الام میں امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے (۳)۔ حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں : اہل سنت، خوارج، شیعہ اور قدریہ' یہ تمام فرقے آنحضرتؐ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر قابل

۱۔ علوم الحدیث و مصطلحہ (ترجمہ)' ۹

۲۔ الرسالۃ، باب خبر الواحد، ۳۶۹ ؛ الحجۃ فی تثبیت خبر الواحد، ۴۰۱

۳۔ الام، ۷ / ۲۔۲۸، ۲۵۴۔ ۲۶۲ ؛ جامع العلم، باب حکایۃ قول من رد خبر الخاصۃ، ۳۵ : ابن حزمؒ نے الاحکام میں معتزلہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے (۱/۱۰۷)

Marfat.com

حجت سمجھتے رہے یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعض متکلمین معتزلہ آئے تو انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا(۱)۔ امام احمدؒ نے اطاعت رسول کے اثبات میں ایک مستقل جزء تصنیف کیا اور احادیث و قرآن سے مخالفین کی تردید کی۔ اس کا ایک حصہ حافظ ابن قیمؒ نے نقل کیا ہے۔(۲) ہمارے دور میں انکار حدیث کو ایک مرتب مسلک کی حیثیت میں پیش کرنے کی کوششیں ہوئی ہیں۔ ان کوششوں کا ماحصل یہ ہے کہ لوگوں کو حدیث سے بد ظن کر کے فقط قرآن تک محدود رکھا جائے تاکہ قرآن کی من مانی تاویل کے لئے گنجائش نکل سکے۔ ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ایک ہی علاج ہے کہ حفاظت کے سلسلے میں ہونے والے کام کی مسلسل تاریخ بیان کر دی جائے تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو سکے۔ امت مسلمہ کے ہاں حدیث کی اہمیت نہ ہوتی تو وہ ان کی حفاظت کیلئے اتنا اہتمام نہ کرتے۔ علوم اسلامیہ سے معمولی شغف رکھنے والا طالب علم بھی جانتا ہے کہ علماء محدثین نے اس سلسلے میں شاندار کام کیا ہے آئندہ صفحات میں حفاظت حدیث کے سلسلے میں ہونے والی سرگرمیوں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا لیکن اس سے پہلے حدیث کی اہمیت اور اس کے مقام و مرتبہ کے بارے میں کچھ لکھنا بے حد ضروری ہے۔

مقام حدیث

ہم سمجھتے ہیں کہ حفاظت حدیث اور اس کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے یہ متعین ہونا ضروری ہے کہ حفاظت حدیث کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہ کیا اسباب تھے جن کی بنیاد پر حدیث و سنت کا اتنا مہتم بالشان ذخیرہ تیار ہو گیا؟ سیدھی سی بات ہے کہ اصل وجہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ قرآن پاک نے آپ کی شخصیت کو جس طرح متعارف کرایا اور مسلمانوں نے آپ سے جس والہانہ محبت و شیفتگی کا اظہار کیا اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی تھا کہ آپ کے اقوال و اعمال کو محفوظ اور قرآن پاک کی تشریحات و تعبیرات اور پیش آمدہ حالات کے احکام و قضایا کو مرتب کر دیا جائے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ چونکہ حدیث و سنت کے سلسلے میں مرکزی حیثیت آنحضورﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہے اس لئے مقام حدیث کو متعین کرنے کے لئے مقام رسالت کے بارے میں ذہن واضح ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے کا بنیادی سوال یہ ہے کہ نبی کی حیثیت کیا ہے؟ اور نبی کی حیثیت میں آپ کا مقام کیا ہے؟ سادہ

۱۔ الاحکام، ۱/ ۱۱۴

۲۔ اعلام الموقعین، ۲/ ۷ ۱۴

Marfat.com

سے تجزیہ سے بھی تین باتیں سامنے آتی ہیں :

۱۔ آپ کا کام فقط اللہ کا پیغام پہنچا دینا تھا اور بس۔

۲۔ آپ کو نہ صرف اس پیغام پر عمل کر کے بتانا تھا بلکہ اس کی توضیح و تفصیل بھی بیان کرنا تھی مگر یہ سب کچھ ان کے اپنے زمانے کے لئے تھا۔

۳۔ آپ گفتار، کردار اور عمل کے اعتبار سے واجب الاتباع ہیں۔ ہر دور میں مسلمانوں کے لئے آپ کے اسوہ کو اپنانا ضروری ہے۔

اب ہم نبیؐ کریم کے متعلق ان تین نقطہ ہائے نظر کا ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

نبیؐ بحیثیت پیغام رساں

اس سلسلے میں بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ نبیؐ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچا دینا ہے اور بس، اس کے آگے وہ اور کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے ہمارے یہاں اس مسلک کے سب سے موثر ترجمان جناب غلام احمد پرویز تھے۔ ان کا انداز علمی و منطقی، گفتگو مربوط اور استدلال میں تسلسل اور زور ہے۔ ذرا انہی کے الفاظ میں اس مسلک کی جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔ اس موضوع پر ان کی خاص تصنیف "مقام حدیث" ہے : اس کے پہلے مضمون شخصیت پرستی میں فرماتے ہیں :

اسلام کا نصب العین یہ تھا کہ وہ انسان اور خدا کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کر دے ایسا تعلق کہ عبد و معبود کے درمیان کوئی دوسرا واسطہ اور ان کے درمیان کوئی دوسری قوت حائل نہ ہو اور اس طرح انسان، کہ جسے قدرت نے آزاد پیدا کیا تھا۔ ساری دنیا کی غلامی سے نجات پا کر صحیح معنوں میں آزادی حاصل کر لے، خدا اور بندے کا یہ براہ راست تعلق کتاب (قرآن) کی اطاعت سے قائم ہونا تھا۔ نبی کریمؐ تشریف لائے اور اپنی عدیم النظیر تعلیم اور فقید المثال عمل سے بتا دیا کہ اس بلند ترین تخیل، اس زریں نصب العین کو اس طرح عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضور کا مشن ان شاندار الفاظ میں بتایا گیا ہے :(۱)

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ۔ (۲)

۱۔ مقام حدیث '۱'/۴

۲۔ فصلت/۶

Marfat.com

آپ فرمادیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سواس کی طرف سیدھ باندھ لواور اس سے معافی مانگو"

آپ نے یہ طویل اقتباس ملاحظہ فرمالیا؟! کتنے خوبصورت الفاظ ہیں اور کس قدر دل نشیں پیرائے میں ہمیں یہ باور کرایا جارہا ہے کہ رسولؐ عام انسان ہیں۔ صرف وحی الہٰی ہی ان کی خصوصیت ہے۔ پہنچا دینے کے بعد نبی کی خصوصی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس سارے مضمون میں بشریت کے پہلو کو بہت نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی وہ تمام آیات جہاں اس طرح کا مضمون بیان ہوا ہے انہیں فاضل مصنف نے اکٹھا کر کے اس کی دلپسند تاویل کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"یعنی قرآن کریم میں جس درجہ خدا کی توحید پر مختلف عنوانات سے زور دیا گیا ہے اسی درجہ رسولوں کی بشریت بھی متنوع اعتبارات سے بے نقاب کی گئی ہے۔ انہیں بشر متکلم کہا گیا، انہیں خدا کا عبد کہا گیا۔ وہ ہدایت بھی کرتے تو اپنے مالک کے حکم سے کرتے (۱)"

قرآن پاک کی جو آیات بطور استدلال استعمال کی گئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

وجعلنهم ائمة يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات و اقام الصلاة وايتاء الزكاة و كانوا لنا عابدين (۲)

اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت (خوب) کیا کرتے تھے۔

فقال رب انی لما انزلت الی من خير فقير (۳)

پھر (جناب باری میں) دعا کی اے میرے پروردگار (اس وقت جو نعمت بھی مجھ کو دے دے میں اس کا (سخت) حاجت مند ہوں۔

قل لا املك لنفسى نفعاً ولا ضراً الاماشاء الله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت

۱۔ مقام حدیث ۱/۴

۲۔ الانبیاء/۷۳

۳۔ القصص/۲۴

Marfat.com

من الخیر ومامسنی السوء ان أنا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون (۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا خدا نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔ میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا اور عذاب سے) ڈرانے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

وامرت ان اکون من المسلمین (۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے ہو جاؤں

ان اتبع الا ما یوحی الی (۳)

میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔

ولولا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاً اذاً لاذقنک ضعف الحیوۃ وضعف الممات ثم لاتجدلک علینا نصیرا (۴)

اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا عذاب چکھاتے۔ پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

وقالوا ما لھذا الرسول یا کل الطعام ویمشی فی الاسواق (۵)

اور یہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون (۶)

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔

۱۔ الاعراف / ۱۸۸
۲۔ یونس / ۷۲
۳۔ الانعام / ۵۰
۴۔ بنی اسرائیل / ۷۴۔۷۵
۵۔ الفرقان / ۷
۶۔ الانبیاء / ۳۴

Marfat.com

وما كان لبشر ان يؤ تيه الله الكتاب و الحكم والنبوة ثم يقول للناس كونوا عباداً لي من دون الله ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون(۱)

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ پڑھتے ہو۔

ان سب آیات کے پیش کرنے سے مقصود اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ تمام انبیاء کرام عام انسان تھے ان کا کام لوگوں کو وحی کا اتباع کرانا تھا۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ان کی اطاعت ان کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی اطاعت تھی۔ اس مضمون کو بھی آپ جناب پرویز ہی کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :

"پھر اسے بھی سوچئے کہ محبت رسولؐ سے مفہوم کیا ہے؟ یہ مفہوم وہ ہے جسے قرآن نے خود متعین کر دیا ہے۔ جب نبی اکرمؐ خود موجود تھے تو آپ کی اطاعت فرض اولین تھی اور اطاعت ایسی کہ ایک مستبد اور جابر حاکم کی اطاعت نہیں بلکہ دل کے جھکاؤ کی اطاعت ہے۔ اس لئے یہ اطاعت حضور کی ذات کی اطاعت نہ تھی بلکہ احکام خداوندی کی اطاعت تھی جن پر آپ خود بھی عمل کرتے اور امت سے بھی عمل کرواتے اور احکام خداوندی کی اطاعت انسان کی مضمر صلاحیتوں کی برومندی کے تقاضوں کی تسکین ہے لہٰذا اس میں جبر کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔ جس اطاعت میں دل کی خوشی شامل ہو اس کو محبت کہتے ہیں، آج رسول اللہؐ سے محبت کا مفہوم ہو گا قرآنی نظام کی اطاعت اور ایسی اطاعت جو بطیب خاطر کی جائے(۲)"۔

اسی قسم کے خیالات کا اظہار حضرت اسلم جیرا جپوری بھی اپنی کتاب "تعلیمات قرآن" میں کر چکے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ :

۱۔ آل عمران/ ۷۹

۲۔ مقام حدیث، ۱/ ۲

Marfat.com

”رسولوں کا فریضہ صرف پیغام الٰہی پہنچانا ہے اور بس(۱)

ماعلی الرسول الا البلاغ واللہ یعلم ماتبدون وما تکتمون(۲)

رسول کے ذمہ تو پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔

وما علینا إلا البلاغ المبین(۳)

اور ہمارے ذمے تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا۔

پھر یہی مصنف فرماتے ہیں ”اور بحیثیت منصب رسالت رسول کا فریضہ صرف پیغام الٰہی کی تبلیغ ہے اور بس۔ ۱

فان اعرضوا فما ارسلنک علیھم حفیظاً ان علیك الا البلاغ(۴)

پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا۔ آپکے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے۔

فان تولیم فانما علی رسولنا البلاغ المبین(۵)

اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

فانما علیك البلاغ و علینا الحساب(۶)

پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام) کا پہنچا دینا ہے اور دارو گیر کرنا ہمارا کام ہے۔

فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر(۷)

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے (کیونکہ) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں ہیں۔

۱۔ تعلیمات قرآن‘ ۱۸۸

۲۔ المائدہ / ۹۹

۳۔ یٰس / ۱۷

۴۔ الشوریٰ / ۳۸

۵۔ التغابن / ۱۲

۶۔ الرعد / ۴۰

۷۔ الغاشیہ / ۲۱۔۲۲

Marfat.com

دیکھا آپ نے نبی کو محض چٹھی رسان کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے۔ گویا پیغام پہنچانے کے بعد ان کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ اس نقطہ نظر سے نبی علیہ السلام قرآن کے تابع ہیں۔ چونکہ قرآن پاک اب موجود ہے اس لئے نبیؐ کی نمائندگی ملت اسلامیہ کی ہیت اجتماعی کرے گی۔

وقتی اطاعت

جب پہلی بات زیادہ نہ چل سکی تو ان لوگوں نے اپنے مسلک میں تھوڑی سی ترمیم کر لی اور کہا کہ ہر انسان اپنے مخصوص دور کی پیداوار ہوتا ہے۔ اس دور کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ضابطے کسی نہ کسی طرح اس کی شخصیت کو متاثر کرتے ہیں اور جب وہ اصلاحی کوششیں کرتا ہے تو اس دور کے مخصوص حالات کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے۔ حیات انسانی ارتقاء پذیر ہے، اس لئے مخصوص دور کی تفصیلی تعلیمات سے ہم رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن اسے من وعن قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو تفصیلات مہیا کی ہیں وہ اس وقت کے لوگوں کے لئے ضروری تھیں، اب اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد ہر جزئیت اور ہر تعبیر قابل عمل نہیں۔ اب ان کی تعبیرات و توضیحات کی حیثیت تاریخی ہے تشریحی نہیں۔ خالق کائنات کو یہی منظور تھا کہ قرآن کی صورت میں ایک اصولی تعلیم موجود رہے اور جزئیات کی تعبیر و تعیین ہر دور کی ضرورت اور اس کے تقاضوں کے مطابق ہوتی رہے گی۔ ان کے نزدیک نبی کی حیثیت یہ ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کے اجتماعی شعور کے نمائندے تھے ان کے جانے کے بعد اب اجتماعی شعور ان کی نمائندگی کرے گا۔ اس کو وہ مرکز ملت کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نبی کی اطاعت وقتی ہوتی ہے۔ اس وقتی اطاعت کو ابدی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے حدیث کو ایک تاریخی ریکارڈ کا درجہ حاصل ہے اسے جو تقدس ہمارے اس لٹریچر میں حاصل ہے یہ اس کے لائق نہیں۔

ان دو حیثیتوں کو دیکھ لینے کے بعد آیئے اس امر کا جائزہ لیں کہ قرآن حکیم اپنے لانے والے کو کس طرح پیش کرتا ہے؟ اور اس کی حیثیت کیا بیان کرتا ہے؟ وہ کیا فرائض ہیں جو بحیثیت نبیؐ ان کے ذمے ہیں۔ قرآن حکیم کی مجموعی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے تو واضح ہوگا کہ اس نے آپ کی شخصیت کو حیات اسلامی کے لئے مستقل رہنما اور موثر قائد کی حیثیت سے مختلف پیرایوں میں پیش کیا ہے۔ قرآنی نصوص و اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام معلم بھی

Marfat.com

تھے اور حاکم بھی، قاضی بھی تھے اور سپہ سالار بھی۔ آپ نے افراد کی تربیت کر کے ان کو ایک منظم جماعت کی شکل دی اور ایک ریاست قائم کی، حضورؐ نے جس صالح معاشرے کی بنیاد رکھی وہ ایک مثالی معاشرہ تھا۔ اسے آنے والے ہر دور کے لئے بطور مثال پیش ہونا تھا، اس لئے آپ نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے تمام اہم تقاضوں کو پورا کیا، البتہ ایسی گنجائش موجود رہی کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے تحت اجتہاد کی روح برقرار رہے۔ مندرجہ ذیل نصوص حضور ﷺ کی بعض حیثیات کو نمایاں کرتی ہیں۔

معلم و مربی

قرآن مجید میں چار ایسے مقامات ہیں جہاں نبی کریم کو بطور معلم و مربی پیش کیا گیا ہے:

واذیرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسمعیل . ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلو علیهم آیاتك ویعلمهم الكتاب و الحكمة ویزكیهم(۱)

اور جب ابراہیم خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل بھی (تو آپ یہ کہتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار! ان میں ایسا پیغمبر بھیج جو ان میں سے ہو جو ان لوگوں کو آپ کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائے اور ان کو (آسمانی) کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی باتیں سکھائے اور ان کو پاک کرے۔

كما ارسلنا فیكم رسولاً منكم یتلوا علیكم آیاتنا ویزكیكم ویعلمكم الكتاب والحكمة ویعلمكم مالم تكونوا تعلمون (۲)

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول کو بھیجا وہ تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم و دانائی کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

لقد من الله علی المؤ منین اذ بعث فیهم رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته ویزكیهم ویعلمهم الكتاب والحكمة(۳)

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس

۱۔البقرۃ/۱۲۷

۲۔البقرۃ/۱۵۱

۳۔آل عمران/۱۶۴

Marfat.com

سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمة(۱)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے کام کی نوعیت بیان کی گئی ہے اور چار طریقے ان کے فرائض میں شامل کئے گئے ہیں:

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تعلیم کتاب ۳۔ تعلیم حکمت ۴۔ تزکیہ نفس

جہاں تک تلاوت آیات کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی آپ پر نازل ہوا اسے من و عن لوگوں کو سنا دیں اور ان تک پہنچا دیں۔ اس میں آپ کی ذمہ داری فقط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کا ہر لفظ لوگوں تک پہنچ جائے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں اس کی طرف واضح اشارات موجود ہیں:

یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك فان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس (۲)

اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس آیت میں تبلیغ کے ساتھ اگرچہ مفہوم و معانی کو پہنچانا بھی آجاتا ہے، لیکن الفاظ کے پہنچانے کا ذکر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن پاک کی دیگر آیات میں بھی واضح طور پر موجود ہے۔

تعلیم کتاب

تعلیم کتاب سے مراد معانی و مفاہیم کی ذہن نشین کرانا ہے اور اس کی بالعموم دو صورتیں

۱۔ الجمعہ /۲

۲۔ المائدہ /۶۷

Marfat.com

ممکن ہیں۔

۱۔ قرآنی حکم کے مطابق عمل کر کے دکھانا۔

۲۔ قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر اپنی زبان میں بیان کرنا

آنحضرتؐ نے قرآنی ہدایت کی تعلیم کے لئے یہی طریقے اختیار فرمائے۔ مثلاً طریق نماز، تقسیم زکوٰۃ، آداب معاشرت اور تنظیم ریاست و معیشت کے بارے میں آپ کا عمل کتاب اللہ کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اسے نظر انداز کر دینے سے تعلیم کتاب کی خود ساختہ کہانی تو بن سکتی ہے مگر وہ حقیقی تعلیم نہیں بن سکتی جو منشاء الٰہی ہے۔ نماز ہی کو لیجئے، اقامت صلاۃ ایک حکم ہے۔ قیام، رکوع، سجود، قعود اور تسبیح و تحمید سب چیزوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر اس کی عملی تشکیل اور طریق ادا فقط آپ کے عمل سے ثابت ہے آپ کا ارشاد ہے:

صلوا کما رایتمونی اصلی(۱)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا دیکھتے ہو۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے جبریل نے نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز ادا کی(۲)

اسی طرح حج کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه(۳)

مجھ سے مناسک حج سیکھ لو شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔

متعدد قرآنی آیات کے پس منظر میں ایسے مخصوص واقعات و حالات ہیں جن کا تعلق آنحضورؐ کے عمل یا آپ کی ذات سے ہے اور ان کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ کتاب اللہ ایک لاینحل معمہ بن جائے مثلاً:

خذوا زینتکم عند کل مسجد(۴)

اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر(۵)

۱۔ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الاذان للمسافر، ۱/ ۱۵۵؛ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب تاخیر الاذان، ۱/ ۲۱۵

۲۔ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ۱/ ۱۳۲

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحج، باب رمی الجمار ۲/ ۳۶؛ مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ، ۴/ ۷۹

۴۔ الاعراف/ ۳۱

۵۔ البقرۃ/ ۲۱۹

Marfat.com

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق دریافت کیا کرتے ہیں۔

لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه. فیه رجال یحبون ان یتطهروا(۱)

البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

وعلی الثلاثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت(۲)

اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی۔

ان آیات کے پس منظر میں جو واقعات ہیں اگر قرآن کا طالب علم انہیں سامنے نہ رکھے تو وہ کوئی نتیجہ نہیں نکال سکے گا۔

قولی تشریح

قولی تشریح سے مراد رسول اللہؐ کے وہ ارشادات ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف آیات قرآنی کی تشریح و تعبیر میں بیان فرمائے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات تشریحی منصب کی وضاحت کرتی ہیں۔

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون(۳)

اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت (کی کتاب) اتاری تاکہ تو لوگوں کی طرف جو اتارا گیا ہے اس کو کھول کر بتادے شاید وہ سوچیں۔

یا اهل الکتاب قدجاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر(۴)

اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا کہ کتاب کی جو باتیں تم چھپاتے تھے وہ ان کو تمہارے لئے ظاہر کردے، اور بہت باتوں سے درگزر کرے۔

۱۔ التوبہ / ۱۰۸
۲۔ التوبہ / ۱۱۸
۳۔ النحل / ۴۴
۴۔ المائدہ / ۱۵

Marfat.com

وماانزلنا عليك الكتاب الالتبين لهم الذى اختلفوا فيه هدى ورحمة لقوم يؤمنون(۱)

اور ہم نے کتاب نہیں اتاری لیکن اس لئے تاکہ تو واضح کر دے اس کو جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور ایمان والوں کے لئے رہنمائی اور رحمت بنا کر اس کو اتارا۔

کتاب اللہ کی یہ تبیین آپ کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ کتاب الٰہی کے نزول کی غرض ہی یہ بتائی گئی ہے کہ پیغمبر اللہ کے احکام و قوانین کو لے کر اس فہم و بصیرت سے جو اللہ نے اس کو عطا کی ہے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرے۔

اللہ تعالیٰ کی دکھائی اور بجھائی ہوئی فہم و بصیرت ہی ہے جو آپ ﷺ کے عمل، قضایا اور فیصلوں کی صورتوں میں محفوظ ہے (۲)۔ اور یہ وحی الٰہی کے بعد قانون اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے۔ کتاب اللہ کی یہ تبیین قولی تشریح قرار دی جا سکتی ہے۔ اس قولی تشریح کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ کسی آیت کا ذکر یا اس کی طرف اشارہ کر کے اس کی تفسیر یا اس سے مستنبط مسائل و افکار کو بیان کرنا۔

۲۔ وھبی علم اور مخصوص فہم کی بنا پر آیت کا حوالہ دیئے بغیر استخراج و استنباط کر کے اسے بیان کرنا۔

کتب تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی ایسی بہت سی آیات اور متعدد مقامات تھے جن کی وضاحت کی صحابہ کرامؓ کرام کو بھی ضرورت پڑی، مثلاً:

وكذلك جعلنكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا(۳)

اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دیا ہے جو اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ رہو اور تمہارے لئے رسول اللہ گواہ ہوں۔

صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نوحؑ سے پوچھیں گے کہ تو نے میرا پیغام پہنچایا تھا، وہ اثبات میں

۱۔ النحل / ۶۴

۲۔ سیرۃ النبی، ۴ / ۱۸۴

۳۔ البقرہ / ۱۴۳

Marfat.com

جواب دیں گے، لیکن امت انکار کردے گی اس پر امت محمدیہ گواہ بنے گی(۱)

حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الا سود(۲)

کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سیاہ و سفید دھاگے میں تمہیں فرق معلوم ہونے لگے۔

جب روزہ کے احکام میں یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن حاتمؓ نے سفید اور سیاہ دو دھاگے لے کر اپنے تکیہ میں رکھ لئے اور شب بھر ان کو دیکھتے رہے: جب دونوں کا رنگ نظر آنے لگا تو کھانا پینا بند کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا لمبا چوڑا معلوم ہوتا ہے جس میں رات اور دن دونوں سما جاتے ہیں۔ یہاں سفید اور سیاہ دھاگے نہیں بلکہ شب کی تاریکی اور دن کی سفید مراد(۳) ہے اس کے بعد مزید توضیح کے لئے آیت "من الفجر" کا ٹکڑا نازل ہو گیا تاکہ اس غلط فہمی کا اعادہ نہ ہو۔

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون(۴)

جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے اپنے ایمانوں میں کوئی ظلم شامل نہیں کیا یہی لوگ ہیں جن کو امن ملے گا اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ گھبرا اٹھے اور دربار رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ایسا شخص کون ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم اور معصیت نہ کی ہو؟ اس آیت کے بموجب تو ہم میں سے کوئی بھی امن اور ہدایت کا مستحق نہیں رہتا۔ فرمایا: یہاں ظلم سے مراد ہر معصیت نہیں، بلکہ خاص شرک مراد ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے ان الشرك لظلم عظیم(۵)۔ یہ جواب سن کر صحابہ کے دل مطمئن ہو گئے۔(۶)

اسی طرح قرآن پاک کے بعض اور مضامین و مسائل کے بارے میں صحابہ کو تردد ہوا تو آپ نے وضاحت فرمائی مثلاً:

۱۔ قرآن کریم میں رویت باری کا ذکر ہے۔ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اتنے عظیم

۱۔ بخاری، کتاب التفسیر بباب قولوا آمنا...... ۵/ ۱۵۱
۲۔ بقرہ/ ۱۸۷
۳۔ بخاری، کتاب التفسیر بباب قولہ تعالیٰ وکلوا...... ۵/ ۱۵۶
۴۔ الانعام/ ۸۲
۵۔ لقمان/ ۱۳
۶۔ بخاری، کتاب التفسیر بباب ولم یلبسوا...... ۵/ ۱۹۳

Marfat.com

اجتماع میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں تو بڑی دشواری پیش آئے گی۔ حضورؐ نے فرمایا : چاند اور سورج کو ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔اس سے اندازہ کرلو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا جاسکے گا اور پھر یہ آیت پڑھی :

وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة(۱)

اس روز بہت سے چہرے بارونق ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۲۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں وحی کا لفظ آیا ہے۔ عرب وحی کے لفظ اور اس کی عام شرح سے تو واقف تھے لیکن وحی رسالت اور وحی نبوت کی تفصیل نہیں جانتے تھے اس لئے آپ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے ؟ آپؐ نے اس کی تین صورتیں بیان فرمائیں (۲) ایک شخص کو یہ شوق ہوا کہ وہ حضورؐ کو حالت وحی میں دیکھے تو حضرت عمرؓ نے موقع کی نشاندہی کی۔اس شخص نے نزول وحی کی شدت کا، جسے وہ سنا کرتا تھا، مشاہدہ کیا۔

یا اخت هارون ما کان ابوك امراء سوء وما كانت امك بغیا(۳)

اے ہارون کی بہن ! تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔

اس پر بعض اہل کتاب نے صحابہؓ سے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں ہارونؑ کی بہن کہاں سے آگئیں ؟ حضرت ہارونؑ اور موسیٰ کا زمانہ تو ایک ہی ہے اور حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ کے درمیان بہت بڑی مدت ہے۔ صحابہؓ کرام اس کا جواب نہ دے سکے تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا۔آپ نے فرمایا یہ بھی کوئی اعتراض ہے، ہر قوم اپنے نبیوں کے ناموں پر تبرکاً نام رکھتی چلی آئی ہے : ہارون یہاں نبی مراد نہیں بلکہ ان کا ہم نام شخص مراد ہے۔

آنحضرتؐ سے بعض صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آیت قرآنیہ "لقد کان لسبا" (۴) میں سبا کسی عورت کا نام ہے یا ملک کا ؟ آخر تمام صحابہؓ جغرافیہ دان تو نہ تھے، امی لوگ تھے، ان سے ایسے سوالات کا صدور کچھ بعید نہ تھا۔آپؐ نے فرمایا، یہ کسی عورت یا ملک کا نہیں بلکہ اس شخص کا نام تھا، جس کی طرف عرب کے دس قبائل منسوب ہیں۔ اسی طرح صحابہؓ کرام آنحضرتؐ سے بعض فروعی مسائل کے متعلق بھی سوال کرتے تھے مثلاً :

۱۔ القیامۃ / ۲۲۔ ۲۳

۲۔ بخاری، کیف کان بدء الوحی، ۱ / ۲، ۳

۳۔ مریم / ۲۸

۴۔ سبا / ۱۵

Marfat.com

۱۔ ایک مرتبہ صحابہؓ کرام کے ایک دستہ نے جس کا گزران بیشتر سمندر کے شکار پر تھا، آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا یارسول اللہؐ ہم لوگ اکثر سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ پینے کے لئے تھوڑا سا پانی ہوتا ہے، اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہیں۔ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں ؟آپ نے فرمایا کیوں نہیں! سمندر کا پانی اور اس کے اندر مرنے والا جانور بھی پاک ہے اس سوال کا سبب یہ تھا کہ قرآن کریم میں جس پانی کو پاک کہا گیا تھا وہ صرف بارش کا تھا۔

وانزلنا من السماء ماء طھوراً(۱)

ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا ہے۔

کنویں کا پانی بھی دراصل یہی پانی ہوتا ہے جو جذب ہو کر زمین کی تہہ میں محفوظ رہتا ہے۔ سمندر کا پانی چونکہ دوسری قسم کا تھا، اس کا ذائقہ الگ اور رنگ جدا پھر اس میں بہت سے جانور مرتے کھپتے رہتے ہیں اس لئے ابتدائی حالات میں یہ سوال بیجا نہ تھا۔

۲۔ حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ میں اپنے بال سخت گوندھتی ہوں کیا غسل جنابت میں مجھے اپنے بال ہر بار کھولنا چاہئے ؟آپ نے فرمایا نہیں، جڑوں میں پانی پہنچانا کافی ہے۔

۳۔ ایک بادیہ نشین شخص نے دریافت کیا کہ ہم چار چار مہینے ریگستان میں رہتے ہیں، جہاں پانی نہیں ملتا، غسل کے موقع پر ہم کیا کریں؟ فرمایا تیمم کر لیا کرو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔

۴۔ ایک سائل نے پوچھا حضورؐ وہ کون سی گھڑی ہے جب خدا اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے ؟آپ نے فرمایا آخر شب۔ یہ چند سوال و جواب ہم نے بطور مثال ذکر کئے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے پوری تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے (۲)۔ کتاب اللہ کی جامعیت اور اس کی صحیح مراد سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی بھی ضرورت ہے جو اپنی عقل سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت کے مطابق حسب ضرورت اس کی تفصیل مہیا کرتا رہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ اگر کوئی معلم نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے معلم کے ساتھ کتاب نہ ہو، اس لئے کتاب اللہ کا رشتہ رسول سے ہرگز قطع نہیں کیا

۱۔ الفرقان /۴۸

۲۔ اعلام الموقعین ۴/ ۲۳۰۔۲۴۱

Marfat.com

جا سکتا۔ جو رشتہ کہ خدا اور رسول کے مابین ہے وہی کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ کے درمیان سمجھنا چاہیے(۱)

تعلیم حکمت

قرآن مجید نے تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ تعلیم حکمت نبی کے فرائض میں شامل ہے، اس لئے اسے سمجھنا بھی ناگزیر ہے۔ سب سے مقدم امر یہ معلوم کرنا ہے کہ تعلیم حکمت سے مراد کیا ہے؟ اور اسے قرآن حکیم نے کس طرح بیان کیا ہے؟ مندرجہ ذیل آیات میں حکمت کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے:

حکمة بالغة فما تغن النذر (۲)

یعنی اعلیٰ درجے کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی) ہے سو خوف دینے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں۔

وإذ أخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتتو منن به ولتنصرنه (۳)

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔

ادع إلی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن (۴)

آپ اپنے رب کی طرف حکمت کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان سے اچھی طرح سے بحث کیجئے۔

واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة إن اللہ کان لطیفاً خبیرا (۵)

اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس حکمت کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ رازدان ہے پورا خبردار ہے۔

۱۔ ترجمان السنۃ، ۱/ ۱۰۵
۲۔ القمر/ ۵
۳۔ آل عمران/ ۸۱
۴۔ النحل/ ۱۲۵
۵۔ الاحزاب/ ۳۴

Marfat.com

ذالک مما اوحی اِلیک ربک من الحکمة ولا تجعل مع الله اِلھاً آخر فتلقی فی جھنم ملوماً مدحورا(۱)

یہ باتیں اس حکمت کی ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں اور اللہ بر حق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ولما جاء عیسیٰ بالبینٰت قال قد جئتکم بالحکمة ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیه فاتقوا الله واطیعون(۲)

اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں، تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

فھزموھم باذن الله وقتل داود جالوت وآتاہ الله الملک والحکمة وعلمه مما یشاء(۳)

پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو اللہ کے حکم سے شکست دے دی اور داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان (داوٗدؑ) کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو منظور ہوا تعلیم دی۔

یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقداُوتی خیراً کثیراً وما یذکر الا اولوا الالباب(۴)

حکمت جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس کو حکمت مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

فقد آتینا آل ابراھیم الکتب والحکمة و آتینا ملکاً عظیما(۵)

سو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور حکمت بھی دی ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔

وأنزل الله علیك الکتاب والحکمة وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیما(۶)

۱۔بنی اسرائیل/۳۹
۲۔الزخرف/۶۳
۳۔البقرۃ/۲۵۱
۴۔البقرۃ/۲۶۹
۵۔النساء/۵۴
۶۔النساء/۱۱۳

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل(۱)

اور جب کہ میں نے تم کو کتاب، حکمت کی باتیں، تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

وشددنا ملكه وآتيناه الحكمة و فصل الخطاب(۲)

اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی۔

ان تمام آیات میں حکمت کو کتاب سے علیحدہ اور مستقل حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ مترجمین نے حکمت کا ترجمہ کرتے ہوئے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً سمجھ کی باتیں، "دین کا فہم" "علم احکام" اور "علم" وغیرہ لیکن ان میں سے کوئی ترجمہ بھی حکمت کے قرآنی مفہوم کو پوری طرح واضح نہیں کرتا۔ اسی لئے ہم نے ترجمہ میں حکمت کے لفظ کو برقرار رکھا ہے۔ علماء امت متفق ہیں کہ حکمت سے مراد نبی کا خاص فہم ہوتا ہے جس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس خاص فہم کو پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ وحی خفی کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ جس طرح نبی کے علم سے مراد وہ علم ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی عطا فرماتا ہے، اسی طرح حکم یا حکمت سے مراد معمولی فہم نہیں، بلکہ وہ خاص فہم ہے جو وحی خفی سے ملتا ہے، اسی وحی خفی کو علماء حدیث وسنت کہتے ہیں، اس وحی کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ثم إن علينا بيانه(۳)

پھر اس کا بیان کر دینا (بھی) ہمارا ذمہ ہے

تفسیر قرآن، تفصیل اجمال اور توضیح احکام سب وحی خفی پر مبنی ہیں اور یہی سنت رسولؐ ہے۔ وحی کی کیفیات کو قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے:

ماكان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب اويرسل رسولاً فيوحي باذنه من يشاء(۴)

۱۔ المائدہ/۱۱۰

۲۔ ص/۲۰

۳۔ القیامۃ/۱۹

۴۔ الشوریٰ/۵۱

Marfat.com

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے، یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتہ کو بھیج کر کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچادیتا ہے۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل امینؑ کے علاوہ پیغام کے اور بھی ذرائع ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ اس تقسیم کے مطابق قرآن پاک ایسی وحی ہے جو بذریعہ جبریل آئی اور پیغمبرانہ بصیرت و عمل وہ طریق ہے جسے براہ راست قدرت کاملہ سے رہنمائی حاصل ہے۔ قرآن پاک نے مناصب نبوت بیان کرتے ہوئے کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر جس انداز سے کیا ہے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکمت کوئی مستقل اور علیحدہ شے ہے۔ مزید وضاحت کے لئے لفظ حکمت پر غور کرلیا جائے تو بہتر ہوگا۔

حکمت کا مفہوم

حکمت کا مادہ حکم ہے اور حکم کے معنی ہے منع منعاللاصلاح (۱) کسی کی اصلاح کے لئے کسی کو کسی امر سے باز رکھنا۔ اسی لئے لگام کو بھی حکمۃ کہتے ہیں کیونکہ اس سے گھوڑے کو سرکشی سے باز رکھا جاتا ہے، مشہور مصرع ہے:

ابنی حنیفة احکموا سفهائکم

اے بنو حنفیہ اپنے احمقوں کو شرارت سے روکو

اسی مناسبت سے حکمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وضع الاشیاء مواضعها (۲)

یعنی اشیاء کو اپنے صحیح محل پر رکھنا

اور ان کو غیر صحیح محل پر استعمال ہونے سے روکنا۔ صاحب تاج العروس نے لکھا ہے:

الحکمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الأشیاء علی ماهی علیه والعمل بمقتضاه ولهذا انقسمت الی علمیة وعملیة (۳)

حکمت کے معنی فیصلہ کے وقت عدل کرنا ہے اور اشیاء کی اصل حقیقتوں کو جان لینا اور اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس لئے حکمت کی دو قسمیں ہیں حکمت

۱۔ مفردات، ۶۵

۲۔ البحر المحیط، ۱/ ۳۹۳

۳۔ تاج العروس، فصل الحاء من باب المیم

Marfat.com

علمی اور حکمت عملی۔

صاحب لسان العرب نے حکمت کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے (۱)

الحکمة عبارة عن معرفة افضل الا شیاء با فضل العلوم

حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے جاننے کو کہتے ہیں۔

ابن درید کہتے ہیں :

فکل کلمة وعظتك او زجرتك اودعتك إلی مکرمة اونصحتك من قبیح فهی حکمة و حکم (۲)

ہر وہ بات جو تجھ کو سمجھائے یا تنبیہ کرے یا کسی اچھی خصلت کی طرف بلائے یا کسی بری چیز سے روکے وہ حکمت اور حکم ہے۔

جوہری اپنی کتاب میں حکمۃ کا مفہوم اس طرح بیان کرتا ہے :

الحکمة من العلم والحکیم العالم و صاحب الحکمة و الحکیم المتقن للامور (۳)

حکمت یعنی علم اور حکیم یعنی عالم اور حکمت والا اور حکیم کاموں کو بخوبی کرنے والا

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں ·

والحکمة إصابة الحق بالعلم والعقل فالحکمة من الله تعالیٰ معرفة الا شیاء وایجادها علی غایة الاحکام و من الانسان معرفة الموجودات و فعل الخیرات (۴)

اور حکمت، علم اور عقل کے ذریعے سے سچی اور صحیح بات کو پہنچنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کو جاننا اور ان میں بکمال خوبی پیدا کرنا ہے اور انسان کی حکمت موجودات کو جاننا اور اچھی باتوں کا کرنا ہے۔

علمائے لغت کے علاوہ علمائے تفسیر نے بھی حکمت کے مفہوم کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابن حبان اندلسی نے اپنی تفسیر میں ان اقوال کو جمع کر دیا ہے جو حکمت کی وضاحت میں نقل کئے گئے ہیں :

امام مالک اور ابو رزین کا قول ہے :

الحکمة الفقه فی الدین والفهم الذی هو سجیة ونور من الله تعالی.

حکمت دین میں سمجھ اور اس فہم کو کہتے ہیں جو ایک فطری ملکہ اور اللہ تعالیٰ کی

۱۔ لسان العرب، ۱۴۰/۱۲

۲۔ جمہرة اللغة، ۲/ ۱۸۶

۳۔ صحاح اللغة للجوهری، ۲/ ۲۷۶

۴۔ مفردات القرآن، ۱۲۶

Marfat.com

مجاہد کا قول ہے کہ

الحکمۃ فھم القرآن

حکمت یعنی قرآن کا فہم۔

مقاتل کا قول ہے:

العلم والعمل بہ لا یکون الرجل حکیماً حتی یجمعھا.

حکمت علم اور اس کے مطابق عمل کو کہتے ہیں کسی شخص کو حکیم اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ علم اور عمل دونوں کا جامع نہ ہو۔

وقیل: الحکمۃ القضاء

بعض کا قول ہے کہ حکمت فیصلہ کرنا ہے۔

وقیل: مالم یعلم الامن جھۃ الرسول

کسی کا قول ہے حکمت وہ ہے جو رسول کے سوا کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکے۔

ابو جعفر کا قول ہے:

کل صواب من القول ورث فعلا صحیحاً فھو حکمۃ

ہر وہ صحیح بات جو صحیح عمل پیدا کرے وہ حکمت ہے۔

وقیل: کل قول و جب فعلہ(۱)

ایک اور شخص کا قول ہے: ہر وہ بات جس کا کرنا ضروری ہو حکمت ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حسب ذیل اقوال لکھے ہیں:

مالک کا قول ہے:

المعرفۃ بالدین والفقہ فی الدین والاتباع لہ.

دین کی معرفت اور دین میں سمجھ اور اس کی پیروی حکمت ہے۔

ابن زید کا قول ہے:

الحکمۃ الدین الذی لایعرفونہ الا بہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم ایاھا، قال والحکمۃ العقل فی الدین وقرأ ومن یئوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیر وقال لعیسیٰ یعلمہ الکتاب والحکمۃ التوراۃ والانجیل وقرأ ابن زید واتل علیھم نبأ الذی آتینہ آیاتنا فانسلخ منھا قال لم ینتفع بالا یات حین لم تکن معھا حکمۃ قال والحکمۃ شئی یجعلہ اللہ فی القلب بنور لہ بہ

حکمت دین کا وہ حصہ ہے جو صرف رسول کریمؐ سے معلوم ہوتا ہے وہی اس کو

۱۔ تفسیر البحر المحیط ۱، / ۳۹۳ المطبعۃ السعادہ مصر زیر آیہ ربنا وابعث فیھم

Marfat.com

سکھاتا ہے نیز انہی کا قول ہے کہ حکمت دینی عقل کا نام ہے۔ اور اس پر آیت پڑھی کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو بڑی دولت دی گئی اور خدا نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا کہ خدا ان کو کتاب اور حکمت اور تورات وانجیل سکھاتا ہے ابن زید نے یہ آیت بھی پڑھی کہ ان کو اس کا حال سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے الگ ہو گیا یعنی ان آیتوں سے نفع نہیں اٹھایا کیوں کہ ان کے ساتھ حکمت نہ تھی۔ انہی کا قول ہے کہ حکمت وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندے کے قلب میں رکھتا ہے اور اس سے اس کو روشن کرتا ہے۔

قتادہ سے مروی ہے

الحکمة أی السنة(١)

حکمت یعنی سنت نبوی ہے۔

آخر میں ابن جریر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں:

والصواب من القول عندنا فی الحکمة انها العلم با حکام الله التی لا یدرك علمها الابیبان الرسول ﷺ و المعرفة بها وما دل علیه ذلك من نظائره وهو عندی ما خوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الحق و الباطل(٢)

ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حکمت ان احکام الٰہی کا نام ہے جو صرف رسول کریمؐ کے بیان وتشریح سے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی جو مثالیں اور نظریں ہیں ان کی معرفت کو کہتے ہیں اور حکمت کا لفظ میرے نزدیک حکم سے ماخوذ ہے جس کے معنی حق وباطل میں تمیز کرنے کے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الرسالہ" میں قتادہ کے مسلک کو پسند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسمعت من ارضی من اهل العلم بالقرآن یقول: الحکمة سنة رسول الله ﷺ(٣)

میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں، یہ سنا کہ حکمت آنحضرتؐ کی سنت کا نام ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

وسنته الحکمة التی القی فی روعه عن الله عزوجل

١۔ تفسیر الطبری، ٣/ ٧٧۔٨٦

٢۔ ایضاً، ٣/ ٨٦

٣۔ الرسالہ / ٧٨

Marfat.com

اور آپ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی۔

سید سلیمان ندوی حکمت کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ائمہ لغت اور علمائے قرآن کے تمام اقوال پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ یہ کل کے کل ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں اور ایک ہی حقیقت کی متعدد تفسیریں ہیں۔ حکمت عقل و فہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح و غلط، صواب و خطا، حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان تمیز و فیصلہ بذریعہ غور و فکر، دلیل و برہان اور تجربہ و استقراء کے نہیں' بلکہ منکشفانہ طور سے ہو جاتا ہے اور اسی کے مطابق اس صاحب حکمت کا قول بھی ہوتا ہے۔

ہر فن کے واقف کار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کسی فن کو باقاعدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کی مشق کرتے اور اس میں مہارت و کمال بہم پہنچاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس فن کی فطری استعداد اور قابلیت رکھتے ہیں اور تجربہ و دلیل کے بغیر خود اپنی فطری صلاحیت' صحیح وجدان اور سلیم ذوق سے اس فن کی کسی شے کو دیکھتے کے ساتھ ہی اس کے متعلق جچی تلی رائے دیتے ہیں اور حرف بحرف صحیح دیتے ہیں۔ اسی کا نام آپ صحت وجدان اور سلامت ذوق رکھتے ہیں۔ شاعری، انشاء پردازی اور دوسرے فنون لطیفہ میں اس کی مثالیں بکثرت دیکھی اور سنی جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں میں اشیاء کے حق و باطل اور افعال کے خیر و شر کی تمیز کا صحیح وجدان اور صحیح ذوق ہوتا ہے۔ وہ ان امور کے دقیق سے دقیق مسئلہ کے متعلق اپنے ربانی ذوق و وجدان سے ایسی صحیح رائے دیتے ہیں جو دوسرے لوگ وسیع مطالعہ اور غور و فکر کے بعد بھی نہیں دے سکتے۔ یہی وہ معرفت اور نور الٰہی ہے جو جد و جہد اور سعی و محنت سے نہیں بلکہ عطا و بخشش سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کا نام حکمت ہے۔

دوسری ربانی استعدادوں اور فطری بخششوں کی طرح حکمت کا عطیہ بھی سب کو یکساں نہیں ملتا، بلکہ حسب استعداد معمولی حکمت سے لے کر اعلیٰ ترین اور کامل ترین حکمت تک لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔ اس کے مختلف درجے اور مرتبے عام انسانوں کو مل سکتے ہیں اور ملتے ہیں لیکن اس کا اعلیٰ ترین اور کامل ترین درجہ اور مرتبہ صرف انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اس ربانی عطیہ، آسمانی فہم، دینی عقل اور نورانی قوت پر حکمت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح قوت (حکمت) کے آثار و نتائج اور اس کی تعلیمات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں لقمان کو حکمت دینے کا ذکر ہے اور اس کے بعد اس کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ اصل حکمت نبوی وہ نور نبوت اور الہامی معرفت

Marfat.com

ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب و دماغ میں ودیعت کیا تھا چونکہ آپؐ کے سنن و اقوال آپ ہی کی اس ودیعت شدہ حکمت نبوی کی پیداوار اور آثار و نتائج ہیں اسی لئے ان پر بھی حکمت کا اطلاق جائز ہے۔ (۱)

امام ابن قیم حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل کی اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ دونوں قرآن و حکمت ہیں...... کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلف سنت مراد ہے رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے جو خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی زبان سے جو خبر دی دونوں واجب التصدیق ہونے میں یکساں ہیں۔ یہ اہل اسلام کا بنیادی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں ہے۔ خود نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے یعنی سنت (۲)

حکمت کے اس لغوی مفہوم کے بعد اگر ہم ان آیات پر غور کریں جن میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بیان کیا گیا ہے تو اس سے حقیقت دین مراد لی جا سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے حکمت کتاب بھی کہا جا سکتا ہے، یعنی کتاب (قرآن) میں جو اوامر و نواہی، احکامات وارشادات، دروس و عبر اور پند و نصائح مذکور ہیں ان کی ماہیت کا صحیح صحیح علم اور ان پر صحیح صحیح عمل۔ یہ صحیح علم و عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر رسول کو کتاب کیساتھ عطا فرمایا جاتا ہے۔ اسی طرح رحمت عالم ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم و عمل اللہ تعالیٰ ہی نے مرحمت فرمایا اور حضور ﷺ یہی علم و عمل ہے جس کی تعبیر سنت سے کی جاتی ہے۔ قرآن پر عمل کرنے کے لئے حضور کے اقوال و اعمال پر عمل کرنا پڑے گا۔ ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حکمت یا سنت اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئی، قرین قیاس بھی یہی ہے کہ حکمت، یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام کے مصداق و مدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کر دیا جائے تو احکام الٰہی اہل خرد کی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے اور امت کی وحدت و یکجہتی جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقاء کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی سے تشتت و افتراق کی نذر ہو جائے گی (۳)

۱۔ سیرۃ النبیؐ ۴/ ۱۵۶۔۱۵۸

۲۔ کتاب الروح، ۹۲

۳۔ سنت خیر الانام ۴/ ۴۳۔۴۴

Marfat.com

تعلیم کتاب و حکمت ہی کی بنیاد پر نبی کی حیثیت شارح کتاب اللہ تعالیٰ کی ہو گی۔ چنانچہ قرآن پاک نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل و تفسیر، اس کے اطلاق کی تقیید بیان فرمائیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ توضیح و تشریح صرف کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہوتی اس کے قول و عمل کی تفسیر ضروری ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عملی مظاہرہ سے صاحب کتاب کا مشاء و مقصود عیاں کریں۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کتاب اللہ کی مقتضیات کی عملی تشریح و تعبیر تھی۔ قرآن پاک نے رسول اکرم ﷺ کی اس حیثیت کو اس طرح بیان کیا۔

وانزلنا إليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم (۱)

اے نبی یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لئے نازل کیا کہ تم لوگوں کے لئے واضح کردو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریمؐ کے ارشادات و اعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء الٰہی کو سمجھنا ممکن نہیں۔

رسول بحیثیت نمونہ تقلید

قرآن پاک حضورؐ کو ایک رہبر و رہنما کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، ان کی پیروی کا حکم دیتا ہے اور ان کی زندگی کو نمونہ تقلید قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کرتا ہے۔ کہ خدا کی محبت، ان کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں جو شخص انہیں نمونہ تقلید نہیں سمجھتا وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ ان کی قیادت سے انکار کفر ہے۔ آنحضرتؐ کی ذات گرامی کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا تاکہ آپ کی ذات کو انسانی عظمت و شرافت اور حیات اسلامی کی مکمل ہیت کا معیار بنایا جا سکے قرآن پاک کی ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی ذات کو انسانیت کے لئے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو ا الله واليوم الآخر (۲)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک نمونہ تقلید ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو۔

قل إن كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله (۳)

۱۔ النحل / ۴۴

۲۔ الاحزاب / ۲۱

۳۔ آل عمران / ۳۱

Marfat.com

اے نبی آپ فرمائیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین (۱)

فرمادیں کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

رسول بحیثیت شارع

آنحضرت ﷺ کی شخصیت کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو شارع قرار دیا ہے قرآن کریم میں نہایت صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تشریعی اختیارات (Legislative powers) عطا کئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف یہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں بلکہ وہ سب ہیں جنہیں آنحضور ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا۔ حضور ﷺ نے جو بھی حکم دیا یا جس سے بھی منع فرمایا وہ سب اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات ہی سے ہے۔ اس لئے وہ قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔

اس امر کے ثبوت میں قرآن مجید کی درج ذیل آیات پیش کی جاسکتی ہیں:

یامرھم بالمعروف وینھا ھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والا غلال التی کانت علیھم (۲)

وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے۔

وما آتا کم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (۳)

جو کچھ رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے تم رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں کسی کی یہ تاویل نہیں کی جاسکتی کہ ان میں اللہ کے امر اور اس کی تحریم و تحلیل کا ذکر ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ اللہ کے کلام میں ترمیم ہوگی۔ اللہ نے تو یہاں

۱۔ آل عمران/۳۲

۲۔ الاعراف/۱۵۷

۳۔ الحشر/۷

Marfat.com

امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو رسول کا فعل قرار دیا ہے نہ کہ قرآن کا۔ پھر کیا کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ سے بیان میں غلطی ہو گئی۔ آپ بھولے سے قرآن کی بجائے رسول کا نام لے گئے۔ آپ کی پوری زندگی کو قرآن تک محدود کر دینا بھی قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ قرآن پاک نے منزل من اللہ کی اصطلاح صرف قرآن کیلئے نہیں استعمال فرمائی بلکہ کچھ اور چیزیں بھی ہیں۔ اس طرح وہ تمام اقدامات جو قرآن کی تشریح و تفسیر یا قرآن سے زائد تشریح کیلئے کئے گئے ہیں ان کی حیثیت منزل من اللہ کی ہے۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات اس کی تائید کرتی ہیں :

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك مالم تكن تعلم(۱)

اللہ تعالیٰ آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا یا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

الله الذى انزل الكتاب بالحق والميزان(۲)

اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی۔

قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام(۳)

تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو اس کی مرضی کی پیروی کرنے والا ہے سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن جب ہمیں دوسری سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف "ماانزل اللہ" (۴) کی پیروی کا حکم دیتا ہے تو اس سے محض قرآن ہی کی پیروی نہیں ہوتی بلکہ اس حکمت اور اس نور اور اس میزان کی بھی ہوتی ہے جو قرآن کے ساتھ نبی پر نازل کی گئی تھی اور جس کا ظہور لامحالہ حضور کی سیرت و کردار اور حضور کے اقوال و افعال ہی میں ہو سکتا ہے (۵)۔

۱۔ النساء / ۱۱۳

۲۔ الشوریٰ / ۱۷ ؛ سورہ الحدید میں انبیاء پر بینات اور میزان کے نزول کا ذکر ہے۔ (الحدید / ۲۵)

۳۔ المائدہ / ۱۵۔۱۶

۴۔ ماانزل اللہ کے ساتھ جہاں کتاب، ذکر یا فرمان وغیرہ کی تصریح کی گئی ہے صرف اسی جگہ ماانزل اللہ سے مراد قرآن ہے

۵۔ ترجمان القرآن 'منصب رسالت نمبر' ۱۱۵۔۱۱۷

Marfat.com

حکمت کی توضیح کی تفصیل گزر چکی ہے البتہ میزان اور نور کی وضاحت ضروری ہے۔ جہاں تک میزان کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ ترازو نہیں جو ہر دکان پر رکھی نظر آتی ہے بلکہ اس سے مراد کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ کی ہدایات کے مطابق انسانی زندگی میں توازن پیدا کرتی' اس کے بگاڑ کو درست کرتی' اور افراط و تفریط کو دور کر کے انسانی اخلاق و معاملات کو عدل پر لاتی ہے۔ کتاب کے ساتھ اس چیز کو انبیاء پر نازل کرنے کے صاف معنی یہ ہیں کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے بطور قاضی اپنے پاس سے جو رہنمائی کی صلاحیت عطا فرمائی تھی جس سے انہوں نے کتاب اللہ کے منشاء کے مطابق افراد اور معاشرے اور ریاست میں نظام عدل قائم کیا۔ یہ کام ان کی ذاتی قوت اجتہاد اور رائے پر منحصر نہ تھا بلکہ اللہ کی نازل کردہ میزان سے تول تول کر وہ فیصلہ کرتے تھے کہ حیات انسانی کے مرکب میں کس چیز کا کیا وزن ہونا چاہئے (۱)

مذکورہ بالا آیت میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ کتاب کے ساتھ نور بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ علم و دانش و فراست ہی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور کو عطاء فرمائی تھی جس سے آپ نے زندگی کی راہوں میں صحیح و غلط کا فرق واضح فرمایا جس کی مدد سے عملی زندگی کے مسائل حل کئے اور جس کی روشنی میں کام کر کے آپ نے اخلاق و روحانیت، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور قانون و سیاست کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا تھا۔ یہ کسی پرائیویٹ آدمی کا کام نہ تھا جس نے بس خدا کی کتاب پڑھ پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق جدوجہد کر ڈالی ہو بلکہ یہ خدا کے اس نمائندے کا کام تھا جس نے کتاب کے ساتھ براہ راست خدا ہی سے علم و بصیرت کی روشنی پائی (۲)

ان تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضورؐ کو تشریعی اختیارات حاصل تھے اور آپ کے تشریعی عمل کی بنیاد "ما انزل اللہ" تھی آپ کو نور حکمت اور میزان کی صورت میں عطا ہوا تھا، آپؐ اپنے تشریعی اختیارات کی بنیاد پر قانون سازی فرماتے تھے جس کی مثالیں کتب حدیث و فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

رسول بحیثیت قاضی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے منصف اور قاضی بنایا ہے۔ آپ کی یہ حیثیت رسالت ہی کا ایک حصہ ہے۔ کوئی مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ترجمان القرآن' منصب رسالت نمبر' ۵ ا۔ ۷ ا ا

۲۔ ایضاً

Marfat.com

کے صادر کردہ فیصلوں سے سرتابی نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنا کفر ہے، بلکہ دل میں تنگی تک محسوس کرنا اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ صادر کرنے میں مستقل حیثیت عطا کی ہے۔ نزاع کی صورت میں جو مراجع انصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاتم الرسل ﷺ کا ذکر بھی موجود ہے۔ ان دونوں مراجع سے منہ موڑنا منافقت ہے اور جو شخص حضور ﷺ کو بطور جج تسلیم نہیں کرتا یا آپ کے فیصلے سے ملال محسوس کرتا ہے اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله(۱)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقعہ کے مطابق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ نے آپ کو بتلا دیا ہے۔

وقل آمنت بما انزل الله من کتاب وأمرت لا عدل بینکم (۲)

اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائیں ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان عدل رکھوں۔

انما کان قول المؤ منین اذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان یقولوا سمعنا واطعنا(۳)

مسلمانوں کا قول، تو جبکہ (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان میں فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

واذا قیل لهم تعالوا الی ما أنزل الله والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنك صدودا(۴)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی

۱۔ النساء/ ۱۰۷

۲۔ الشوریٰ/ ۱۵

۳۔ النور/ ۵۱

۴۔ النساء/ ۶۱

Marfat.com

کرتے ہیں۔

فلا وربك لايؤ منون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی أنفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۱)

پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں۔ پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ جج ہیں اس لئے آپ کے فیصلے کو قبول کرنا ایمان کا تقاضا ہے اور اس سے صرف نظر کرنا ایمان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن صریحاً کہتا ہے کہ آنحضورؐ کے فیصلے پر تنگی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے چونکہ آپ کے فیصلوں کی حیثیت ایک عام دنیوی جج کے فیصلوں کی نہیں ہے کہ انہیں قبول یارد کرنے کا اختیار ہو اس لئے ان کو قبول نہ کرنا اور ان پر تنگی محسوس کرنا خلاف ایمان قرار پایا۔

رسول بحیثیت فرمانروا

قرآن مجید کی متعدد آیات یہ بتاتی ہیں کہ نبیؐ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حاکم ہیں۔ یہ منصب آپ کو بحیثیت رسولؐ عطا ہوا ہے۔ ایسا نہیں کہ آپ خود ریاست قائم کر کے حاکم بن بیٹھے ہوں یا لوگوں نے آپ کو منتخب کر کے فرمانروا بنا دیا ہو۔ رسالت سے علیحدہ آپ کی فرمانروائی کوئی شے نہیں۔ آپؐ کا رسول ہونا ہی آپؐ کے حاکم و مطاع ہونے کی دلیل ہے، بطور حاکم آپ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے آپؐ کی بیعت اطاعت سے منحرف ہونے والا دراصل اللہ کی حاکمیت کا انکاری ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اولین اطاعت اللہ کی ہے اس کے بعد رسول اللہؐ کی' پھر ان اطاعتوں کے تحت غیر نبی اُولی الامر کی۔ اولوالامر کی اطاعت ان دو اطاعتوں سے مشروط ہے۔ اگر اولی الامر کسی ایسے امر کا حکم دے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے انحراف پر مبنی ہو تو پھر کوئی اطاعت نہیں۔ قرآن پاک کی ان آیات میں آپ کی شان فرمانروائی کا تذکرہ موجود ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (۲)

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بہ حکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

۱۔ النساء/۶۵

۲۔ ۔ ۔ ۶۴

Marfat.com

من يطع الرسول فقد أطاع الله(۱)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله(۲)

جو لوگ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یا ایها الذین آمنو أطیعوا الله وأطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالکم(۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (کفار کی طرح اللہ اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

ماکان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله امرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبينا(۴)

کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو (پھر) ان (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول و أولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوه الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر.(۵)

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا کہنا مانو۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

قرآن پاک کے ان تمام ارشادات سے نبی ﷺ کی شخصی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن پاک کی بیان کردہ یہی حیثیات ہیں جن کے پیش نظر صحابہ کرامؓ نے آپ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ قرآن پاک نے حضور ﷺ کی ذات گرامی کو ماخذ قانون

۱۔ النساء / ۸۰
۲۔ الفتح / ۱۰
۳۔ محمد / ۳۳
۴۔ الاحزاب / ۳۶
۵۔ النساء / ۵۹

Marfat.com

کی حیثیت سے پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ کے تمام مناصب رسالت کے اجزائے لاینفک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ اس امر پر متفق ہے کہ حضور ﷺ کی ذات قرآن کے بعد دوسرا قانونی ماخذ ہے آپ کے متبعین کو آپ کے ساتھ جو بے پناہ محبت تھی اس نے آپ کی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیا اور وہ آپؐ کے اعمال وارشادات کو سنت کہتے اور عقیدہ وعمل میں اسے ماخذ تسلیم کرتے۔ سنت کی اصطلاح حضور ﷺ کے عہد ہی میں عام ہو گئی تھی اور مسلمان اس کے مفہوم سے پوری طرح آگاہ تھے وہ جانتے تھے کہ سنت کی ضد بدعت ہے (۱)۔ جب سنت کا لفظ اللہ کی طرف مضاف کر کے سنت اللہ کہا جاتا تو وہ اس کا مفہوم بھی سمجھتے تھے۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے:

سنة الله في الذين خلوا من قبل (۲)

یہ اللہ کا طریقہ ہے ان لوگوں کے بارے میں جو گزر چکے۔

بقول ڈاکٹر صبحی صالح جب عربوں نے آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے علیکم بسنتی (۳) کے الفاظ سنے تو فوراً سمجھ گئے کہ اس سے نبی کریمؐ کے انفرادی واجتماعی زندگی کے اطوار و آداب مراد ہیں مدینہ دیگر بلاد عرب کی نسبت سنت نبوی کا سب سے زیادہ شائق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دار السنۃ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اطراف مدینہ میں سنت کے مفہوم نے سیاسی واجتماعی شکل وصورت کی بجائے دینی واساسی رنگ وروپ اختیار کر لیا تھا چنانچہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

من أحدث فيها فعليه لعنة الله والملائكة و الناس أجمعين (۴)

جس نے مدینہ میں کسی بدعت کو جنم دیا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

اس حدیث میں اس بات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص جماعت کے شیرازہ کو منتشر کر دے، امیر کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے اور بدعت کو سنت کے مقابلے میں ترجیح دے تو

۱۔ کتاب الأغانی، ۷ / ۱۱۴۔۱۱۹

۲۔ الاحزاب / ۶۲

۳۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱ / ۱۶

۴۔ بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اثم من آوی محدثا، ۸ / ۱۴۸؛ مسلم، کتاب الحج باب فضل المدینۃ، ۴ / ۱۱۶

Marfat.com

اللہ اور رسولؐ اس سے بیزار ہیں۔ یہاں حدث کے لفظ کو بدعت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ بایں طور حدث و بدعت کے الفاظ باہم مترادف اور سنت کے نقیض ہیں۔ بہت جلد مسلمانوں نے حدث و بدعت کو محدود معنوں سے نکال کر اس سے ایک جامع اور وسیع تر مفہوم مراد لینا شروع کر دیا۔ صرف مدینہ کے دارالسنہ ہی میں نہیں، بلکہ جہاں بھی دعوت اسلام پہنچی مسلمان بدعات کی ترویج سے ہر کہیں احتراز کرتے، کیوں کہ حضور ﷺ اپنے ارشادات سے بدعت کی حیثیت واضح فرما چکے تھے :

شر الأمور محدثا تها(۱)

بدترین امور بدعات ہیں

من أحدث في أمرنا هذا ماليس فيه فهورد(۲)

جس نے ہمارے اس امر (دین اسلام) میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو مردود ہے۔

نبی کریم ﷺ کے انہی ارشادات کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں حفاظت حدیث و سنت کی تحریص و تشویق پیدا ہوئی۔ جس مسلمان کا دل و دماغ آنحضور ﷺ کی ذات گرامی سے وابستہ ہو لیکن خود کو اسوۂ رسول کے سانچے میں نہ ڈھالے وہ نہ تو صادق الایمان ہو سکتا ہے اور نہ مقرب بارگاہ ایزدی بن سکتا ہے (۳)۔ سنت کی محبت اور بدعت کے خوف نے حضور ﷺ کے عہد ہی میں حفاظت حدیث کے مواقع پیدا کر دیے تھے اور لوگ حضورؐ کے ارشادات کو حافظے میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ لکھ بھی لیتے تھے۔ نبی کریمؐ کی دینی حیثیت اور آپ کے ارشادات و اعمال کی ناگزیر رہنمائی ہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر صحابہ کرامؓ نے آپ کی حیات طیبہ کے جملہ گوشوں کو محفوظ کر لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے سنت کی اہمیت کا احساس ان الفاظ میں دلایا :

ترکت فیکم أمرين لن تضلوا ماتمسكتم بهما: كتاب الله و سنتي(۴)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے : اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

۱۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/۱۷

۲۔ ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۵/ ۱۲؛ بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور، ۳/ ۱۶۷؛ کتاب السنۃ، باب اذا اجتهد العامل، ۸/ ۱۵۶؛ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام...... ۵/ ۱۳۲؛ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/ ۷

۳۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۸

۴۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۱۸۰

Marfat.com

امت مسلمہ نے آنحضورؐ اور آپ کے صحابہ کے حوالے سے بیان کردہ اقوال و افعال کو حجت مانا ہے اور قانون و اخلاق کے ماخذ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ علماء حدیث نے وضاحت کی ہے کہ آنحضورؐ کی تشریحی اور تشریعی حیثیت کے باعث سنت کی تین اقسام بنتی ہیں :

ا۔ وہ احادیث جو احکام قرآن کی موید ہیں اور اس سے موافقت رکھتی ہیں جیسے وہ احادیث جن میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صوم وغیرہ کے وجوب کا ذکر ہے جیسے حدیث :

بنی الاسلام علی خمس : شهادة ان لااله الا الله وأنّ محمداً رسول الله، واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان ، وحج البیت من استطاع الیه سبیلا(۱)

یہ حدیث مندرجہ ذیل آیات کے موافق ہے

واقیموا الصلوٰة و آتوا الزکوٰة وارکعوا مع الراکعین (۲)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو۔

ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا(۴)

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے

اسی طرح حدیث :

لایحل مال امرئ مسلم الابطیب من نفسه

قرآن پاک کی اس آیت کے موافق ہے :

یاایها الذین آمنو الاتاکلو اموالکم بینکم بالباطل الاّ ان تکون تجارة عن تراض منکم (۵)

ا۔ بخاری، کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس، ۱/ ۸، مسلم، کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام ودعائمہ ۱/ ۱۸۶۔۱۸۷

۲۔ البقرہ/ ۴۳

۳۔ البقرہ/ ۱۸۳

۴۔ آل عمران/ ۹۷

۵۔ النساء/ ۲۹

Marfat.com

مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو۔

دوسری قسم وہ ہے جو احکام قرآنی وضاحت کرتی ہے جیسے مطلق کو مقید کرنا، مجمل کی تفصیل مہیا کرنا اور عام کی تخصیص کرنا۔ اس کی مثال وہ احادیث ہیں جن میں صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، بیع و شراء معاملات وغیرہ کے متعلق احکام آئے ہیں۔ احادیث کی بڑی تعداد اسی قسم سے متعلق ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو ان احکام و امور سے متعلق ہے جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے جیسے وہ احادیث جن میں جمع بین المرأة وعمتها و خالتها ، رجم الزانی المحصن ، تغریب الزانی البکر اور ارث الجدہ شفعہ وغیرہ کے احکام آئے ہیں جہاں تک پہلی دو قسموں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں علماء کے یہاں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ تیسری قسم کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے احکام کا اثبات کیسے ہوتا ہے؟ کیا یہ نئے احکامات ہونگے یا کسی نص قرآنی کے حوالے سے استنباط ہوگا؟

امام شاطبیؒ کی رائے میں دوسرا طریقہ راجح ہے جبکہ جمہور علماء پہلے طریقہ کے حق میں ہیں (۱)

امام شافعیؒ نے سنت کی ان اقسام پر بحث کی ہے۔ وہ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں :

فلم اعلم من اهل العلم مخالفاً فی أن سنن النبی ؐ من ثلاثة وجوه، فاجتمعوا منها علی وجهین (۲)

میں نہیں جانتا کہ سنت کی تین اقسام کے بارے میں اہل علم کے ہاں کوئی اختلاف ہے ان میں سے دو کے بارے میں ان کا اتفاق ہے۔

البتہ تیسری قسم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں (۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث و سنت کی حیثیت وحجیت کا دارومدار مقام مصطفیٰؐ کے ادراک سے ہے یہ ان کا مقام و مرتبہ ہے جو ان کے اقوال و افعال کو نمونہ کے اقوال و افعال قرار دیتا ہے اور اسی کے باعث حدیث و سنت کی دینی حیثیت مسلم ہے۔

۱۔ السنہ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، ۳۸۰: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے دونوں کے دلائل پر مفصل بحث کی ہے۔
۲۔ الرسالہ/۹۱
۳۔ ایضاً/۹۲

Marfat.com

حفاظت حدیث

(عہد نبوی)

حفاظت حدیث کے ضمن میں بالعموم تین قسم کے سوالات اٹھائے جاتے ہیں اور ان کا اظہار بار بار کیا جاتا ہے :

۱۔ احادیث کی جمع و ترتیب کا کام عہد رسالت کے دو تین سو سال بعد شروع ہوا اور محدثین نے لوگوں سے سنی سنائی باتیں بغیر تحقیق ہی اپنی کتابوں میں جمع کر کے انہیں دین بنا دیا۔ اس سے پہلے صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں احادیث کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس عرصہ میں لوگوں نے بے شمار جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔ جو چیز اتنی مدت کے بعد مدون کی گئی ہو اس پر ہم کس طرح اعتماد کر سکتے ہیں۔

۲۔ اگر نبی ﷺ کا یہ مقصد ہوتا کہ احادیث پر بھی قیامت تک عمل کیا جائے تو احادیث کی حفاظت کے لئے بھی وہی انتظامات کئے جاتے جو قرآن کو محفوظ رکھنے کے لئے کئے گئے تاکہ احادیث بھی تغیر و تبدل سے محفوظ رہیں۔ حضور ﷺ کا احادیث کی طرف التفات نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت کا یہ خیال نہیں تھا کہ احادیث پر بھی قیامت تک عمل کیا جائے (۱)

۳۔ حضور ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا۔

ان تینوں سوالات کا ملخص یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے حفاظت حدیث کا اہتمام نہیں کیا یہ خیال بعد کے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوا اور انہوں نے یکایک احادیث کو مدون کرنا شروع کر دیا۔ آئندہ سطور میں ہم ان سوالات کا تجزیہ کر کے شواہد سے ثابت کریں گے کہ حفاظت حدیث کا بہت اہتمام کیا گیا تھا۔

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عہد نبوی میں حفاظت حدیث کے لئے سرے سے کوئی کام ہی

۱۔ سنت خیر الانام' ۸۲

Marfat.com

نہیں کیا گیا، بلکہ سنت کی اہمیت کے پیش نظر حفاظت حدیث کا اہتمام عہد نبوی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ سابقہ اوراق میں ہم اختصار سے وہ شواہد پیش کر چکے ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور آپ کی ذات سے صادر شدہ احکام وافعال کو محفوظ کرنا دینی فریضہ بن گیا تھا۔ صحابہ کرام کی جماعت آپ کے ان ارشادات کی امین تھی۔ جہاں تک حفاظت حدیث کا تعلق ہے اس کے لئے دو طریقے اختیار کے گئے :

(۱) حفظ اور (۲) کتابت

حفاظت حدث میں ان دونوں طریقوں کو خاص اہمیت حاصل ہے اور عہد رسالت مآبؐ میں ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا : ایسے بے شمار شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حفظ و کتابت دونوں یکساں متداول رہے۔

حفاظت حدیث بذریعہ حفظ

قدرت نے انسان کو جن بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے ان میں اہم ترین قوت حافظہ ہے۔ اللہ کی اس ودیعت فرمودہ خاص نعمت سے انسان حالات و واقعات اور مشاہدات و تجربات کو ذہن میں محفوظ رکھتا اور حسب ضرورت انہیں کام میں لاتا ہے۔ انسان کا ابتدائی طریق حفاظت حفظ ہی تھا۔ آہستہ آہستہ وہ کتابت سے آشنا ہوتا گیا۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں تہذیبوں کے اجاگر ہونے اور تمدنوں کے پروان چڑھنے سے کتابت کو فروغ حاصل ہوا لیکن حافظہ ہر دور میں ایک اہم حیثیت کا مالک رہا ہے۔ مختلف اقوام میں ایسے بے شمار افراد پائے جاتے رہے ہیں جن کے حافظوں کو بطور نظیر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ مسلمان علماء میں یہ جملہ مشہور رہا ہے "العلم فی الصدور لافی الکتب" (فی الحقیقت علم وہی ہے جو انسان کو مستحضر ہو۔) اس استحضار کے لئے حافظے کے سوا اور کوئی شے نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں سید انور شاہ کاشمیری بے نظیر حافظے کے مالک تھے عرب بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔ ان کے شعراء، خطباء اور رواۃ ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات کے حافظ ہوتے تھے۔ شجرہ ہائے نسب کو محفوظ رکھنا ان کا معمول تھا، بلکہ وہ تو اپنے گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے۔ ان صلاحیتوں کی موجودگی میں جب ان عربوں کو قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ سے بے حد محبت و عقیدت ہوئی تو انہوں نے قرآن و احادیث کو حفظ کرنا شروع کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں :

Marfat.com

كنانكون عند النبی ﷺ فنسمع منه الحديث فاذا ا قمنا تذا كرناه فيما بيننا حتی نحفظه(۱)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں ہم لوگ نبیؐ کے پاس ہوتے اور حدیث سنتے جب ہم اٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے حتیٰ کہ ہم اس کو یاد کر لیتے۔

ان ہی کا قول ہے:

كنا قعوداً مع نبی الله فعسىٰ ان يكون قال ستين رجلاً فيحدثنا الحديث ثم يدخل لحاجته فنراجعه بيننا هذا ثم هذا فنقوم كأ نما زرع فی قلوبنا(۲)

ہم لوگ رسول اللہؐ سے حدیثیں سنتے اور جب آپ مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دورہ کرتے یکے بعد دیگرے ہم میں سے ہر شخص ساری حدیثیں بیان کرتا۔ اکثر مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ساٹھ تک ہوتی اور وہ سب باری باری بیان کرتے پھر جب ہم اٹھتے تو حدیثیں یوں یاد ہوتیں گویا وہ ہمارے دلوں پر نقش ہو گئی ہیں۔

آنحضور ﷺ نے جب دعوت کا آغاز کیا اس وقت عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور ایسے لوگوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں نو آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ مکہ میں بعثت نبوی کے وقت سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے (۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب لکھنے پڑھنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ صحرائی قبائل لکھنے پڑھنے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور لکھنے پڑھنے کے خلاف حقارت کا یہ جذبہ آج تک صحرائی قبائل میں بدستور باقی ہے۔ ذوالرمہ، آخری مخضرمی شاعر اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فن کتابت سے آشنا ہے، اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں (۴) کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظے پر اعتماد کی وجہ سے لوگ یاد کر لیتے۔ محدثین اور علمائے حدیث میں حفظ کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔

۱۔ الجامع لاخلاق الراوی، ۱/۲۳۶

۲۔ مجمع الزوائد، ۱/۶۱

۳۔ فتوح البلدان، ۱/۴۷۲-۴۷۴

۴۔ کتاب الاغانی ۱۶/۱۳۱: اگر چہ یہ بات مسلم ہے کہ عرب قبل از اسلام کتابت جانتے تھے اور اہم تاریخی واقعات کو پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے آثار تیسری صدی عیسوی سے شروع ہو جاتے ہیں اور اکثر آثار جزیرہ عرب کے شمالی اطراف میں پائے جاتے ہیں (مصادر الشعر الجاهلی وقیمتها التاریخیة ۲۴-۳۲)

Marfat.com

حافظہ پر اعتماد کا نتیجہ تھا کہ بڑی مدت تک علماء حفظ ہی کرتے رہے، انہوں نے لکھنے کو پسند نہیں کیا۔ امام اوزاعیؒ کا قول ہے :

كان هذا العلم شيئاً شريفاً إذا كان من أفواه الرجال يتلا قونه ويتذا كرونه فلما صار في الكتب ذهب نوره وصار إلى غير أهله(۱)

> حدیث کا علم قیمتی اور شریف اس وقت تھا جب لوگوں کے منہ سے حاصل کیا جاتا تھا۔ لوگ باہم ملتے جلتے رہتے تھے اور آپس میں اس کا ذکر کرتے رہتے تھے لیکن جب سے حدیثیں کتابوں میں ہوئیں اس کا نور اور اس کی رونق جاتی رہی اور یہ علم ایسے لوگوں میں پہنچ گیا جو اس کے اہل نہیں۔

صحابہؓ کرام میں ایسے لوگوں کی وافر تعداد موجود تھی جو حدیثیں یاد کرتے تھے اور نبی کریمؐ کو اس بات کا علم تھا۔ لوگ حضورؐ سے سن کر یاد کرتے اور دوبارہ پوچھتے۔ بقول سید منت اللہ رحمانی(۲) "کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں احادیث کے یاد کرنے کا رواج عام تھا اور جنہیں کوشش کے باوجود حدیثیں یاد نہ رہتیں وہ رسول اللہ سے آکر شکایت کرتے : ایسے لوگوں کے لئے بعض دفعہ آپ دعا فرمایا کرتے اور بعض دفعہ لکھنے حکم دیتے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے بعض صحابہ کرامؓ جنہیں محنت و مشقت کے باوجود احادیث محفوظ نہ رہتیں وہ جب دربار رسالت میں حاضر ہو کر شکایت کرتے تو بعض دفعہ آپ ان کا معجزانہ علاج فرماتے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے ان کی زندگی طالب علمانہ تھی۔ برابر دربار رسالت میں حاضر رہتے تھے، چنانچہ بعد میں جب لوگ ان سے ان کی کثرت روایت کے متعلق پوچھتے تو اس کی وجہ یہی بیان کرتے کہ میں غریب شخص تھا، کسی کاروبار یا روزگار سے مجھے سروکار نہ تھا، رات دن آستانہ نبوت میں پڑا رہتا تھا، دوسرے صحابہ کرامؓ اپنے اپنے کاموں اور روزگار میں مصروف رہتے، فرصت نکال کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اس لئے مجھے دوسرے صحابہ کے مقابلے میں احادیث کے سننے کا زیادہ موقع ملا(۳) لیکن لگاتار حاضری دینے اور احادیث کو یاد کرنے کی کوشش کے باوجود آپ کو حدیثیں یاد نہ رہتیں۔ ایک دفعہ آپ نے رسول اللہؐ سے بڑی حسرت کے ساتھ اپنی داستان کہی اور یاد

۱۔ جامع بیان العلم ۱/ ۶۸

۲۔ کتابت حدیث ۳۱۔۳۲

۳۔ بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم ۱/ ۳۸

Marfat.com

نہ رہنے کی شکایت کی تو آپ نے معجزانہ طریقے پر سوء حفظ کا علاج فرمایا۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی پھر آپ نے اپنے دونوں خالی ہاتھوں کا لپ ان کی چادر میں ڈال کر فرمایا کہ چادر سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میرا حافظہ اس قدر قوی ہو گیا کہ کسی بات کو ایک دفعہ سن لینے کے بعد میں کبھی نہ بھولا (۱)

اس ایک واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حافظہ کو کتنی اہمیت حاصل تھی اور اس دور کے لوگ اس سے کام لینے کا کتنا اہتمام کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حافظہ ذریعہ حفاظت نہیں۔

ذخیرہ حدیث پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں بہت نمایاں اعتراض یہ ہے کہ حدیث کا سارا سلسلہ زبانی تھا اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ اس موضوع پر سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے نہایت عمدہ بحث کی ہے، فرماتے ہیں:

"اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن حکیم کو جس وجہ سے لکھوایا گیا وہ یہ تھی کہ اس کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ تھے۔ اس کے الفاظ کی ترتیب ہی نہیں اس کی آیتوں کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب بھی خدا کی طرف سے تھی۔ اس کے الفاظ کو دوسرے الفاظ کے ساتھ بدلنا بھی جائز نہ تھا اور وہ اس لئے نازل ہوا تھا کہ لوگ انہی الفاظ میں اسی ترتیب کے ساتھ اس کی تلاوت کریں۔ اس کے مقابلے میں سنت کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ وہ محض لفظی نہ تھی، بلکہ عملی بھی تھی اور جو لفظی تھی اس کے الفاظ قرآن کے الفاظ کی طرح بذریعہ وحی نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ حضورؐ نے اس کو اپنی زبان میں ادا کیا تھا۔ پھر اس کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا تھا جسے حضورؐ کے ہمعصروں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا، مثلاً یہ کہ حضورؐ کے اخلاق ایسے تھے، حضورؐ کی زندگی ایسی تھی اور فلاں موقعہ پر حضور نے یوں عمل کیا۔ حضورؐ کے اقوال اور تقریریں نقل کرنے کے بارے میں یہ پابندی نہ تھی کہ سننے والے انہیں لفظ بہ لفظ نقل کریں، بلکہ اہل زبان سامعین کے لئے جائز تھا، اور وہ اس پر قادر بھی تھے، کہ آپ سے ایک بات سن کر معنی و مفہوم بدلے بغیر اسے اپنے لفاظ میں بیان کر دیں۔ حضورؐ کے الفاظ کی تلاوت مقصود نہ تھی، بلکہ اس تعلیم کی پیروی مقصود تھی جو آپ نے دی

۱۔ بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم ۱/۳۸

Marfat.com

ہو۔ احادیث میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی طرح بہ ترتیب محفوظ کرنا بھی ضروری نہ تھا کہ فلاں حدیث پہلے ہو اور فلاں اس کے بعد اس بنا پر احادیث کے معاملہ میں یہ بالکل کافی تھا کہ لوگ انہیں یاد رکھیں اور دیانت کے ساتھ انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔ ان کے معاملے میں کتابت کی وہ اہمیت نہ تھی جو قرآن کے معاملے میں تھی۔

دوسری بات جسے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ کسی چیز کے سند اور حجت ہونے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ اعتقاد کی اصل بنیاد اس شخص یا ان اشخاص کا بھروسے کے قابل ہونا ہے جس کے یا جن کے ذریعے سے کوئی بات دوسروں تک پہنچے، خواہ وہ مکتوب ہو یا غیر مکتوب، خود قرآن کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے لکھوا کر نہیں بھیجا، بلکہ نبی کی زبان سے اس کو بندوں تک پہنچایا۔ اللہ نے پورا انحصار اس بات پر رکھا کہ جو لوگ نبی کریمؐ کو سچا مانیں گے وہ نبی کے اعتماد پر قرآن کو بھی ہمارا کلام مانیں گے نبیؐ نے بھی قرآن کی جتنی تبلیغ واشاعت کی زبانی ہی کی۔ آپ کے جو صحابہؓ مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے وہ بھی قرآن کی سورتیں لکھی ہوئی نہ لے جاتے تھے۔ لکھی ہوئی آیات اور سورتیں تو اس تھیلے میں پڑی رہتی تھیں جس کے اندر آپ انہیں کاتبان وحی سے لکھوا کر ڈال دیا کرتے: باقی ساری تبلیغ واشاعت زبان سے ہوتی تھی اور ایمان لانے والے اس ایک صحابیؓ کے اعتماد پر یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ جو کچھ وہ سنا رہا ہے وہ خدا کا کلام ہے یا رسول اللہ کا، جو حکم وہ پہنچا رہا ہے وہ حضورؐ ہی کا حکم ہے۔

تیسرا اہم نکتہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ لکھی ہوئی چیز بجائے خود کبھی قابل اعتماد نہیں ہوتی جب تک کہ زندہ اور قابل اعتماد انسانوں کی شہادت اس کی توثیق نہ کرے۔ محض لکھی ہوئی کوئی چیز اگر ہمیں ملے اور ہم اصل لکھنے والے کا خط نہ پہچانتے ہوں یا لکھنے والا خود نہ بتائے کہ یہ اس کی تحریر ہے، یا ایسے شاہد موجود نہ ہوں جو اس امر کی تصدیق کریں کہ یہ تحریر اس شخص کی ہے جس کی طرف منسوب کی گئی ہے تو ہمارے لئے محض وہ تحریر یقینی کیا معنی ظنی حجت بھی نہیں رکھتی یہ ایک ایسی اصولی حقیقت ہے جسے موجودہ زمانے کا قانون شہادت بھی تسلیم کرتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کے محفوظ ہونے پر جو یقین ہم رکھتے ہیں کیا اس کی بنیاد یہی ہے کہ وہ لکھا گیا تھا؟ کاتبین وحی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صحیفے جو حضورؐ نے املاء کرائے تھے آج دنیا میں کہیں موجود نہیں ہیں۔ اگر موجود ہوتے بھی تو آج کون یہ تصدیق کرتا کہ یہ وہی صحیفے ہیں جو حضورؐ نے لکھوائے تھے۔ خود یہ بات بھی کہ حضورؐ قرآن کو نزول وحی کے ساتھ

Marfat.com

ہی لکھوا لیا کرتے تھے زبانی روایات ہی سے معلوم ہوئی ہے ورنہ اس کے جاننے کا دوسرا کوئی ذریعہ نہ تھا، پس قرآن کے محفوظ ہونے پر ہمارے یقین کی اصل وجہ اس کا لکھا ہوا ہونا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ زندہ انسان زندہ انسانوں سے مسلسل اس کو سنتے اور آگے زندہ انسانوں تک اسے پہنچاتے چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا یہ غلط خیال ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ کسی چیز کے محفوظ ہونے کی واحد سبیل بس اس کا لکھا ہوا ہونا ہے"(۱)

ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے نقل کیا کہ زبانی و تحریری شہادت پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں ہو سکتا۔ حافظہ بالذات علوم کو محفوظ کرنے کا زبردست ذریعہ ہے مسلمانوں نے اس سے کام لیا۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ احادیث کی زبانی روایت بھی ہوتی تھی اور ایسا ہونے میں کوئی قباحت نہیں، کیوں کہ اصل چیز تو انسانوں کا اعتماد ہے۔ زبانی روایت ایک قابل اعتماد ذریعہ ہے جسے انسانی تاریخ میں مسلم حیثیت رہی ہے۔ احادیث کی زبانی روایت مسلمانوں کی علمی سرگرمی کا شاندار نمونہ ہے۔ روایت کے اس طریقے نے مسلمانوں کو تقویٰ، دیانت اور ثقافت کی قدروں کو محفوظ رکھنے کیلئے مصروف کار رکھا۔ حفظ آج بھی ان کے ہاں ایک اہم علمی قدر (Institution) کے طور پر قائم رہا ہے۔ قرآن مجید کے ضمن میں حفظ کا ادارہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے جو غالباً کسی قوم میں موجود نہ ہوگی۔

حدیث کے طلبہ میں حفظ کی بے حد اہمیت رہی ہے۔ محدثین کے ہاں حفظ کی قوت اور اس کا ضعف خصوصی دلچسپی کا باعث رہا ہے کتب رجال میں رواۃ اور اصحاب حدیث کے حفظ کا تذکرہ موجود ہے جن لوگوں کو اپنے حفظ پر فخر تھا ان میں مکحول، زھری، اعمش، شعبی، طیالسی، سعید بن ابی عروبہ اور عبدالرحمٰن بن مھدی کے نام نمایاں ہیں (۲) کچھ معروف لوگ ایسے تھے جو حافظے کی شہرت رکھنے کے باعث ہمیشہ دباؤ کا شکار رہتے تاکہ وہ اپنے حافظے کا ثبوت پیش کریں۔ بعض اوقات انہیں امتحان کا بھی سامنا کرنا پڑتا۔ مثلاً مروان بن حکم نے ابوہریرہ کے حافظے کا امتحان لیا (۳) سعید بن مسیب نے قتادہ کے حافظہ کا جائزہ لیا (۴) ہشام بن عبدالملک کے دربار میں زھری کے حافظے کا امتحان لیا گیا (۵) ابن معین اور ابن حنبل نے

۱۔ منصب رسالت نمبر، ۳۳۶۔۳۳۸

۲۔ کتاب المعرفہ، ۱/ ۱۳۳، ۶۲۵؛ المحدث الفاصل، ۵۶۶؛ تاریخ بغداد، ۱۰/ ۱۶۵۔۱۶۶: ۱۲/ ۲۹۹؛ سیر اعلام النبلاء، ۹/ ۳۸۱؛ ابن عساکر، ۷/ ۱۳۹

۳۔ مستدرک، ۳/ ۵۱۰

۴۔ حلیہ، ۲/ ۳۳۳

۵۔ کتاب المعرفہ، ۱/ ۴۶۰

Marfat.com

فضل بن دکین کا امتحان لیا(۱)

اسی طرح محدثین کمزور حافظہ کے انکشاف سے گریز نہیں کرتے تھے چنانچہ جرح و تعدیل میں راوی کے حفظ کی نشاندہی کی جاتی تھی (۲) حفظ کے بارے میں اس اہتمام کی بنیادی وجہ حدیث کی روایت ہے۔ زبانی روایت حفظ کے بغیر ممکن نہیں۔ محدثین نے احادیث کو حفظ کرنے اور انہیں آگے پہنچانے کا ہمیشہ خصوصی اہتمام کیا۔ آنحضورؐ نے زبانی روایت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی

بقول سید ابو الاعلیٰ مودودی اہل عرب ہزاروں برس سے اپنے کام کتابت کی بجائے حفظ و روایت اور زبانی کلام سے لانے کے عادی تھے اور یہی عادت ان کو اسلام کے ابتدائی دور میں بھی برسوں تک زبانی روایت پر کاربند کیے رہی۔ ان حالات میں زبانی نقل و روایت کی محض کھلی اجازت ہی نہ تھی بلکہ بکثرت احادیث سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ نبی کریمؐ نے لوگوں کو بار بار اور بکثرت اس کی تاکید فرمائی تھی۔ مثال کے طور پر چند احادیث پیش خدمت ہیں(۳)۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا:

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعى من سامع(۴)

اللہ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث کو سنا اور جس طرح اس نے مجھ سے سنا تھا اسی طرح دوسروں کو پہنچایا۔ بسا اوقات مجھ سے سننے والوں کی نسبت حدیث کی زیادہ حفاظت وہ کرتے ہیں جو ان سے سنتے ہیں۔

زید بن ثابت کہتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول رحم الله امرء سمع منى حديثاً فحفظه حتى يبلغه غيره فرب حامل فقه إلى من هو افقه منه(۵)

کہ میں نے حضورؐ کو یہ کہتے سنا خدا اس بندے پر رحم فرمائے جس نے میری حدیث سنی اور یاد رکھی اور دوسروں تک اس کو پہنچا دیا بہت سے صاحبان فقہ

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۲/ ۳۵۳۔۳۵۴

۲۔ تاریخ بغداد، ۱۲/ ۳۲۰، میزان الاعتدال، ۱/۱۱؛ کتاب المجروحین، ۱/۳۲

۳۔ منصب رسالت، نمبر ۲۳۲

۴۔ مسند ش، ۲/ ۹۶

۵۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۴/ ۶۸۔۶۹

Marfat.com

حدیث کو ان حضرات تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں۔

عن أبی بکرة قال : قال رسول اللهؐ ألا فلیبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من یبلغه ان یکون اوعی له من بعض من سمعه(۱)

ابو بکرہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : جو حاضر ہے وہ ان لوگوں تک پہنچا دے جو حاضر نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی تک پہنچادے جو اس سے زیادہ سمائی رکھتا ہو۔

عن ابی شریح العدوی قال لعمرو ابن سعید وهو یبعث البعوث الی مکة: ائذن لی أیها الأ میر أ حدثك قولا قال به رسول الله الغد من یوم الفتح ، سمعته من اذنای ووعاه قلبی وابصرته عینای حین تکلم به . انه حمد الله واثنی ثم قال ان مکة حرمها الله ولم یحرمها الناس ولیبلغ الشاهد الغائب(۲)

ابو شریح نے عمرو بن سعید کو، جب وہ فوجیں مکہ بھیج رہا تھا، کہا: اے امیر مجھے اجازت دی جائے تو میں آپ کو حضورؐ کی ایک بات بتاتا ہوں جو فتح مکہ کے دوسرے دن کہی وہ میں نے اپنے کانوں سے سنی میرے دل نے یاد رکھی اور وہ موقع میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے پھر خطبے میں آپؐ نے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا مکہ حرم ہے اور لوگ اسے حرم نہیں سمجھتے۔ جو موجود ہے اسے غیر موجود تک پہنچا دینا چاہئے۔

ابو سعید خدری آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں :

انه قال فی حجة الوداع نضر الله امرء سمع مقالتی فوعاها(۳)

حضورؐ نے حجۃ الوداع پر فرمایا اللہ تعالیٰ خوش رکھے اس بندے کو جس نے میری بات سنی اور اس کو یاد رکھا۔

عن أبی جمرة قال کنت أترجم بین ابن عباس و بین الناس فقال : ان وفد عبدالقیس أتوا النبی فقال من الوفد أو من القوم؟ قال ربیعة فقال مرحباً بالقوم أوبالوفد غیر خزایا ولا ندامی! قالوا انا نأتیك من شقة بعیدة و بیننا وبینك هذا

۱۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/ ۸۵ ؛ بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۵/ ۱۲۸ ؛ مسلم، کتاب القسامہ، باب تغلیظ تحریم الدماء، ۵/ ۱۰۸

۲۔ بخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی یوم الفتح، ۵/ ۹۴

۳۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ۵/ ۳۳ ؛ ابو داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۴/ ۶۸۔۶۹

Marfat.com

الحي من كفار مضر ولا نستطيع أن نأتيك إلا في شهر حرام ، فمر نا بأمر نخبر به من وراء نا ندخل به الجنة . فأمرهم بأربع ونهاهم عن أربع. أمر هم بالايمان عزوجل وحده . قال أتدرون ماالايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم . قال شهادة أن لا اله إلا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلواة وايتاء الزكواة وصوم رمضان وتعطوا الخمس من الغنم . ونها هم عن الدباء والحنتم و المزفت . قال شعبة ربما قال النفير و ربما قال المقير. قال احفظوه واخبروه من وراء كم(۱)

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ابن عباسؓ (حدیث) بیان کر رہے تھے اور میں ان کے درمیان مترجم تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ عبدالقیس کے قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپؐ نے پوچھا کون قاصد ہیں یا کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم قبیلہ ربیعہ سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مرحبا بالقوم یا مرحباً بالوفد غیر خزایا و لا ندامی۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور جگہ سے آپؐ کے پاس آرہے ہیں اور ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ ہے او ہم بجز ماہ حرام کے آپؐ کے پاس نہیں آسکتے۔ لہٰذا ہم کو ایسے اعمال بتا دیجئے کہ ہم اپنے پیچھے والوں کو اسے مطلع کر دیں اور اس کے سبب ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ انہیں صرف ایک اللہ پر ایمان رکھنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کو حکم دیا نماز پڑھنے کا، زکوٰۃ دینے کا اور رمضان کے روزے رکھنے کا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دینے کا اور انہیں منع فرمایا دباء اور حنتم اور مزفت کے استعمال سے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ابو جمرہ اکثر نقیر بھی کہا کرتے اور کبھی مقیر۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان باتوں کو یاد کر لو اور بعد والوں کو مطلع کر دو۔

مولانا سید امین الحق نے حضور کے دعائیہ ارشادات کا ذکر کرتے ہو۔ . اچھی بات کہی ہے: ”حضور رسالت مآب نے ان مذکور ارشادات میں ان حضرات صحابہؓ . . . جو حضورؐ کی حدیث کی حفاظت کرتے اور ضبط میں رکھتے اور پوری صحت اور اتقان کے ساتھ

۱۔ بخاری کتاب العلم باب تحریض النبی وفد عبدالقیس، ۱/۳۰؛ مسلم، کتاب الایمان باب الامر بالایمان، ۱/۳۵

Marfat.com

ان کو دوسرے تک پہنچا دیتے۔ حفاظت حدیث اور مبلغین حدیث کے لئے حضورؐ کی مذکور دعا ثابت کرتی ہے کہ حفظ حدیث اور اس کی تبلیغ حضورؐ کی رضا اور منشاء قلبی ہے آپ جانتے ہیں کہ حضورؐ کی رضا اور خوشنودی حیات صحابہؓ کا عظیم اور اہم سرمایہ تھا۔ صحابہؓ خوب جانتے تھے کہ اللہ کے رسول کو راضی رکھنا ایمان والوں کے حفظ ایمان کے لئے نہایت ضروری ہے(۱)

قرآن مجید نے اس خوشنودی کے حصول کو ایمان کا تقاضا قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

والله ورسوله أحق أن يرضوه ان كانوا مؤمنين(۲)

اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی رکھنا بہت ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

حفاظت حدیث بذریعہ کتابت

باوجودیکہ حافظہ ایک زبردست ذریعہ تحفظ ہے اور بالخصوص عرب اس میدان میں بہت آگے تھے، یہ کہنا صریح زیادتی ہے کہ حضورؐ کے عہد میں کتابت حدیث کا انتظام نہیں ہوا، عہد رسالت میں کتابت حدیث کا انتظام تھا۔

احادیث وسیر کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ احادیث رسول ﷺ کو صرف حافظہ پر نہیں چھوڑا گیا تھا، بلکہ ان کے لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ حضورؐ کے عہد کا مکتوب ذخیرہ محفوظ ہے اور عقل عام رکھنے والا آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ کتابت حدیث کے متعلق آپ کا رویہ کیا تھا؟ عربوں میں کتابت سے جو توحش تھا نبی کریمؐ اس سے بہت دور تھے۔ نبی کریمؐ نے کتابت کو فروغ دینے کیلئے خصوصی توجہ دی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قرآن مجید نے لکھنے پڑھنے کی اہمیت کا ذکر کیا، مثلاً حضورؐ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں لکھنے پڑھنے ہی کی ترغیب دی گئی:

اقرأ باسم ربك الذى خلق . خلق الانسان من علق. اقرأ وربك الأكرم الذى علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم(۳)

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تخلیق کی جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے سے

۱۔ بصائر السنۃ ۱/ ۲۲۸

۲۔ التوبہ/ ۶۲

۳۔ العلق/ ۱۔۵

Marfat.com

تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اسی طرح مالی لین دین کے سلسلے میں بھی یہ ہدایت دی گئی کہ معاملہ کو لکھ لیا جائے مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ لین دین معمولی ہو یا بڑا اسے ضبط تحریر میں لایا جائے ارشاد ربانی ہے:

یاأیها الذین آمنو إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی فاکتبوه ولا تسئموا أن تکتبوه صغیرا أو کبیراً إلی أجله ذلکم أقسط عند الله و أقوم للشهادة وأدنی ألا ترتابوا (۱)

اے ایمان والوں جب تم کسی مدت معینہ کے لئے ایک دوسرے کو قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے ضبط تحریر میں لانے بے نہ اکتاؤ۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لئے زیادہ پکی اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں پڑو۔

انہی آیات قرآنی کا اثر تھا کہ مسلمانوں کو کتابت سے شغف پیدا ہوا۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے مسلمانوں میں فن کتابت کو عام کرنے کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا تھا۔ ذیل کی چند مثالیں ہماری بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔

۱۔ عبداللہ بن سعید بن العاص کو حضور نے حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں۔ وہ بڑے خوشنویس تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے (۲)

۲۔ عبادہ بن الصامت سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے انہیں صفہ میں لوگوں کو لکھنا سکھانے اور قرآن پڑھانے پر مامور فرمایا (۳)

۳۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد نبی کریمؐ نے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی (۴) اس عمارت کے ایک حصے میں سائبان اور چبوترہ بنایا گیا (۵) یہ سب سے پہلی درسگاہ تھی۔ آپؐ نے اساتذہ مقرر کیے جو طلبہ کو اس درسگاہ میں لکھنا پڑھنا سکھاتے اور مسائل دین کی تعلیم دیتے تھے۔

۱۔ البقرہ / ۲۸۲

۲۔ اسد الغابہ، ۳ / ۱۷۵

۳۔ الکتانی، ۱ / ۴۸

۴۔ سیرت ابن ہشام، ۲ / ۱۴۱

۵۔ مسند ابن حنبل، ۱ / ۷ / ۲۴ : شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ۱ / ۳۳۲

Marfat.com

۴۔ جنگ بدر میں جو قیدی آئے ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ وہ فدیہ دیں اور رہائی حاصل کریں آپ کا اعلان تھا کہ جو شخص فدیہ ادا نہیں کر سکتا اور فن کتابت سے آشنا ہے وہ دس مسلمان بچوں کو فن کتابت سکھا کر رہائی پا سکتا ہے (۱)

نبی کریمؐ کی انہی ترغیبات کا نتیجہ تھا کہ صحابہؓ میں سے کئی لوگ کتابت سے واقف ہو گئے، جن میں حضرت علیؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عباس وغیرہ کے نام لئے جاتے ہیں۔ نبی کریمؐ کو تعلیم و تدریس سے کتنا شغف اور تعلیم کو عام کرنے کا کتنا احساس تھا اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے:

إنما بعثت معلماً (۲)

میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی آپ پڑھنا لکھنا سیکھنے کی تلقین فرماتے تھے اور ان کے لئے ایک دن مخصوص کر رکھا تھا۔

عن أبي سعيد الخدري قال قال النساء للنبي ﷺ غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوماً من نفسك فوعدهن يوماً القيهن فيه فوعظهن و أمرهن (۳)

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ عورتوں نے آنحضورؐ سے کہا کہ مردوں نے آپ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے۔ آپ ہمارے لئے ایک دن مخصوص رکھیں۔ آپ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا اس میں آپ ان سے ملے، انہیں نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا۔

آپ نے شفاء بنت عبداللہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ ام المومنین صفیہ کو لکھنا سکھائیں۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

عن شفاء بنت عبدالله انها قالت دخل على رسول الله وأنا عند حفصة فقال لي الا تعلمين هذه رقيه النملة كما علمتها الكتابه (۴)

شفاء بنت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے اور میں اس وقت

۱۔ طبقات ابن سعد، ۲/ ۲۲؛ روض الانف ۲/ ۹۲

۲۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/ ۸۳: طویل حدیث کا حصہ ہے

۳۔ بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم، ۱/ ۳۴

۴۔ ابو داؤد، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقی، ۴/ ۲۱۵

Marfat.com

حفصہؓ کے پاس تھی تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو یہ نملہ کا منتر حفصہ کو کیوں نہیں سکھاتی جیسا کہ تو نے اس کو لکھنا سکھایا۔

وعن انس قال : رخص رسول الله فی الرقیه من العین والحمة والنملة(۱)

انس کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے نظر، بخار اور چیونٹی کے منتر کی اجازت دی

ان شواہد سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضورؐ کتابت کو عام کرنے کے لئے کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ اب اس کے ساتھ ہی اگر اس سوال کا جائزہ بھی لے لیا جائے کہ حضورؐ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا، تو بہتر ہوگا۔ بالعموم یہ کہا جاتا ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو کتابت حدیث سے روک دیا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حدث کو محفوظ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا ارشاد ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے :

قال رسول الله ﷺ لاتکتبوا عنی الا القرآن فمن کتب عنی شیئاً فلیمحه(۲)

رسول اللہ نے فرمایا مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہے اسے مٹا دے۔

صحیح مسلم کی کتاب الزہد میں یہ جملہ بھی ہے کہ قرآن کے سوا حدیث کو مجھ سے زبانی بیان کرو(۳) مجمع الزوائد میں ابو سعید خدریؓ کا یہ بیان زیادہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ بعض اور مقامات بھی حضرت ابو سعید کا بیان اسی طرح کے الفاظ میں موجود ہے :

عن ابی سعید الخدری قال کنا قعوداً نکتب مانسمع من النبی ﷺ فخرج علینا فقال ماهذا تکتبون ؟ فقال مانسمع منك فقال أكتاب مع كتاب الله ؟ امحضوا كتاب الله وأخلصوه فقال فجمعنا ما كتبناه فی صعید واحد ثم أحرقناه(۴)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ سے سنا تھا اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھ رہے ہو؟ ہم

۱۔ مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ، ۷/ ۱۶

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۳ ؛ تقیید، ۲۵

۳۔ مسلم، کتاب الزہد، باب التثبت فی الحدیث، ۸/ ۲۲۹

۴۔ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۵۲

Marfat.com

نے عرض کیا وہی جو کچھ آپ سے سنتے ہیں آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو، اسے خالص رکھو۔ پس ہم نے جو کچھ لکھا اسے ایک جگہ اکٹھا کیا اور جلا دیا۔

ابو سعید کہتے ہیں :

جهدنا بالنبی ان أذن لنا فی الکتاب فابی(١)

کہ ہم نے آنحضرتؐ سے بڑی کوشش کی کہ وہ ہمیں لکھنے کی اجازت دے دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا

ایک اور روایت ہے :

استأ ذنا النبی فی الکتابة فلم یاذن لنا(٢)

کہ ہم نے آنحضرتؐ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے :

عن أبی هریرة انه قال خرج علینا رسول الله ونحن نکتب الأحادیث . فقال ماهذا الذی تکتبون ؟ قلنا احادیث نسمعها منك قال کتاب غیر کتاب الله أتدرون ماضل الأمم قبلکم إلا بما اکتبوا من الکتب مع کتاب الله(٣)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم احادیث لکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تم کیا لکھ رہے ہو ہم نے کہا وہ احادیث جو ہم نے آپؐ سے سنی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ پہلی قومیں گمراہ نہیں ہوئیں مگر اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ ملا کر کتب لکھیں۔

ہم نے اس حدیث کے مختلف طریق نقل کر دیئے ہیں تاکہ قاری کا ذہن صاف رہے۔ یہ وہی حدیث ہے جسے بنیاد بنا کر کہا گیا ہے کہ کتابت حدیث بعد میں شروع ہوئی اور حضورؐ کے

١۔ المحدث الفاصل، ٣٧٩

٢۔ تقیید العلم، ٣٢، ٣٣

٣۔ ایضاً، ٣٤

Marfat.com

عہد میں اس کا نام و نشان نہیں تھا۔ حدیث پر اعتماد نہ کرنے والے احباب کی یہ خوبی ہے کہ وہ اس حدیث کو بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد پورا ہوتا ہو لیکن کتابت حدیث کے حق میں جانے والی صحیح ترین حدیث ان کے نزدیک قابل استناد نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے علماء کرام نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں:

۱۔ صاحب توجیہ النظر نے ابن قتیبہ سے یہ توجیہ نقل کی ہے کہ، ''حضورؐ کے اکثر صحابہؓ علم رسم الخط سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے اور ان کی تحریر کردہ باتوں میں غلط اور شبہ کا احتمال غالب تھا اور استفادہ بھی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے حضورؐ نے کتابت حدیث کی ممانعت فرما دی البتہ عبداللہ بن عمروؓ کو جو سریانی و عبرانی رسم الخط میں مکمل مہارت رکھتے تھے، آپؐ نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی لہٰذا ممانعت کی بنا یہ (۱) نہیں تھی کہ حضورؐ بجز قرآن کے کسی دوسری چیز کا باقی رکھنا پسند فرماتے تھے، بلکہ رسم الخط کے جاننے اور نہ جاننے پر اجازت و ممانعت کا دارومدار تھا۔

۲۔ ابن حبان اس حدیث کی شرح یہ کرتے ہیں کہ قرآن کے سوا حدیث کے لکھنے سے آپؐ نے اس لئے منع کیا تھا کہ حفظ حدیث پر زور دینا مقصود تھا۔ حدیث کی کتابت اور ترک حفظ حضورؐ کو ناپسند تھا۔ اگر حدیث کی کتابت ہی کو روکنا مقصود ہوتا تو ابو شاہ اور عبداللہ بن عمرو کو کتابت حدیث کی اجازت نہ ہوتی۔

۳۔ حدیث کے تمام الفاظ پر غور کیا تھا؟ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لاتکتبوا عنی، و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه، وحدثوا عنی ولاحرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (۲)

مجھ سے مت لکھو اور جس نے قرآن کے سوا اور چیز لکھی ہو وہ مٹا دے میری حدیثیں لوگوں تک پہنچا دو جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''میں تو سمجھتا ہوں کہ

۱۔ توجیہ النظر، ۹۔۱۰

۲۔ مسلم کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث، ۸/ ۲۲۹

Marfat.com

صحیح مسلم کی حدیث......

یہ حکم یکایک نہیں دیا گیا بلکہ اس حال سے واقف ہونے کے بعد کہ آپؐ سے سنی ہوئی ہر بات لکھی جا رہی ہے۔ اس کی خبر جب آنحضرتؐ کو ہوئی تو اس کے رد عمل کے لئے ضروری خیال کیا گیا کہ عام طور پر حدیثوں کے لکھنے سے روک دیا جائے بلکہ مسند احمد اور دیگر مصادر میں مذکور ہے:

كنانكتب مانسمع من النبى فخرج علينا فقال ماهذا تكتبون ، فقلنا مانسمع فقا ل أ كتاب مع كتاب الله ؟ امحضوا كتا ب الله واخلصوه قال فجمعنا ماكتبناه في صعيد واحد ثم أحر قناه(١)

ہم لوگ رسول اللہؐ سے جو کچھ سنا کرتے تھے اسے لکھ لیا کرتے تھے تب ایک دن رسول اللہؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم حضورؐ سے جو کچھ سنتے ہیں اس کو لکھ لیا کرتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب کے ساتھ دوسری کتاب! ستھری کرو اللہ کی کتاب کو، ہر قسم کی اشیا سے اس کو پاک رکھو۔ صحابی کہتے ہیں تب ہم نے سارا لکھا ہوا جمع کیا اور اسے جلا دیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرتؐ کے منع فرمانے کے بعد اللہ کی کتاب کے ساتھ جو کچھ لکھا تھا اس سب کو ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کر دیا۔ ان مکتوب احادیث کے ساتھ جو کچھ آئندہ زمانے میں چل کر ہونے والا تھا ان الفاظ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اگر عہد نبوت ہی میں ان مکتوب احادیث کے اس کثرت سے مجموعے تیار ہو جائیں گے تو ان سے بتدریج پیدا ہونے والے احکام و نتائج اور قرآنی آیات سے پیدا ہونے والے احکام و نتائج میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا(۲) کتابت حدیث سے منع کرنے کے متعلق مولانا مناظر احسن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس سے مقصود قرآن و حدیث کے مرتبے میں فرق قائم کرنا تھا۔ ان کے قول کے مطابق اسلامی دین کے ان دونوں سرچشموں میں اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج و احکام کے مطالبہ کی قوت و ضعف کا جو فرق آج سارے جہاں کے مسلمانوں کا مانا ہوا مسلمہ مسئلہ ہے اس فرق کو باقی رکھنے کی کوشش میں یہ پہلا تاریخی اقدام تھا جو نبوت ہی

۱۔ تقیید العلم، ۳۴: مسند احمد، ۲/ ۱۲۔ ۱۳: مجمع الزوائد، ۱۵۰۔۱۵۱ دونوں میں الفاظ کی تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ روایت کی گئی ہے

۲۔ تاریخ تدوین حدیث / ۲۵۰

Marfat.com

کے عہد میں خود بارگاہ رسالت کی طرف سے اختیار کیا گیا(۱) سید ابو بکر غزنوی نے حافظ ابن حجرؒ کی پیش کردہ توجیہات کا ذکر کرتے ہوئے اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے جس میں قرآن و حدیث کے امتیاز کو بنیاد بنایا گیا ہے وہ حضرت ابو سعید خدری کی پوری حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "آپ نے غور کیا کہ جب صحابہؓ سے رسول اللہؐ نے پوچھا آپ کیا لکھ رہے ہیں تو صحابہؓ نے عرض کیا جو کچھ آپؐ سے سنتے ہیں، یعنی وہ قرآن و حدیث میں کوئی امتیاز نہیں کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کو یوں خلط ملط کر دینا کہ دونوں میں حد فاصل کھینچنا مشکل ہو، دینی مقاصد کے لئے سخت نقصان دہ تھا۔ آپؐ نے روکا اس بات سے تھا کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ دوسری کتاب یوں مت لکھو کہ دونوں میں امتیاز باقی نہ رہے آپؐ نے تو یہ کہا کہ امحضو کتاب الله واخلصوا۔ (اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو اور اسے خالص و بے آمیز کرو۔) اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہؐ نے حدیث کی کتابت مطلقاً منع فرما دی تھی اور صحابہ کو احادیث قلمبند کرنے ہی سے منع کر دیا تھا۔ اس بیان کی تائید حضرت ابو بردہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔

عن أبی بردہ بن أبی موسی قال کتبت عن أبی کتاباً فقال لولا أن فیہ کتاب الله لأحرقتہ(۲)

ابو بردہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے ایک کتاب نقل کی تو انہوں نے فرمایا اگر اس میں اللہ کی کتاب نہ ہوتی تو میں اسے جلا دیتا۔

اس روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابتداء میں بعض صحابہؓ کلام الٰہی اور احادیث و روایات کو ایک ہی کاغذ پر لکھ لیتے اور اس طرح خلط ملط کر دیتے تھے کہ قرآن و حدیث میں امتیاز باقی نہیں رہتا تھا۔ پھر جب قرآن و حدیث کا فرق صحابہ کرام پر واضح ہو گیا اور وہ مسودے ضائع کر دیے گئے جن میں قرآن و حدیث کو خلط ملط کیا گیا تھا، اور آپ کو یقین ہو گیا کہ صحابہؓ قرآن و حدیث کو ایک ہی مسودے میں خلط ملط نہیں کرتے ہیں اور اس سے یکسر احتراز کرنے لگے ہیں تو آپ نے ان کو کتابت حدیث کی اجازت دے دی اور صحابہ کرامؓ نے احادیث کو قلمبند کیا(۳)

۱۔ ایضاً

۲۔ مجمع الزوائد' ۱/۱۵۱

۳۔ کتابت حدیث عہد نبوی میں' ۲۲

Marfat.com

- ایک توجیہ یہ بھی پیش کی گئی ہے کہ نزول قرآن کے وقت کاتبوں کی کمی تھی اس لئے حضورؐ نے منع فرمادیا کہ قرآن پاک لکھنے والے لوگ کتابت حدیث میں منہمک نہ ہو جائیں۔ مگر ڈاکٹر صبحی صالح اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عہد رسالت میں کتابت حدیث کی کمی کا سبب وسائل کتابت کا فقدان تھا، کیونکہ ایک طرح کی اضافی قلت تھی جو قلت تدوین کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب تو قرار پاسکتی ہے مگر اس کو عدم تدوین کا سبب وحید نہیں کہا جاسکتا(۱) ڈاکٹر صبحی صالح کے نزدیک عہد نبوی میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی زیادہ کمی نہیں تھی۔ گو عربوں کے ہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی لیکن نبی کریمؐ نے اس قلت کو دور کرنے کا انتظام کر دیا تھا مثلاً آپ نے بدر کے قیدیوں کو یہ ذمہ داری دی کہ وہ مدینہ کے بچوں کو اگر لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا(۲) اس طرح مدینہ میں کاتبین کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی (۳) نبی کریمؐ نے مدینہ کی مسجدوں کو مدرسوں میں تبدیل کر دیا اور اشاعت تعلیم کے سلسلے میں ظن غالب یہ ہے کہ عہد رسالت میں مدینہ کی نو مساجد کو مدرسہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی(۴) آنحضرتؐ نے ہجرت کے پہلے سال حکم دیا تھا کہ مردم شماری کر کے مدینہ کے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو شمار کیا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت "باب کتابۃ الامام للناس" اس ضمن میں بین ثبوت ہے کہ مردم شماری کا ریکارڈ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضورؐ نے فرمایا:

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس فکتبنا له الفاً و خمس مائة رجل (۵)

لوگوں میں سے اپنی زبان سے جو شخص اسلام لانے کے الفاظ ادا کرتا ہے اس کا نام لکھ لو۔ تعمیل ارشاد میں ہم نے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھے۔

ان حقائق کی بنیاد پر یہ کہنا درست نہیں کہ اسباب کتابت کی قلت تھی جس کے باعث آنحضرتؐ نے منع فرمایا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی کتابت حدیث سے منع کرنے کی وجوہ بیان

۱۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۱۸

۲۔ ابن سعد، ۲/۲۲

۳۔ مباحث فی علوم القرآن، ۴

۴۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۶، حاشیہ ۵

۵۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب کتابۃ الامام الناس، ۴/۴۴؛ مسلم، کتاب الایمان، باب جواز الاستسرار، ۱/۹۱

Marfat.com

کرتے ہوئے لکھنے پڑھنے کے کم رواج اور کاتبان وحی کے احادیث قلمبند کرنے کو خصوصیت سے ذکر کیا ہے لیکن ان کا بھی یہی خیال ہے کہ کیفیت زیادہ دیر تک نہیں رہی (۱)

۵۔ ڈاکٹر صبحی صالح کا رجحان یہ ہے کہ کتابت حدیث سے منع کرنا اور پھر حکم دینا آنحضرتؐ کی حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ آنحضرت تربیت دینا چاہتے تھے اور یہ تربیت تدریجی اور اسلامی معاشرے کے حوادث واحوال سے بالکل ہم آہنگ تھی۔ یہ تربیت جامد نہ تھی کہ ایک ہی شکل وصورت پر قانع رہتی بلکہ اس میں اشخاص وازمنہ کے احوال ومقامات کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے آغاز وحی میں حدیثیں قلمبند کرنے سے منع فرمادیا تھا کہ مبادا آپ کے اقوال وتشریحات اور سیرت قرآن سے مل جائے اور فرق وامتیاز کا امکان باقی نہ رہے خصوصاً جب کہ قرآنی آیات واحادیث کو ایک ہی رسالہ یا ورق میں لکھا جائے۔ مشہور محدث امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

وقد قيل: انه إنما نهى أن يكتب الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة، لئلا يختلط به، ويشتبه على القارىء فاما أن يكون نفس الكتاب محظوراً، وتقييد العلم بالخط منهياً عنه فلا (۲)

آپ نے قرآن وحدیث کو یکجا لکھنے سے منع فرمایا تاکہ ان میں آمیزش ہوکر قاری پر ملتبس نہ ہوجائیں۔ البتہ نفس کتابت اور علم کو محفوظ کرلینا ہرگز ممنوع نہیں۔

حضور اکرمؐ کے ارشاد کا مکمل متن درج ذیل ہے۔ اس سے پوری صورت حال واضح ہوجاتی ہے۔

لاتكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه وحدثوا عني ولا حرج، ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار (۳)

جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

جب قرآن کا اکثر حصہ نازل ہوگیا، بہت سے صحابہؓ نے اسے حفظ کرلیا اور التباس کا خطرہ باقی نہ رہا تو آپ نے حدیث نویسی کی کھلم کھلا اجازت دے دی۔ محدث رامہرمزی اور خطیب بغدادیؒ

۱۔ منصب رسالت نمبر ۳۳۰

۲۔ معالم السنن ۴/ ۱۸۴

۳۔ مسلم، کتاب الزهد، باب التثبت فی الحدیث، ۸/ ۲۲۹

Marfat.com

نے ابو سعید خدریؓ کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''میرا خیال ہے آپؐ نے آغاز ہجرت میں یہ بات اس وقت فرمائی جب قرآن وحدیث کے مل جانے کا خطرہ تھا (۱) ورنہ حضور ﷺ وہ الفاظ نہ استعمال کرتے جنہیں انس بن مالکؓ نے اس طرح نقل کیا ہے۔

قال رسول الله قیدو العلم بالکتابه (۲)

علم کو قلمبند کر کے محفوظ کر لو

ڈاکٹر صبحی نے کتابت حدیث پر بحث کرتے ہوئے ایک اور نکتے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ممانعت واجازت عموم وخصوص کی نسبت پر مبنی تھی آپؐ نے عوام کو منع کیا اور چند مخصوص لوگوں کو اجازت دی۔ بظاہر ان میں کوئی تضاد نہیں (۳) انہوں نے اپنی بات ابن صلاح کے قول پر ختم کی ہے

ثم انه زال ذلك الخلاف، وأ جمع ا لمسلمون علی تسویغ ذلك وا باحته ولولا تدوینه فی الکتب لدرس فی الأ عصر الأ خره (۴)

پھر یہ اختلاف جاتا رہا اور پوری امت کتابت حدیث کے جواز پر یک زبان ہو گئی اگر احادیث نبویہ کو کتب میں مدون نہ کیا جاتا تو پچھلے ادوار میں ان کا نام نشان باقی نہ رہتا۔

مولانا مناظر احسنؒ اس توجیہ سے متفق نہیں ہیں، چنانچہ وہ اس توجیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''باقی یہ کہنا جیسا کہ بعضوں نے حدیثوں کی کتابت کی ممانعت کی توجیہ کرت ہوئے لکھا ہے کہ قرآن میں اور حدیثوں میں خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے رسول اللہؐ نے حدیثوں کے لکھنے کی ممانعت کر دی مگر میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ہر لکھی ہوئی چیز کو صحابہؓ یا ان کے بعد کے مسلمان قرآن کیوں سمجھ لیتے ہیں! آخر جس وقت قرآن نازل ہو ہو کر لکھا جا رہا تھا اسی زمانے میں تو توریت وانجیل کے بیسیوں نسخے عرب ہی میں موجود تھے، ان سے اختلاط کا شبہ کیوں نہ ہوا؟ نہ صرف توریت وانجیل بلکہ عرض کر چکا ہوں کہ عرب ہی

۱۔ الحدث الفاصل، ۳۸۶؛ تقیید العلم، ۵۸

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲؛ تقیید العلم، ۷۰

۳۔ علوم الحدیث ومصطلحہ، ۲۳

۴۔ ابن الصلاح، ۱۸۳

Marfat.com

میں لقمان کا مجلہ بھی مکتوبہ شکل میں پایا جاتا تھا۔ خود رسول اللہؐ نے بیسیوں خط لکھوائے اور لکھواتے رہتے تھے۔ پس یہ سمجھ لینا کہ محض مکتوب ہو جانے کی وجہ سے لوگ غیر قرآنی چیزوں کو قرآن سمجھ لیتے، کم از کم میری سمجھ میں یہ بات کسی طرح نہیں آئی"(۱)

السنۃ قبل التدوین کے مصنف نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے بعض اقوال نقل کئے ہیں جو یہ ہیں :

۱۔ ابو سعیدؓ کی حدیث موقوف ہے: اس سے استدلال ٹھیک نہیں۔ امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے اسی رائے کا اظہار کیا ہے(۲)

۲۔ ابتداء میں کتابت حدیث سے منع کیا گیا تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ استاذ احمد محمد شاکر کی یہی رائے ہے(۳)

۳۔ نہی ان کے لئے تھی جو حفظ پر اعتماد کر سکتے تھے اور اجازت ان کے لئے جو ایسا نہیں کر سکتے تھے(۴)

۴۔ ممکن ہے کہ ممانعت عام ہو اور لکھنے کی اجازت مخصوص ہو۔

مصنف چاروں اقوال کے نقل کر کے پہلے قول کو تسلیم نہیں کرتے، کیوں کہ اس حدیث کی تخریج و تصحیح امام مسلمؒ نے کی ہے باقی تینوں وجوہ ان کے نزدیک قابل قبول ہو سکتی ہیں(۵)

احمد محمد شاکر بھی کہتے ہیں کہ یہ استدلال نہیں کیونکہ حدیث صحیح ہے(۶)

خطیب بغدادی کتابت حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ان كراهة الكتابة فى الصدر الأ ول إنما هى النلا يضاهى بكتاب الله غيره أو يشتغل عن القرآن بسواه ونهى عن الكتب القديمة أن تتخذ لأنه لايعرف حقها من باطلها وصحيحها من فاسدها مع أن القرآن كفى منها وصار مهيمناً عليها ونهي عن كتب العلم فى صدر الاسلام و جدته لقلة الفقهاء فى ذلك الوقت

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۲۵۱

۲۔ فتح الباری ۱/ ۲۰۸؛ توضیح الافکار ۲/ ۳۵۳؛ تدریب الراوی ۲۸۲

۳۔ الباعث الحثیث، ۱۱۲؛ تاویل مختلف الحدیث، ۳۶۵

۴۔ ایضاً، ۱۱۲

۵۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۰۸، ۳۰۹

۶۔ الباعث الحثیث، ۱۱۱؛ فتح الباری، ۱/ ۲۰۸

Marfat.com

والمميزين بين الوحی وغيره لأن أكثر الاعراب لم يكونوا فقهوا فی الدين ولاجالسوا العلماء العارفين فلم يؤمن أن يلحقوا ما يجدون من الصحف بالقرآن و يعتقدوا أن ما اشتملت عليه كلام الرحمن (۱)

قرن اول میں کتابت کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کہیں کتاب اللہ سے مشابہت نہ ہو یا قرآن کے سوا کسی اور شے میں انہماک نہ پیدا ہو اور پرانی کتابوں پر اعتماد کرنے سے اس لئے منع کیا کہ ان کے حق کو باطل سے اور صحیح کو غیر صحیح سے تمیز نہیں کیا جا سکتا اس کے ساتھ یہ وجہ بھی کہ قرآن ان کے سلسلے میں کافی اور ان کے لئے مھیمن ہے ابتدائے اسلام میں علم کو تحریر میں لانے سے اس لئے منع کیا کہ اس وقت اس بارے میں گہری بصیرت کی کمی تھی اور وحی و غیر وحی میں امتیاز کرنے میں شبہ ہو سکتا تھا کیونکہ اکثر دیہاتیوں کو دینی بصیرت حاصل نہ تھی اور نہ وہ صعارف علماء کے پاس بیٹھے تھے۔ اس کا اندیشہ تھا کہ وا اپنے صحیفوں کو قرآن سے ملحق کر دیتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے کہ جو کچھ ان میں ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔

ان تمام وجوہ کا تجزیہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا اس سے یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ حدیثوں کو محفوظ نہ کیا جائے یا انہیں قابل استناد ہی نہ سمجھا جائے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اس امر میں سخت محتاط تھے کہ کہیں کلام الٰہی اور کلام رسول کو اس طرح یکجا نہ کر دیا جائے کہ آئندہ نسلیں ان دونوں میں تمیز ہی نہ کر سکیں اور غلو کر کے دونوں کو ہم مرتبہ سمجھنے لگیں۔ آپ کلام الٰہی اور کلام رسول اللہ میں الفاظ کے لحاظ سے بھی اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی ایک فرق قائم رکھنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ فرق آج بھی قرآن کے بہت بلند مرتبہ اور حدیث کے دوسرے ماخذ قانون ہونے پر بین شہادت ہے۔ جو لوگ عدم کتابت کی روایت کو حدیث کی عدم صحت وحجیت پر دلیل بناتے ہیں وہ عقل و منطق اور آثار صحابہؓ کی رو سے ناقابل اعتبار ہے۔ پھر استدلال کا یہ طریقہ کہ حضور ﷺ نے چونکہ کتابت سے منع فرمایا تھا اس لئے حفاظت حدیث کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اور بعد کے لوگوں نے اپنے اندازے سے سلسلہ ہائے سند مرتب کئے ہیں، بڑا سطحی اور نہایت بے وزن معلوم ہوتا ہے کیونکہ حفاظت کا ذریعہ صرف تحریر ہی نہیں حافظہ بھی تھا۔ پھر اس ایک حدیث کی بناء پر جس کی مناسب توجیہ بھی کی جا سکتی ہے، ہم حضورؐ کے ان ارشادات و مسائی کو نظر انداز نہیں کر سکتے

۱۔ تقیید العلم، ۵۷

Marfat.com

جو فن کتابت اور کتابت حدیث کے سلسلے میں آپ نے انجام دیئے۔ مثلاً کتابت کی اجازت میں مندرجہ ذیل احادیث قابل غور ہیں۔ حضرت ابو سعیدؓ کی روایت کے ساتھ ان روایات کو سامنے رکھ کر تطبیق کی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں :

عن رافع بن خديج انه قال قلنا يا رسول الله إنا نستمع منك أشياء أفنكتبها قال أكتبوا ولا حرج(۱)

رافع بن خدیج سے روایت ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ سے بعض چیزیں سنتے ہیں کیا ہم ان کو لکھ لیا کریں آپؐ نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی حرج نہیں۔

عن عمرو بن سفيان انه سمع عمر بن الخطاب يقول قيدوا العلم بالكتابه(۲)

عمرو بن سفیان بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا علم کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرو۔

عن عبدالله بن مسعود قال ما كنانكتب في عهد رسول الله الا الاستخارة والتشهد(۳)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے عہد میں استخارہ اور تشہد کے ماسوا کچھ نہیں لکھا کرتے تھے۔

عن علي انه كان يقول من يشتري مني علماً بدرهم(۴)

علیؓ فرمایا کرتے تھے مجھ سے ایک درہم میں علم کون خرید کرے گا۔

قال أبو حيثمة كان علي يقول من يشتري صحيفه بدرهم يكتب فيها العلم(۵)

ابو حیثمہ کہتے کہ علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرا صحیفہ جس میں علم لکھا ہوا ہے ایک درہم میں کون خریدے گا۔

ان کے صحیفے کے متعلق مشہور ہے کہ تلوار میں معلق رہتا(۶)

۱۔ تقیید العلم، ۷۲۔۷۳

۲۔ تقیید العلم، ۸۸؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ باب من کان یعلم التشہد، ۱/ ۲۹۴

۴۔ تقیید العلم، ۹۰

۵۔ ایضاً، ۸۸۔۹۹؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۵۱

۶۔ تقیید العلم، ۸۹

Marfat.com

عن الشفاء بنت عبدالله أنها قالت دخل علی رسول الله و أنا عند حفصة فقال لی ألا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتها الکتابة (۱)

شفاء بنت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت حفصہؓ کے پاس تھی تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو یہ نملہ کا منتر حفصہ کو کیوں نہیں سکھاتی جیسا کہ تو نے اس کو لکھنا سکھایا۔

عہد نبوی میں کتابت حدیث

منع کتابت کے بعد دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے عہد میں کتابت حدیث کا کیا انتظام تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ کے عہد میں کچھ بھی نہ لکھا گیا ہو اور جو کچھ موجود ہے وہ بعد کے لوگوں کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہو۔ اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ حضورؐ کے عہد مبارک میں کتابت حدیث کا کام ہوا ہے اور بہت کچھ ہوا ہے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جن سے انکار ممکن نہیں۔ بقول سید منت اللہ رحمانی، عہد نبوی میں کتابت حدیث تین طریقوں پر ہوئی:

۱۔ احادیث کا وہ ذخیرہ جو خود حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے حکم سے قلمبند کیا گیا۔

۲۔ وہ ذخیرہ جو صحابہ کرامؓ نے قلمبند کیا اور پھر دربار رسالت میں بغرض تصحیح پیش کیا اور آپ نے سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور توثیق فرمائی۔

۳۔ وہ ذخیرہ جو صحابہ کرامؓ نے خود زبان مبارک سے سن کر یا صحابہؓ سے پوچھ کر رسول اللہؐ کی حیات میں یا آپ کے بعد قلمبند کیا۔

اسی بات کو سید ابو بکر غزنویؒ نے ان لفاظ میں بیان کیا:

۱۔ وہ احادیث جو خود رسول اللہؐ کے حکم سے لکھ گئیں۔

۲۔ وہ احادیث جنہیں صحابہؓ نے حضورؐ کی اجازت سے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر لکھا۔

۳۔ وہ احادیث جنہیں صحابہ کرامؓ نے مجلس نبوی میں سنا اور مجلس برخواست ہونے کے بعد قلمبند کیا (۲)

احادیث وسیر کی کتابوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ احادیث رسول کو صرف حافظہ ہی پر نہیں چھوڑا گیا تھا بلکہ ان کے لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ حضورؐ

۱۔ ابوداؤد کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی، ۴/ ۲۱۵

۲۔ کتابت حدیث، ۱۶؛ کتابت حدیث عہد نبوی میں، ۵

Marfat.com

کے عہد کا مکتوب ذخیرہ محفوظ ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کتابت حدیث کے متعلق کیا رویہ رکھتے تھے۔ سب سے پہلے ہم ابتدائی دو امور کے متعلق بحث کرتے ہیں۔

حضورؐ کے حکم سے لکھی ہوئی احادیث

نبی کریمؐ نے زکوٰۃ، صدقات اور خون بہا کے احکام پوری وضاحت کے ساتھ عمرو بن حزم کو لکھوا دیئے تھے (۱) یہ تحریر عمرو بن حزمؓ کے خاندان میں موجود تھی (۲) اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں عمرو بن حزم کے خاندان کا وہ مجموعہ احکام مل گیا (۳)۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے:

فمنها كتابه في الصدقات الذى كان عند أبى بكر و كتبه أابوبكر لأنس بن مالك لما وجهه إلى البحرين و عليه عمل ا لجمهور. و منها كتابه إلى اهل اليمن وهو الكتاب الذى رواه أبوبكر بن عمرو بن حزم عن أبيه عن جده وهو كتاب عظيم فيه أنواع كثيرة من الفقه فى الزكاة والديات والأحكام و ذكر الكبائر والطلاق و العتاق وأحكام الصلاة فى الثوب الواحد والا حتباء فيه و مس المصحف وغير ذلك. قال الامام احمد: لاشك أن رسول الله ﷺ كتبه واحتج الفقهاء كلهم بمافيه من مقادير الديات و منها كتابه الذى كان عند عمر بن الخطاب فى الزكاة وغيرها(۴)

ان گرامی ناموں میں سے ایک گرامی نامہ جو زکوٰۃ کے متعلق تھا حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ تھا اس کو حضورؐ کے حکم سے حضرت ابو بکر نے حضرت انس بن مالک کے لئے لکھا تھا جب انہیں بحرین روانہ کیا۔ آج جمہور علماء کا عمل اس خط کے مطابق ہے اور ایک گرامی نامہ اہل یمن کی طرف ارسال کیا، یہ وہ خط ہے جسے ابو بکر (تابعی) نے اپنے والد عمرو سے اور انہوں نے اپنے والد حزم سے روایت کیا ہے اور یہ بہت ہی عظیم الشان خط ہے۔ اس میں فقہ کے کثیر التعداد مسائل درج ہیں، زکوٰۃ، دیت اور احکام کے علاوہ کبیرہ گناہوں، طلاق، غلاموں کی آزادی، ایک ہی

۱۔ دار قطنی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الابل، ۲/۱۰۱۔۱۰۲

۲۔ دار قطنی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الابل، ۲/۱۰۱، ۱۰۲

۳۔ ایضاً: کتاب الاموال، ۳۶۷

۴۔ زاد المعاد، فصل فی کتبہ اھل الاسلام، ۱/۳۱

Marfat.com

کپڑا اوڑھنے اور مصحف کو چھونے وغیرہ کے مسائل مذکور ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: کہ اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ یہ حضور نے لکھوایا ہے اور تمام فقہاء اس اخط میں درج شدہ دیتوں کی مقدار پر عمل پیرا ہیں ایک وہ خط ہے جو بنی زبیر کو بھیجا گیا اور ایک وہ خط ہے جو خلیفہ ثانی حضرت فاروقؓ کے پاس تھا۔ اس میں زکوٰۃ کے نصاب اور دوسرے امور کے متعلق احکام تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے صحیفہ ہمام بن منبہ کے دیباچے میں لکھا ہے:

"عمرو بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اکیس دیگر فرامین بھی فراہم کیے جو بنی عادیا اور بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہینہ، حزام، طی اور ثقیف وغیرہ کے نام موسوم تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی جو عہد نبوی کی سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی جو روایت تیسری صدی ہجری میں دیبل کے مشہور محدث ابو جعفر الدیبلی نے کی ہے اور جن کے حالات انساب سمعانی میں دیبلی اور معجم البلدان یاقوت میں دیبل کے تحت ملتے ہیں، محفوظ ہے او ہم تک پہنچی ہے، چنانچہ اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین کے نام سے ابن طولون نے جو کتاب تالیف کی اور جس کا نسخہ بخط مولف کتاب خانہ المجمع العلمی دمشق میں محفوظ ہے، اور نیز جو چھپ گئی ہے اس میں حضرت عمرو بن حزم کی یہ تالیف بطور ضمیمہ شامل اور محفوظ کر دی گئی ہے (۱)

صحف نبوی

نبی کریمؐ نے بعض لوگوں کو بعض مخصوص حالات میں جو چیزیں لکھوائی تھیں وہ سب کی سب ان حضرات کے پاس محفوظ تھیں۔ کتب حدیث میں یہ تحریریں انہی بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں انہیں صحیفوں کا نام بھی دیا جاتا ہے ہم نے اس نام کے تحت وہ تمام تحریریں ذکر کی ہیں:

۱۔ جہینہ کے نام

عن عبداللہ بن عکیم قال اتانا کتاب رسول ﷺ ان لاتنتفعوا من المیتة باھاب

۱۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۲۹

۲۔ ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی جلود المیتة، ۴ / ۲۲۲؛ ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب من قال لاینتفع،

Marfat.com

ولا عصب (۱)

عبداللہ بن عکیم کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی ایک تحریر ہمارے قبیلۂ جہینہ کو پہنچی جس میں مختلف احادیث تھیں اور یہ حدیث بھی تھی کہ مردار جانوروں کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ

۲۔ صحیفہ وائل بن حجر

اسی طرح حضرت وائل بن حجر کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں نماز، روزہ، شراب اور سود وغیرہ کے احکام تھے۔ یہ صحیفہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی حاضری کے وقت دیا تھا (۱)

۳۔ صحیفہ اہل یمن

دارمیؒ نے لکھا ہے کہ رسول ﷺ نے اہل یمن کو ایک صحیفہ لکھوا کر بھیجا تھا، دارمیؒ کے الفاظ ہیں:

أن رسول الله ﷺ كتب إلى أهل اليمن أن لايمس القرآن إلا طاهر ولا طلاق قبل ملاك ولا عتاق حتى يبتاع (۲)

نبی کریمؐ نے یمن والوں کی طرف لکھ بھیجا کہ قرآن مجید صرف پاک آدمی چھو سکتا ہے نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور غلام خریدنے سے پہلے اس کی آزادی نہیں۔

۴۔ کتاب الصدقہ

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عاملوں کو بھیجنے کے لئے کتاب الصدقہ لکھوائی لیکن اسے بھیجنے سے پہلے رحلت فرما گئے اور آپؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے وہ کتاب عاملوں کے پاس بھیجی۔ کتاب الصدقہ میں جانوروں کی زکوٰۃ کے متعلق مسائل تھے (۳)

۵۔ صحیفہ علیؓ

اسی طرح حضرت علیؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا جسے رسول اللہؐ نے لکھوایا تھا۔

۱۔ طبرانی صغیر، ۲: ۱۴۴

۲۔ دارمی، کتاب الطلاق، باب لاطلاق قبل نکاح، ۲: ۱۶۱

۳۔ ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل، ۳: ۱۷؛ ابو داؤد، کتاب الزکاۃ باب فی زکاۃ السائمۃ، ۲: ۲۲۵

Marfat.com

عن أبی جحیفة قال قلت لعلی هل عند کم کتاب؟ قال لا إلا کتاب الله أو فهم اعطیه رجل مسلم أواما فی هذه الصحیفة. قال قلت وما فی هذه الصحیفه قال؟ العقل وفکاك الأسیر ولا یقتل مسلم بکافر (۱)

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے فرمایا نہیں مگر اللہ کی کتاب یا وہ سمجھ جو ہر مسلمان کو دی گئی ہے یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے میں نے کہا اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا حریت اور قیدیوں کے آزاد کرنے کے احکام اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

ابراہیم تیمی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت علیؓ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:

ماعندنا کتاب نقرئه إلا کتاب الله وما فی هذه الصحیفة فقال فیها الجراحات وأسنان الابل والمدینة حرم مابین عیرالیٰ کذا فمن احدث فیها حدثاً أو آوی فیها محدثاً فعلیه لعنة الله والملائکة والناس أجمعین. لایقبل منه صرف ولا عدل و من تولیٰ غیر موالیه فعلیه مثل ذلك و ذمة المسملین واحدة فمن اخفر مسلما فعلیه مثل ذلك(۲)

ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں مگر اللہ کی کتاب اور اس صحیفے میں کیا ہے فرمایا اس صحیفے میں جراحات اور دیت کے احکام اور اونٹوں کی زکاۃ کا بیان ہے اور یہ کہ مدینہ عائر سے ثور تک حرم ہے جس نے اس میں کوئی بدعت پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور ایسے شخص سے فرائض و نوافل قبول نہیں کیے جائیں گے اور اس صحیفہ میں یہ بھی تھا کہ جو شخص اپنے موالی کے سوا اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کرے گا تو اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے اور یہ کہ مسلمانوں کا عہد ایک ہے اور جو کسی مسلمان کا عہد توڑے گا اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔

۱۔ بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم، ۱/ ۳۶؛ ترمذی، کتاب الدیات؛ باب ماجاء لا یقتل مسلم بکافر، ۴/ ۲۴۔۲۵

۲۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب ذمۃ المسلمین وجوارھم، ۴/ ۶۷؛ کتاب الحج، باب حرم المدینۃ، ۴/ ۲۲۱؛ مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ۱/ ۴، ۱۱۵؛ تقیید العلم، ۸۸، ۸۹

Marfat.com

ابو حسان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ حکم دیتے تھے اور اس کی تعمیل کی جاتی تھی۔ آپ سے کہا جاتا کہ ہم نے ایسا کیا تو آپ فرماتے اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔ اشتر نے کہا کہ جب حضرت علیؓ کی یہ بات عام ہو گئی کہ آپ کے پاس رسول اللہ کا کوئی فرمان ہے تو آپ ایک صحیفہ نکال کر لائے جس میں مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ یہ بات بھی تھی۔

ان إبراهيم حرم مكة و إني احرم المدينة. حرم مابين حريتها وحماها كله لايختلي خلا ها ولا ينفر صيدها ولا تلتقط لقطتها إلا لمن اشار بها ولا تقطع منها شجره إلا ان يعلف رجل بعيره ولا يحمل فيها السلا ح لقتال قال وإذا فيها المؤ منون تتكافا دماء هم يسعى بذمتهم أدنا هم وهم يدغلى من سواهم. ألا لايقتل مؤمن بكافر ولا ذو عهد في عهده(۱)

ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔ مدینہ حرم ہے اس کا سبزہ کاٹا نہ جائے اوا س کا شکار ڈرایا نہ جائے اور اس کا لقطہ اٹھایا نہ جائے مگر جس کو اس کا اشارہ کرے اور اس سے درخت کاٹا نہ جائے اور یہ کہ ایک آدمی اپنے اونٹ کو چرائے اور اس میں قتال کے لئے ہتھیار نہ اٹھایا جائے اور یہ کہ تمام مسلمانوں کا خون ایک ہے اور اس میں غریب اوا میر کا فرق نہیں او مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ادنیٰ مسلمان تک ہر شخص اس کو پورا کرنے کی سعی کرے اس میں شریف اور وضیع کا فرق نہیں اور مسلمان ایک قوت ہیں ان کا مقابلہ میں جو ان کے سوا ہیں۔ یاد رکھو کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان نہ مارا جائے گا اور جس کے ساتھ عہد کیا گیا وہ تا اختتام عہد نہیں مارا جائے گا۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ سے یہ دریافت کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر کیا عطا کیا؟ تو آپ نے صحیفہ کا خصوصی ذکر کیا۔ پھر آپ نے وہ صحیفہ نکالا جس میں لکھا تھا:

لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من سرق منار الأرض ولعن الله من لعن والده ولعن الله من آوىٰ محدثا(۲)

۱۔ مسند ش، ۲/۱۹۹: حدیث کا کچھ حصہ بخاری اور مسلم اور ابو داوٗد میں بھی ہے۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ۴/۱۱۲-۱۱۳؛ بخاری، کتاب الحج، باب حرم المدینۃ، ۴/۲۲۰-۲۲۱؛ ابو داوٗد، کتاب المناسک، باب فی تحریم المدینۃ، ۲/۵۳۰

۲۔ مسند ش، ۲/۱۹۷: مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح...... ۶/۸۴

Marfat.com

اللہ نے اس پر لعنت کی جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہے اور اللہ نے اس پر لعنت کی جس نے حد بست کو توڑا اور اس پر لعنت کی جس نے اپنے والد پر لعنت کی اور اللہ نے اس پر بھی لعنت کی جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔

یہ صحیفہ رسول اللہؐ نے از خود عطا فرمایا تھا، چنانچہ ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو منبر پر یہ فرماتے سنا تھا:

والله ماعندنا كتاب نقرؤه عليكم إلا كتاب الله تعالىٰ وهذه الصحيفة اعطانيها رسول الله فيها فرائض الصدقة (۱)

واللہ ہمارے پاس پڑھنے کی کوئی کتاب نہیں ہے سوائے اللہ کی کتاب اور اس صحیفہ کے۔ مجھے یہ صحیفہ حضور نے عطا فرمایا اور اس میں احکام زکاۃ ہیں۔

خطوط و وثائق

ان صحف کے علاوہ رسول اللہؐ کے وہ خطوط و وثائق ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں بادشاہوں، قبیلوں کے سرداروں اور دوسرے لوگوں کے نام لکھوائے اور خود ان پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ان خطوط میں مقوقس شاہ مصر، نجاشی اور منذر بن ساوی کے نام لکھے جانے والوں کی نقلیں بھی محفوظ ہیں (۲) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے یہ چیزیں خود اہتمام سے لکھوائی ہیں۔ اگر آپ کتابت حدیث کے مخالف ہوتے تو ایسی دستاویزات نہ لکھواتے۔ ان دستاویزات سے آنحضورؐ کے رجحانات کا بین ثبوت ملتا ہے اور اس سلسلے میں اہم کڑی وہ دستاویز ہے جو رسول اللہؐ نے مدینہ تشریف لانے کے بعد اہل مدینہ کے ساتھ معاہدہ کی صورت میں لکھوائی۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں سخت انتشار تھا عرب اور یہود مدینے کے شہری تھے لیکن عرب اوس و خزرج کے بارہ قبیلوں میں اور یہود بنو نضیر، بنو قریظہ وغیرہ دس قبیلوں میں منقسم تھے۔ ان سب قبائل میں باہمی چپقلش نے کئی بار جنگ و جدل کی صورت اختیار کی تھی۔ ان میں کوئی متفق شہری اصول نہیں تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اصول و قواعد کے مطابق امور طے کرتا تھا اور کوئی اجتماعی قاعدہ نہ تھا۔ نبی کریمؐ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلی اجتماعیت کی بنیاد رکھی۔ میثاق مدینہ کی دفعات بتاتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے کتنے تدبر

۱۔ تقیید العلم، ۸۹؛ مسند ش، ۲/ ۲۰۰

۲۔ کتاب الاموال، ۲۰۲ و بعد؛ البدایہ، ۳/ ۲۲۵

Marfat.com

سے امن کو برقرار رکھنے کا اہتمام کیا۔ آپؐ نے اس معاہدے کو محض قلب ودماغ ہی تک محدود نہ رکھا بلکہ اسے لکھوایا اور تحریر میں پانچ مرتبہ اہل ھذ الصحیفہ کے الفاظ دہرائے۔ احادیث وسیر کی کتابوں میں اس معاہدہ کی تفاصیل دیکھی جا سکتی ہیں (۱) ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ کیا ان سب احادیث کے بعد بھی اس رائے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آپ کتابت حدیث کے مخالف تھے؟

وہ احادیث جو آپ کی اجازت سے یا آپ کی مجلس میں لکھی گئیں

ان احکام اور وصایا کے علاوہ جو آپؐ نے لکھوائے آپؐ کے ایسے ارشادات بھی موجود ہیں جو صحابہ کرامؓ نے آپ کی اجازت سے قلمبند کیے مثلاً حضورؐ کچھ ارشاد فرمارہے ہوتے، حاضرین میں سے کوئی صاحب ان ارشادات کو محفوظ کرنے کی اجازت چاہتے تو آپ اسے لکھنے کی اجازت دے دیتے یا اسے لکھوا دیتے تھے۔ اس سلسلے میں نہایت عمدہ مثال ابو شاہؓ کی ہے آنحضرتؐ جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے تو ابو شاہ یمنیؓ نے لکھنے کی اجازت چاہی، آپؐ نے فرمایا:

اکتبوا لأبی شاہ (۲)

ابو شاہ کے لئے لکھ دو

ایسی ہی اور بھی کئی مثالیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کسی کی درخواست پر اسے لکھوا دیا ہو جہاں تک حاضرین کے لکھنے کا تعلق ہے اس کے لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے یہ الفاظ کافی ہیں:

بینمانحن حول رسول اللہ ﷺ نکتب

جب ہم رسول اللہؐ کے پاس بیٹھ لکھ رہے تھے۔

بقول سید ابو بکر غزنوی، "اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں کتابت حدیث کا انداز یہ ہوتا تھا کہ آپؐ درمیان میں تشریف فرما ہیں صحابہؓ کی جماعت آپؐ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھی ہے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں صحابہؓ لکھتے جاتے ہیں یہ تو بالکل املا کی شکل ہوئی۔" ساتھ ہی حضرت انسؓ کی اس روایت کو بھی پیش نظر رکھئے کہ رسول اللہؐ ہر بات کو دو

۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے الوثائق السیاسیۃ کے نام سے آپ کے تمام خطوط اور معاہدے شائع کر دیئے ہیں

۲۔ بخاری، کتاب الحجّ، باب تحریم مکۃ......، ۴/۱۱۰؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ۵/۳۹؛ تقیید العلم، ۸۸؛ جامع بیان العلم، ۱/۷۰؛ علوم الحدیث لابن صلاح، ۱۷۰

Marfat.com

تین مرتبہ دہراتے تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم: کان اذا تکلم بکلمۃ اعاد ھاثلاثا حتی تفھم عنہ (۱)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو صحت تعین کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی (۲)

ڈاکٹر صبحی صالح کے الفاظ میں "بہر کیف یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بعض صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی زندگی میں حدیثیں لکھیں۔ بعض نے عام نہی کے باوجود آنحضرتؐ کی خصوصی اجازت سے احادیث رقم کیں جیساکہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ کتابت حدیث کا زیادہ کام آنحضورؐ کی زندگی کے آخری برسوں میں اس وقت ہوا جب آپ نے اس کی کھلی اجازت مرحمت فرمائی۔ عہد رسالت میں احادیث نبویہ پر مشتمل جو صحیفے لکھے گئے ہمارے پاس ان کا تاریخی ثبوت موجود ہے البتہ ان کی اسانید صحیح بھی ہیں اور ضعیف بھی اور بعض کی اسانید تو بہت ہی قوی ہیں یہ بھی درست ہے کہ آج وہ صحیفے ہمارے ہاتھوں میں موجود نہیں تاہم ہمیں پورا یقین ہے کہ ایسے صحیفے عہد رسالت میں لکھے گئے تھے اور آپ کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک لوگوں میں مقبول و متداول رہے (۳) صحابہ کرام کی ایسی واضح تعداد کا پتہ چلتا ہے جو حدیثیں لکھ کر محفوظ کرتے اور انہیں لوگوں کو سکھاتے تھے۔ جو لوگ آنحضورؐ کی اجازت سے حدیثیں لکھا کرتے تھے ان میں چند ایک قابل ذکر اصحاب کے نام یہ ہیں:

سعد بن عبادہؓ (۴)، عبداللہ بن ابی اوفیؓ (۵)، سمرۃ بن جندبؓ (۶)، جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ، انس بن مالکؓ، ان تمام صحابہ کے صحیفوں کے متعلق بہت کچھ مواد ملتا ہے ہم ان اصحاب کے بارے میں باختصار ذکر کرتے ہیں:

سعد بن عبادہؓ

سعد بن عبادہ کے صاحبزادے سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے والد کا مکتوب ذخیرہ

۱۔ بخاری، کتاب العلم بباب من اعاد الحدیث ثلاثا......، ۱/۳۲

۲۔ کتابت حدیث عہد نبوی میں، ۱۰؛ کتابت حدیث، ۳۴

۳۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۲۴

۴۔ التاریخ الکبیر، ۴/۴۴؛ اسد الغابہ، ۲/۳۵۶؛ شذرات، ۱/۲۸؛ العبر، ۱/۱۹

۵۔ الجرح، ۵/۱۲۰؛ تہذیب، ۵/۱۵۱؛ شذرت، ۱/۹۶

۶۔ التاریخ الکبیر، ۴/۱۷۶؛ تہذیب، ۴/۲۳۶؛ شذرت، ۱/۶۵؛ الجمع بین رجال الصحیحین ۱/۲۰۲

Marfat.com

احادیث دیکھا(۱)۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ دور جاہلیت کے کاتبوں میں سے تھے (۲) اس لئے بہت ممکن ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے آنحضورؐ کے بیشتر ارشادات کو قلمبند کرنے کا بہت اچھا انتظام کیا ہو سعد بن عبادہؓ کا فرزند اسی صحیفہ سے حدیثیں روایت کرتا تھا(۳)

عبداللہ بن ابی اوفی

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے صحیفہ سے حدیث پڑھی (۴) وہ ہاتھ سے حدیثیں لکھا کرتے تھے اور لوگ ان کی جمع کردہ احادیث پڑھا کرتے تھے امام بخاری کی روایت کردہ مفصل حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن موسیٰ بن عقبة عن سالم أبی النضرؒ مولیٰ عمر بن عبیدا لله ، كنت كاتباً له، قال كتب إليه عبدالله بن أبی أوفیٰ حين خرج إلی الحرورية فقرأته فاذا فيه أن رسول الله ﷺ فی بعض أيامه التی لقی فيها العدو وانتظر حتی مالت الشمس ثم قام فی الناس فقال: "يا أيها الناس لاتتمنوا لقاء العدو وسلوا الله العافية فاذا لقيتموهم فاصبروا. واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف ثم قال اللهم منزل الكتاب ،مجری السحاب ، وهازم الأ حزاب اهزمهم وانصر نا عليهم(۵)

موسیٰ بن عقبہ ابو النضرؒ سالم مولیٰ عمر بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ (سالم) ان (عمر بن عبید اللہ) کے کاتب تھے کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے ایک خط لکھا جو میں نے عمر بن عبید اللہ کو پڑھ کر سنایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ عمر بن عبید اللہ جب خوارج کی جانب گئے تو عبداللہ بن ابی اوفی نے انہیں لکھا اور میں نے پڑھ کر سنایا کہ نبی کریمؐ ایک لڑائی میں منتظر رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا: اے لوگو دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کیا کرو اور خدا سے عافیت مانگو۔ جب دشمن سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو صبر سے کام لو اور جان لو جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر فرمایا: اے اللہ قرآن کریم کے نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے اور لشکر اعداء کو بھگا دینے والے دشمن کو شکست دے اور ہمیں فتح یاب کر۔

۱۔ ترمذی کتاب الاحکام، باب الیمین مع الشاہد ۳ / ۶۲۷ ؛ صحیفہ ہمام بن منبہ، صفحہ ۱۶

۲۔ تہذیب التہذیب، ۳ / ۴۷۵

۳۔ تاریخ تدوین حدیث، ۴۷

۴۔ بخاری کتاب الجہاد، باب صبر عند القتال، ۳ / ۲۱۲

۵۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب لاتمنوا لقاء العدو ۴ / ۲۳، ۲۴ ؛ باب الصبر عند القتال، ۳ / ۲۱۲

Marfat.com

صحیفہ سمرۃ بن جندبؓ

حضرت سمرۃ بن جندبؓ (م ٦٠ھ) نے بھی ایک صحیفہ میں حدیثیں جمع کی تھیں ان کے بعد یہ صحیفہ ان کے بیٹے سلیمان کو ملا اور وہ اس کی روایتیں بیان کرتے (۱) غالباً یہ وہی صحیفہ ہے جو سمرہ نے بصورت مکتوب اپنے بیٹوں کو روانہ کیا، اسی کے بارے میں ابن سیرین فرماتے ہیں :

فی رسالة سمرة إلى بنيه علم كثير (۲)

سمرہ نے جو مکتوب اپنے بیٹوں کے نام (روانہ کیا) اس میں بہت سا علم موجود ہے۔

صحیفہ جابرؓ

حضرت جابر بن عبداللہ (م ۷۱ھ) نے بھی ایک صحیفہ رقم کیا تھا (۳) : امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ مناسک حج سے متعلق تھا (۴) ممکن ہے حضرت جابرؓ کے صحیفہ میں آنحضورؐ کے آخری حج کا بھی ذکر ہو جس میں آپ نے ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس احتمال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ مشہور تابعی قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) اس صحیفہ کی بڑی تعریف کیا کرتے اور کہا کرتے تھے :

لا بصحيفة جابر احفظ منى من سورة البقرة (۵)

جابرؓ کا صحیفہ تو مجھے سورہ بقرہ سے بھی زیادہ ازبر ہے

ممکن ہے حضرت جابر کے شاگرد سلیمان بن قیس الیشکری نے جو احادیث روایت کی ہوں وہ اسی صحیفہ سے ماخوذ ہوں۔ سلیمان کا حدیثیں لکھنا ایک مسلم امر ہے جیسا کہ ابو سفیان نے ابو بشر کے جواب میں یہ کہا ہے کہ سلیمان حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا (٦)۔ اسی طرح وہب بن منبہ کی وہ روایت جس میں حضرت جابرؓ کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جب حلقہ باندھ کر مسجد نبوی میں اپنے تلامذہ کو حدیثیں لکھوایا کرتے تھے تو وہب وہ

۱۔ تہذیب التہذیب، ۴/ ۲۳٦

۲۔ ایضاً، ۴/ ۲۳٦۔۲۳۷

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۳

۴۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۱۴

۵۔ التاریخ الکبیر، ۴/ ۱۸۲؛ تہذیب ۸/ ۳۵۳؛ طبقات ۷/ ۲۲۹

٦۔ تقیید العلم، ۱۰۸

Marfat.com

حدیثیں لکھ لیتے تھے (۱) ممکن ہے یہ حدیثیں حضرت جابرؓ کے صحیفے سے منقول ہوں اس سے کم از کم یہ نتیجہ تو اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ صحیفہ لوگوں میں عام طور سے مشہور تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابرؓ کے بعض تلامذہ نے یہ صحیفہ نقل کر لیا ہو لیکن اس کا واضح ثبوت موجود نہیں ہے۔ محمد بن الحنفیہؒ (متوفی ۸۰ھ جو کبار تابعین میں سے ہیں)، محمد بن علی ابو جعفر الباقرؒ (م ۱۱۴ھ) اور عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ، تینوں آپ کے شاگرد تھے۔ یہ تینوں اکابر حضرت جابرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث نبویہ اور آنحضرت ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کرتے اور لکھا کرتے تھے (۲) انہی جابرؓ کے متعلق ابن عبدالبر نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کو حدیث سے کتنا شغف تھا، فرماتے ہیں:

بلغني حديث عن رجل من اصحاب النبي ﷺ فابتعت بعيرا فشددت عليه رحلي ثم سرت إليه شهرا حتى قدمت الشام فاذا عبدالله بن أنيس الأنصاري فأتيت منزله وأرسلت أليه أن جابرا على الباب فرجع إلى الرسول فقال جابر بن عبدالله؟ فقلت نعم فخرج إلي فاعتنقته واعتنقني قال قلت حديث بلغني عنك انك سمعته من رسول الله ﷺ في المظالم لم أسمعه أنا منه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحديث (۳)

> آنحضرتؐ کے صحابیوں میں ایک صاحب کے واسطے سے مجھے حضور کی ایک حدیث پہنچی میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوا کس کر ایک ماہ تک چلتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچا اور عبداللہ بن انیس انصاری کے گھر پہنچا اندر آدمی بھیجا کہ دروازہ پر جابر کھڑے ہیں۔ آدمی نے واپس آکر پوچھا جابر بن عبداللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں! عبداللہ بن انیس باہر نکلے دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے ذریعے ایک حدیث پہنچی ہے جو آپ نے آنحضرتؐ سے مظالم کے متعلق سنی اور میں نہیں سن سکا۔ عبداللہ بن انیس نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرماتے تھے اور پوری حدیث سنائی۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ۱۱/ ۶۶ اوبعد

۲۔ تقیید العلم، ۱۰۴؛ طبقات ابن سعد، ۵/ ۳۴۴

۳۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۹۳

Marfat.com

حضرت جابرؓ کے متعلق ابن جوزی نے تلقیح میں لکھا ہے کہ ان کی احادیث کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چھ ہے (۱) حضرت جابرؓ کے متعلق ہشام ابن عروہ کا قول ہے :

کان لجابر بن عبدالله حلقة فی المسجد النبوی یؤ خذعنه العلم (۲)

مسجد نبوی میں حضرت جابر بن عبداللہ کا ایک حلقہ درس تھا جس میں لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمروؓ

حضرت عبداللہ بن عمرو (م ۶۵ھ) مہاجر صحابہ میں سے ہیں تحصیل علم کا بڑا شوق تھا۔ تورات و انجیل کے بھی عالم تھے۔ ان کا زہد و تقویٰ اور ان کی عبادت و ریاضت عہد رسالت ہی میں مسلم تھی۔ تذکرہ نگاروں نے انہیں "عالم ربانی" کے لقب سے یاد کیا ہے (۳)۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کتابت احادیث کے لئے حضورؐ کی اجازت کا خود ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

عن عبدالله بن عمرو انه أتى رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله إنی أرید أن أروی من حدیثك فاردت أن أستعین بکتاب یدی مع قلبی. إن رأیت ذلك فقال رسول الله إن کان حدیثی ثم استعن بیدك مع قلبك (۴)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ کی حدیثیں روایت کروں میرا ارادہ ہے کہ میں دل کے ساتھ ہاتھ سے لکھنے کی مدد بھی لوں اگر آپ پسند فرمائیں؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا اگر میری حدیث ہو تو اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو۔

حضورؐ کی اجازت کے بعد جب انہوں نے انہماک سے حدیثیں لکھنا شروع کیں تو بعض حضرات نے انہیں کتابت حدیث سے منع کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے آنحضورؐ سے اس کا ذکر کیا اور حضورؐ نے اس اجازت کو بحال رکھا۔ اس واقعہ کو وہ خود بیان کرتے ہیں :

عن عبدالله بن عمرو قال کنت أکتب کل شئی أسمعه من رسول الله ﷺ ارید حفظه فمنعتنی قریش فقالو ا إنك تکتب کل شئی تسمعه من رسول الله ، و

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۸۶

۲۔ الاصابہ، ۱/ ۲۱۴

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۱

۴۔ دارمی، مقدمہ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۵۔ ۱۲۶

Marfat.com

رسول الله بشر يتكلم في الغضب فأمسكت عن الكتابة فذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فقال أكتب والذي نفسي بيده ماخرج مني إلا الحق(۱)

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی زبان مبارک سے جو لفظ سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا اس ارادہ سے کہ اسے یاد کرلوں گا لیکن قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ سے جو سنتے ہو وہ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ تو بشر ہیں وہ غصہ میں بھی کچھ فرمادیتے ہیں (ان کی اس بات سے متاثر ہوکر) میں نے لکھنا ترک کر دیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا تو سرور عالمؐ نے فرمایا: جو مجھ سے سنا کرو ضرور لکھا کرو اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔

الصحیفۃ الصادقۃ

انہی حضرت عبداللہؓ نے حضورؐ کی احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ مرتب کیا جسے "الصحیفہ الصادقہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر صبحی صالح (۲) اگرچہ یہ صحیفہ اصالتاً ہم تک نہیں پہنچا مگر یہ مسند احمد میں جوں کا توں محفوظ ہے (۳)۔ بقول ابن الاثیر اس میں ایک ہزار احادیث تھیں (۴) حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے بذات خود یہ صحیفہ رقم کیا، فرماتے ہیں:

الصادقة صحيفة كتبتها من رسول الله وقال هي الصادقه فيها ماسمعته من رسول الله ﷺ وليس بيني وبينه أحد(۵)

صادقہ ایک صحیفہ ہے جو میں نے نبی کریم سے سن کر لکھا ہے۔ میں نے اسے رسول اللہ سے سنا اور میرے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

وہ اسے بڑی اہمیت دیتے تھے، فرمایا کرتے:

۱۔ تقیید العلم، ۷۴۔۸۲؛ جامع بیان العلم ۱/۷۱؛ ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی کتابۃ العلم، ۴/۶۰؛ المحدث الفاصل، ۳۶۴، ۳۶۵

۲۔ علوم الحدیث ومصطلحہ، ۲۷

۳۔ مسند احمد، ۲/۱۸۵۔۲۲۶

۴۔ اسد الغابۃ ترجمہ عبداللہ بن عمرو، ۳/۲۳۳

۵۔ تقیید العلم، ۸۲؛ اسد الغابہ، ۳/۲۳۴

Marfat.com

مايرغبني في الحيوة إلاخصلتان الصادقة والوهطة فاما الصادقة فصحيفة كتبتها عن رسول الله واما الوهطة فأرض تصدق بها عمرو بن العاص كان يقوم عليها(۱)

دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے ایک تو صحیفہ صادقہ کی وجہ سے دوسرے الوھطہ نامی زمین کی بناء پر جو مجھے میرے والد نے عطا کی ہے۔

حضرت عبداللہ اس صحیفہ کی کتابت کے متعلق خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے کتابت کے متعلق دریافت کیا۔

أأكتب كل ما أسمع؟ قال نعم! قلت في الرضى والغضب قال نعم! فاني لا أقول في ذلك إلا حقا(۲)

میں جو کچھ آپ سے سنوں لکھ لیا کروں ؟آپ نے فرمایا ہاں !انہوں نے عرض کی آپ راضی ہوں یا غصے میں،آپ نے فرمایا ہاں! کیونکہ میں ہر حال میں حق بات کہتا ہوں۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے اس پر اچھا تبصرہ کیا ہے :وہ لکھتے ہیں ’’جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس صحیفہ میں وہ فتاوی موجود ہیں جو حضرت عبداللہ کے سوالات کے جواب میں آنحضور ارشاد فرمایا کرتے تھے تو اس صحیفہ پر ہمارا اعتماد بڑھ جاتا ہے(۳)‘‘آگے چل کر لکھتے ہیں :’’ہمارا خیال ہے کہ نبیؐ کے واضح ارشادات کے بعد حضرت عبداللہؓ نے حدیثیں لکھنا شروع کی ہوں گی‘‘(۴) حضرت عبداللہ کے پوتے عمرو بن شعیب (م ۱۲۰ھ) اس صحیفہ سے حدیثیں روایت کرتے تھے (۵) ڈاکٹر صبحی صالح اس واقعہ کو ظن غالب کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں (۶) جلیل القدر تابعی مجاہد متوفی ۱۰۲ھ نے یہ صحیفہ عبداللہ بن عمرو کے پاس دیکھا تھا (۷) حضرت

۱۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲؛ تقیید العلم، ۸۴۔۸۵ ؛ دارمی، مقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۷

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۱؛ مسند احمد، ۲/ ۲۰۷؛ تقیید العلم، ۷۷

۳۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۲۷

۴۔ ایضا

۵۔ تہذیب التہذیب ۸/ ۴۹، صحیفہ ہمام بن منبہ ۲،

۶۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۲۹

۷۔ تہذیب التہذیب، ۸/ ۵۴ .

Marfat.com

عبداللہ کو کتابت حدیث کا کتنا شغف تھا؟اور آپ کس درجہ انہماک سے یہ کام سرانجام دیتے تھے؟اس کا پتہ صحابہ کرامؓ کے بیانات سے چلتا ہے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ مکثرین صحابہ میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ ابو محمد بن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بقی بن مخلد کی مسند میں پانچ ہزار تین سو سے زیادہ اور سو سے کچھ کم حدیثیں جناب ابو ہریرہؓ کی منقول ہیں(۱)۔ لیکن انہیں احساس ہے کہ عبداللہؓ کے پاس ان سے زیادہ احادیث ہیں۔ ان کا قول ہے :

مامن أصحاب رسول الله أحد أكثر حديثا عنه منى إلاماكان من عبدالله بن عمرو فانه كان يكتب ولاأكتب (۲)

صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ کثیر الروایات اور کوئی نہ تھا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا معاملہ جداگانہ نوعیت کا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

مجمع الزوائد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی بات اور طرح بیان کی گئی ہے۔

فانه كان يكتب بيده ويعيه بقلبه وكنت اعيه بقلبى ولاأكتب بيدى واستأذن رسول الله فى الكتابة عنه فاذن له(۳)

اس لئے کہ وہ ہاتھ سے لکھتے اور دل میں محفوظ رکھتے تھے مگر میں دل میں یاد تو رکھتا تھا مگر ہاتھ سے نہیں لکھتا تھا۔ انہوں نے آپؐ سے لکھنے کی اجازت طلب کی اور آپؐ نے مرحمت فرما دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحیفہ صادقہ میں کتنی احادیث ہوں گی اور حضرت عبداللہ حدیثیں لکھنے میں کتنا اہتمام کرتے ہوں گے۔

حضرت انسؓ کا مجموعہ احادیث

حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہؐ کے جاں نثار خادم تھے۔ حضورؐ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ان کے والدین نے آنجناب کے ساتھ والہانہ عقیدت کی بناء پر انہیں آپؐ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اور کہا تھا :

۱۔ الاصابہ ۴/۲۰۲؛ توجیہ النظر، ۱۱

۲۔ تقیید العلم، ۷۰؛ دارمی، مقدمہ، باب من رخص......، ۱/۱۲۵

۳۔ مجمع الزوائد، ۱/۱۵۱

Marfat.com

یا رسول اللہ !هذا ابنی وهو غلام کاتب(۱)

یہ میرا بیٹا ہے یہ ابھی بچہ ہے مگر فن کتابت جانتا ہے۔

حضرت انسؓ کا شمار بھی مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت انسؓ خادم خاص تھے اس لئے ان سے زیادہ اور کسے قرب حاصل ہو سکتا تھا۔ ان کا مکثرین صحابہ میں شامل ہونا ایک بدیہی بات ہے۔ حضرت انسؓ کے متعلق مندرجہ ذیل روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس تحریر موجود تھی :

"سعید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ انسؓ بن مالک سے جب زیادہ اصرار سے کہتے تو وہ ہمارے لئے ایک چونگا نکال لاتے اور کہتے یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنیں اور لکھ کر دربار رسالت میں پیش کیں" (۲)

سید ابو بکر غزنوی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں :

"حضرت انسؓ کا یہ بیان کتابت حدیث کے سلسلے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسؓ احادیث قلمبند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اصلاح و تصحیح کی غرض سے حضور کی خدمت میں بھی پیش کرتے تھے۔ اس بیان کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی جو روایات ہیں انہیں آنحضرتؐ کی تصدیق و توثیق حاصل ہے اور وہ زمانہ نبوت ہی میں قلمبند ہو کر حضورؐ کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں (۳)" بقول سید منت اللہ رحمانی واقعات بتلاتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی مرویات آپؐ ہی کے عہد میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں قلمبند ہو چکی تھیں۔ ابان تابعی کے متعلق آتا ہے :

عن سلم العلوی قال رأیت ابان یکتب عند انس فی سبورة(۴)

سلم علوی کہتے ہیں کہ ابان حضرت انس کے پاس بیٹھ کر کاپی میں حدیثیں لکھتے تھے۔

۱۔ اسد الغابہ، ۱/ ۱۲۸

۲۔ المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ، ۳/ ۵۷۳-۵۷۴: اس روایت کو منت اللہ رحمانی نے معبد بن ہلال کے ذریعے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے سعید بن ہلال کا ذکر کیا ہے۔ اس کا حوالہ رحمانی صاحب نے دیا ہے اور نہ ڈاکٹر صاحب نے، البتہ عجاج نے راوی کا ذکر کئے بغیر اسے تقیید العلم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ دارمی میں یہ روایت کسی اور انداز سے منقول ہے دارمی نے سبورہ کا ذکر کیا ہے (دارمی، مقدمہ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۷: تقیید، ۹۵، ۹۶)

۳۔ کتابت حدیث عہد نبوی میں، ۱۹

۱۔ دارمی، مقدمہ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۷

Marfat.com

ظاہر ہے کہ حضرت لبان کے لکھے ہوئے نسخے میں وہ حدیثیں ضرور ہوں گی جن کو حضرت انسؓ نے لکھ کر حضورؐ کے سامنے پیش کیا تھا(۱) موجودہ کتب حدیث میں آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو چھیاسی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۹ھ) جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق دعا فرمائی تھی کہ :

اللھم فقھہ فی الدین (۲)

اے اللہ اسے دینی بصیرت عطا کر۔

اللھم الھمہ الحکمۃ وعلمہ التاویل (۳)

اے اللہ اسے حکمت الہام کر اور تعبیر کا علم دے۔

آپ نے آنحضورؐ کی حدیث وسیرت کے متعلق بہت سی تختیوں پر بڑے اہتمام کے ساتھ تحریر کیا تھا(۴) حضرت عبداللہؓ کے شاگرد سعید بن جبیر متوفی ۹۶ھ ان سے حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس املاء کراتے اور وہ لکھتے جاتے تھے۔ جب کاغذ ختم ہو جاتا تو کپڑوں، جوتوں اور بعض اوقات اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتے: جب گھر پہنچتے تو اپنے صحیفے میں درج کر لیتے (۵) بلاشبہ یہ صحف مدت مدید تک متداول رہے (۶) اور حضرت ابن عباسؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے علی کے ورثے میں آئے (۷)

دوسرے لوگوں کے علاوہ علی ابن عبداللہ خود بھی ان سے استفادہ کرتے۔ مشہور ہے کہ علی جب شرعی احکام پر مشتمل کوئی تحریر دیکھنا چاہتے تو کریب کو پیغام بھجواتے کہ فلاں صحیفہ

۱۔ کتابت حدیث، ۲۵

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۰؛ تقیید العلم، ۹۱۔۹۲

۳۔ الاصابہ، ۲/۳۲۲

۴۔ طبقات ابن سعد، ۲/۳۰

۵۔ دارمی، مقدمہ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/۱۲۸؛ ابن سعد، ۶/۱۷۹: روایت کا کچھ حصہ تقیید، ۱۰۲ پر بھی ہے

۶۔ علوم الحدیث ومصطلحہ، ۳۱

۷۔ ابن سعد، ۵/۲۹۳

Marfat.com

مجھے بھیج دو: جب وہ صحیفہ پہنچتا تو آپ اس میں سے مطلوبہ احکام نقل کر کے صحیفہ واپس بھیج دیتے(۱) ابن عباسؓ جب فوت ہوئے تو ان کے پاس ایک اونٹ کے بوجھ جتنی کتابیں تھیں(۲)

حلقہ درس' کتابت حدیث کا ذریعہ

ان صحف کے علاوہ بھی کتابت حدیث کا کام ہوا ہے مختلف افراد لکھنے کا اہتمام کرتے رہے اور آنحضورؐ سے کتابت کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ کتب سیر واحادیث کی چھان بین کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ درس ہوتا تھا اور لوگ آپؐ سے استفادہ کرتے تھے۔

عن أبی واقد اللیثی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم بینما هو جالس فی المسجد والناس معه اذ أقبل ثلاثة نفر فاقبل اثنان إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم وذهب واحد. قال فوقفا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاما احد هما فرأی فرجة فی الحلقة فجلس فیها. وأما الاخر فجلس خلفهم وأما الثالث فأ دبر ذاهبا فلما فرغ رسول الله ﷺ قال ألا أخبر کم عن النفر الثلاثة؟ اما أحد هم فاوی إلی الله فأ و اه الله و أما الاخر فاستحي، فاستحي الله منه وأما الاخر فاعرض ، فاعرض الله عنه(۳)

> ابو واقد کہتے ہیں کہ حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ حلقہ بنا کر آپ کے سامنے بیٹھے تھے سامنے سے تین شخص آئے ان میں سے ایک تو واپس چلا گیا اور دو آگے بڑھے۔ ایک کو حلقے میں جگہ مل گئی اور دوسرے صاحب کو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے پیچھے بیٹھنا پڑا۔ حضورؐ جب درس سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کا حال بتادوں؟ ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی اللہ نے اسے پناہ دے دی۔ دوسرے نے حیاء کی اور اللہ نے بھی اس سے حیاء کی۔ تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ نے اس سے منہ پھیر لیا

عن انس قال : کنا قعوداً مع النبیؐ فعسیٰ أن یکون قال ستین رجلا فیحدثنا

۱۔ تقیید العلم، ۱۳۶

۲۔ ابن سعد، ۵/ ۲۹۳

۳۔ بخاری کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس، ۱/ ۲۴

Marfat.com

الحديث ثم يدخل لحاجته فنراجعه بينناهذا ثم هذا فنقوم كأ نما زرع في قلوبنا(۱)

حضرت انس فرماتے ہیں ہم جب رسالت مآبؐ سے درس حدیث لینے بیٹھتے تھے تو اکثر درس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ساٹھ آدمیوں کے لگ بھگ ہوتی تھی۔ اور جب حضورؐ مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم شرکاء باری باری حدیث کو دہراتے تھے اور جب ہم اٹھتے تھے تو ہم کو حدیثیں اس طرح یاد ہوتی تھیں گویا ہمارے دلوں میں ان کو بو دیا گیا ہے۔

عن أبي سعيد الخدري: قال كنا قعوداً نكتب مانسمع من النبي(۲)

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے گرد بیٹھے ہوئے حدیث سنتے اور لکھتے تھے۔

وعن عبدالله بن عمرو قال كان عند رسول الله ناس من أصحابه وأنا معهم وأنا أصغر القوم فقال النبي ﷺ من كذب علي متعمد افليتبوأ مقعده من النار. فلما خرج القوم قلت كيف تحدثون عن رسول الله ؟ وقد سمعتم ما قال وانتم تنهمكون في الحديث عن رسول الله فضحكوا فقالوا يا ابن أخينا ان كل ما سمعنا منه عندنا في كتاب(۳)

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ حضورؐ کی حدیث میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر تھی اور میں بھی ان میں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے صحابہ سے کہا کہ آپ نے حضورؐ کے ارشاد کو سنا؟ پھر آپ لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی کیسے جرات ہوئی ہے ؟ تو ان صحابہ نے ہنستے ہوئے یہ جواب دیا اے بھتیجے ہم نے رسول اللہؐ سے جو کچھ سنا ہے وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن رافع بن خديج انه قال قلنا يا رسول الله إنا نسمع منك أشياء أفنكتبها ؟ قال:

۱۔ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۶۱

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً، ۱/ ۱۵۱: مجمع الزوائد کی روایتوں میں یزید رقاشی کو ضعیف اور اسحاق بن یحییٰ کو متروک قرار دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یزید ایک عابد آدمی تھا، بخاری نے ادب المفرد میں اس سے روایت کی ہے ابو داؤد اور ترمذی نے بھی (تقریب التہذیب ۲/ ۳۶۱)۔ اسحاق بن یحییٰ سے ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ (ترمذی کتاب العلم باب من یطلب الدنیا لعلمہ، ۵/ ۳۲)

Marfat.com

اکتبوا ولاحرج

حضرت رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دربار رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم لوگ آپ کی زبان مبارک سے بہت سی باتیں سنتے ہیں اور انہیں لکھ لیتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے ؟ رسول اللہؐ نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی مضائقہ نہیں۔

عن رافع بن خدیج' قال خرج علینا رسو ل اللہ فقال: تحدثوا ومن کذب علی فلیتبوأ مقعده من جهنم . قلت یارسول اللہ : إنا نسمع منك أشياء أفنكتبها؟ قال اکتبو اولا حرج(۱)

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرمؐ ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے تم حدیثیں بیان کرو جس نے مجھ پر جھوٹی بات کہی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے میں نے عرض کیا ہم آپ سے سنتے ہیں کیا ہم لکھ لیں ؟آپ نے فرمایا لکھ لو کوئی مضائقہ نہیں۔

آپؐ کے آزاد کردہ غلام اور خادم ابو رافعؓ نے بھی آپؐ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپؐ نے انہیں اجازت دے دی تھی (۲) یہ بزرگ اصل میں مصری تھے۔ پہلے حضرت عباس کے غلام تھے۔آپؐ نے انہیں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا تو آنحضرت ﷺ نے انہیں فوراً آزاد کر دیا(۳)

ان تمام احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ حضورؐ کے درس میں بیٹھتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ کبھی زبانی یاد کر لیتے اور کبھی لکھ لیتے۔

مذاکرہ علم

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مجلس میں مسائل بھی پیش ہوتے تھے اور مذاکرہ بھی ہوتا تھا معاویہؓ کی روایت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے :

قال و كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم يوما فدخل المسجد فاذا هو بقوم في

۱۔ کنزالعمال، ۵/ ۲۲۲؛ تقیید العلم، ۷۳۔ ۷۴؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۶۰

۲۔ الکفایہ، ۳۳۰۔ ۳۳۱ :بقول خطیب ابو رافع کے پاس مکتوب احادیث کا ذخیرہ موجود تھا؛ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۳۷ :ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول ابو رافع کے مجموعہ احادیث کے بارے میں تفصیلات مہیا نہیں

۳۔ روض الانف للسہیلی، ۲/ ۷۸

Marfat.com

المسجد قعود. فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم مایقعدکم؟ قالوا صلینا الصلوة المکتوبة ثم قعدنا نتذاکر کتاب الله وسنة نبیه ﷺ فقال رسول الله ان الله إذا ذکر شیئاً تعاظم ذکره(۱)

حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ مسجد میں داخل ہوئے آپؐ نے مسجد میں ایک جماعت بیٹھی ہوئی پائی تو فرمایا تم کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے فرض نماز پڑھی پھر ہم بیٹھ گئے۔ ہم اللہ کی کتاب اور سنت رسول کا مذاکرہ کر رہے ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں اس کا ذکر بڑھ جاتا ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ، علقمہؒ اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین صحابہ و تابعین حدیث کے مذاکروں کی اپنے ساتھیوں اور شاگردوں کو تاکید کرتے تھے(۲) حضرت علیؓ کہتے ہیں:

تذاکرو الحدیث و تزاوروا فانکم أن لم تفعلوا یدرس (۳)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ علم کا تذکرہ کیا کرو اور ایک دوسرے سے ملتے رہو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا۔

بقول سید منت اللہ رحمانی: ”صحابہ کرام میں دو چیزوں کا چرچا تھا: کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ وہ اپنے وقت کو انہیں دو کاموں میں صرف کرتے اور انہی دو چیزوں کو خود پڑھتے، دوسروں کو پڑھاتے یا ان سے سنتے رہتے تھے اپنے ساتھیوں اور شاگردوں کو انہی چیزوں کے مذاکرہ اور حفظ کی تاکید کرتے رہتے، تو پھر جنہوں نے حدیث کو اپنا مشغلہ بنا لیا ہو انہیں حدیثیں یاد نہ رہتیں تو اور کس کو رہتیں“(۴)

کتابت حدیث کی حوصلہ افزائی

حفاظت حدیث کے دو پہلوؤں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، ان سے صاف ثابت ہے کہ حضور

۱۔ مستدرک، کتاب العلم، باب ان اللہ......، ۱/ ۹۴

۲۔ المحدث الفاصل، ۵۴۶؛ الجامع لاخلاق الراوی، ۱/ ۲۳۶۔۲۳۷، ۲/ ۲۶۹؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۱۰۱، شرف اصحاب الحدیث، ۹۷

۳۔ دارمی، مقدمہ، باب مذاکرۃ العلم، ۱/ ۱۵۰، ایک اور روایت میں تذاوروا و تذاکروا ھذا الحدیث ان لا تفعلوا یدرس کے الفاظ ہیں (المحدث الفاصل، ۵۴۵، جامع بیان العلم، ۱/ ۱۰۸)

۴۔ کتابت حدیث، ۳۰

Marfat.com

اکرمؐ نے حفاظت حدیث کا اہتمام فرمایا' لیکن یہ کہنا کہ حضور اکرمؐ نے حفاظت حدیث کا اہتمام نہیں فرمایا اسی طرح دروغ اور کذب ہے جس طرح یہ کہنا کہ عہد رسالت میں کتابت حدیث نہیں ہوئی یا حضورؐ نے کتابت حدیث سے مطلقاً منع فرمایا تھا۔ احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ آپ نے حدیث لکھنے کی اجازت بھی دی ہے اور ترغیب بھی۔

ایسی بہت سی روایات میں سے چند ایک کو نقل کیا جاتا ہے۔ ایک غیر جانبدار طالب علم کیلئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ کتابت حدیث کے بارے میں آنحضورؐ کا رویہ کیا تھا۔

روی عن أبی هریره أن رجلا من الأنصار كان يشهد حديث رسول الله فلايحفظه فيسأل أباهريرة فيحدثه ثم شكاقلة حفظه إلى رسول الله فقال له النبي ﷺ استعن على حفظك بيمينك (۱) وفي رواية وأومأ بيده إلى الخط(۲)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انصار میں ایک شخص حضورؐ کی حدیثیں سنتا مگر یاد نہ کر سکتا تھا۔ وہ ابو ہریرہؓ سے پوچھتا تو وہ بتاتے پھر اس نے آنحضورؐ سے اپنے حافظے کی کمی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے حفظ کی مدد کرو اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے خط کی طرف اشارہ کیا

عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال : قال رسول الله ﷺ : اقيد العلم قلت : وما تقييده؟ قال: الكتاب(۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: علم کو مقید کر لو۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا مقید کرنے سے آپ کی مراد کیا ہے؟' فرمایا: لکھنا

وعنه قال: قال رسول الله ﷺ : قيد العلم قلت: وماتقييده؟ قال الكتابة(۴)

انہی سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا علم کو قید کر لو میں نے عرض کیا اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: کتابت۔

۱۔ تقیید العلم، ۶۵۔۶۶؛ توضیح الافکار، ۲/ ۳۵۳

۲۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی رخصۃ فیہ، ۵/ ۳۹

۳۔ مستدرک، کتاب العلم، باب قیدوا العلم......، ۱/ ۱۰۶ یہاں الکتاب کے بجائے کتابۃ ہے؛ جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم، ۱/ ۷۳؛ تقیید العلم، باب قیدوا العلم بالکتابۃ' ۶۸

۴۔ ایضاً: اس میں اسماعیل بن سیف ضعیف ہے۔

Marfat.com

عن أنس قال: شكا رجل إلى النبي سوء الحفظ فقال استعن بيمينك(۱)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ اسے حدیثیں یاد نہیں رہتی ارشاد ہوا اپنے ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھ لیا کرو۔

جھوٹی احادیث پر وعید

حفاظت حدیث ہی کی ایک اہم کوشش حضورؐ کی وہ تنبیہات ہیں جو آپؐ نے روایت حدیث کے سلسلے میں فرمائی ہیں۔آپؐ نے صاف طور پر فرمادیا کہ جھوٹی روایت کرنے والا قطعی جہنمی ہوگا۔یہ اس عہد کی بات ہے جب تعلیم و تربیت سے لوگ جنت و دوزخ کو ایک حقیقت مانتے اور آخرت کے عذاب کو سب سے بڑی مصیبت گردانتے تھے۔آج کا ذہن اپنی بے باکی کے باعث شاید اسے اتنی اہمیت نہ دے لیکن اس وقت کسی مسلمان کو دوزخ کی وعید سنانا ایک بہت بڑی بات تھی اور اس سے بچنا اس دور کے انسان کے لئے لازمی تصور ہوتا تھا۔ اسلام پر یقین رکھنا اور دوزخ میں جانے سے نہ ڈرنا دو متضاد باتیں تھیں۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ نے حکمت پیغمبرانہ کے تحت حدیث کی نشرواشاعت کی تلقین اور ان میں جھوٹ کی آمیزش سے احتراز کی سخت تاکید فرمائی۔

ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار(۲)

جو شخص میرا نام لے کر قصداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اس حدیث کو عبداللہ ابن عمرؓ، عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے(۳)۔اسی طرح کا مضمون دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے مثلاً

عن ابی سعيد الخدری قال: قال رسول الله: حدثوا عنی ولا حرج ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار(۴)

۱۔ تقیید العلم، باب سوء الفظان یستعین بالخط ۶۵؛ ترمذی، کتاب العلم، ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ۵/ ۳۹

۲۔ بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، ۱/ ۳۶؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی...... ۵/ ۳۵؛ ابوداؤد، کتاب العلم، باب التشدید فی الکذب...... ۴/ ۶۳

۳۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی تعظیم...... ۵/ ۳۵؛ مسلم مقدمہ، باب فی التحذیر...... ۱/ ۷

۴۔ مسلم، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث...... ۸/ ۲۲۹

Marfat.com

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا میری باتیں روایت کرو، اس میں کوئی حرج نہیں مگر میری طرف جو جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

عن جابر قال : قال رسول الله: اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فمن كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار (۱)

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں آنحضورؐ نے فرمایا میری طرف سے کوئی بات بیان نہ کرو جب تک تمہیں یہ علم نہ ہو کہ میں نے وہ کہی ہے کیونکہ جو کوئی میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

اس حدیث کو ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ نے بھی روایت کیا ہے۔

ربعی بن خراش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو کہتے سنا :

قال النبی : لاتكذبوا علي فانه من كذب علي فليلج النار (۲)

حضورؐ نے فرمایا میرا نام لے کر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو شخص میرا نام لے کر جھوٹ بولے گا وہ آگ میں داخل ہو گا۔

وعن سلمة قال : سمعت النبي يقول : من قال علي ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار (۳)

حضرت سلمہؓ : کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرا نام لے کر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

عن أبي هريره قال : قال رسول الله ﷺ : كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع (۴)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ جو سنے بلا تحقیق بیان کر دے۔

۱۔ ترمذی، کتاب العلم ، باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ، ۳۵/۵ ؛ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/۱۳

۲۔ بخاری، کتاب العلم ، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۵/۱

۳۔ ایضاً، ۳۵/۱

۴۔ مسلم، مقدمہ، باب فی التحذیر من الکذب......۱/۸

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں :

انی سمعته یقول: من قال علی مالم أقل فقد تبوأ مقعده من النار (۱)

میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے مجھ سے وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

حضرت علی نے فرمایا :

اذا حدثتکم عن رسول اللہ حدیثاً فلان أخر من السماء أحب إلی من أن اکذب علیه (۲)

جب میں تم کو رسول اللہ کی کوئی حدیث سناؤں تو مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آسمان سے گر جاؤں اس سے کہ آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھوں۔

کتابت حدیث کا اتنا اہتمام، روایت حدیث کے لئے اتنی حوصلہ افزائی اور جھوٹ کی آمیزش سے حفاظت کی ایسی تدابیر کیا یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت نہیں کہ رسول اللہؐ اپنی سنت کو اس طرح محفوظ کرنا چاہتے تھے کہ آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کر سکیں؟ کوئی ذی ہوش انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ حفاظت کے یہی طریقے ہیں جنہیں رسول اللہؐ نے اختیار فرمایا۔ زبانی روایت کی اجازت، کتابت کی اجازت، روایت و کتابت کی حوصلہ افزائی اور جھوٹی روایتوں پر سخت وعید یہ تمام وہ طریقے ہیں جن سے سنت کو محفوظ کیا جا سکتا تھا۔ ہم اپنی اس گفتگو کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

"کیا بار بار کی سخت وعید یہی ظاہر کرتی ہے کہ حضورؐ کے ارشادات کی دنیا میں کوئی اہمیت نہ تھی؟ اگر آپ کی سنت کی کوئی قانونی حیثیت دین میں نہ ہوتی اور اس سے احکام دنیا کے متاثر ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو کیا ضرورت پڑی تھی کہ جہنم کی وعید سنا سنا کر لوگوں کو جھوٹی حدیث کی روایت سے روکا جاتا؟ بادشاہوں، جرنیلوں اور حاکموں کی طرف کتب تاریخ میں بہت سی غلط باتیں منسوب ہو جاتی ہیں ان سے آخر دنیا پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اگر حضور کی سنت کی بھی یہی حیثیت ہے تو آپ کی تاریخ کو مسخ کر دینے کی یہ سزا کیوں ہو کہ آدمی کو واصل جہنم کر دیا جائے (۳)

۱۔ ابن ماجہ، مقدمہ، ۱/ ۱۳؛ ترمذی، کتاب العلم، ۵/ ۳۵

۲۔ ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج ۵/ ۱۲۴؛ مسند احمد، ۲/ ۴۵

۳۔ منصب رسالت نمبر، ۳۳۴

Marfat.com

عہد صحابہؓ

عہد نبوی میں حفاظت حدیث کو بیان کرنے کے بعد ہم ان کوششوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو حفاظت حدیث کے لئے عہد صحابہؓ میں ہوئیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے ایک ارشاد کے ذریعے عہد صحابہؓ، عہد تابعینؒ اور عہد تبع تابعینؒ کی فضیلت کی جانب اشارہ فرمایا ہے:

عمران بن حصینؓ کہتے ہیں:

قال رسول اللهؐ: خير أمتي قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم (۱)

رسول اللہؐ نے فرمایا سب سے افضل میرا زمانہ ہے پھر میرے بعد آنے والوں کا اور پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد متصل آئیں۔

عمران بن حصینؓ کہتے ہیں مجھے یہ بات ٹھیک طرح یاد نہیں کہ آپؐ نے دو قرن کے یا تین۔ (۲) یہ تین ادوار امت کے ہاں قابل تکریم سمجھے جاتے ہیں کیونکہ ان میں وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے آنحضورؐ کو دیکھا تھا یا صحابہؓ کو یا صحابہؓ سے استفادہ کرنے والوں کو دیکھا تھا۔ آنحضرتؐ سے زمانی قرب کی بنا پر ان لوگوں کی روحانی پاکیزگی اور دینی بصیرت بھی زیادہ قابل اعتماد ہے۔ عہد نبوی میں تربیت پانے والے لوگوں اور ان تربیت یافتہ افراد سے فیض حاصل کرنے والوں نے علوم نبویہ کی تبلیغ واشاعت میں کیا طرز عمل اختیار کیا؟ آئندہ سطور میں ہم اس طرز عمل کا مطالعہ کریں گے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے حفاظت حدیث کے لئے جو مساعی جمیلہ کی ہیں ان سے ان حضرات کے شغف کا اندازہ ہو سکے گا۔

صحابی کی تعریف

لغوی اعتبار سے صحابی صحبۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی ساتھ رہنے کے ہیں۔ اس کے معنوں میں کوئی ایسی شرط نہیں پائی جاتی جس سے قلت وکثرت کا پتہ چلے، چنانچہ کہا جاتا

۱۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فضائل اصحاب النبی، ۴/ ۱۸۹؛ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، ۷/ ۱۸۴

۲۔ ایضاً

Marfat.com

صحب فلانا حولا ودهراً وسنة وشهراً ويوما وساعة

وہ شخص فلاں کے ساتھ ایک برس، ایک زمانہ، ایک سال، ایک ماہ، ایک دن اور ایک ساعت رہا۔

مصاحبت قلیل وکثیر دونوں کی حامل ہے (۱) اصطلاحاً صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو حالت ایمان میں آنحضرتؐ سے ملا ہو اور اسلام ہی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ صحابی کے لئے ملاقات شرط ٹھہری (۲) قرآن پاک میں حضرت ابو بکرؓ کے لئے صاحب کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے غالباً یہی لفظ صحابی کے لئے بنیاد بنا ہے ارشاد ربانی ہے :

إذيقول لصاحبه لاتحزن إن الله معنا (۳)

جب (آنحضرتؐ) اپنے ساتھی سے کہتے تھے غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

صحابی کی اصطلاح تعریف میں بزرگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اظہار کیا ہے۔ معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ اسے قریب المعنی یا ہم معنی سمجھنا چاہیے۔ ان بزرگوں نے صحابی کے مفہوم کو متعین کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ ابن الصلاح نے بڑی عمومی بات فرمائی ہے۔ کہتے ہیں :

كل مسلم رأى رسول الله (۴)

ہر مسلمان جس نے رسول اللہ کو دیکھا۔

صحابی کی تعریف کے ضمن میں مندرجہ ذیل اقوال منقول ہیں :

قال البخاری : من صحب النبی أو رآه من المسلمين فهو من أصحابه (۵)

امام بخاریؒ کہتے ہیں جس شخص نے حضور سے رفاقت کا شرف حاصل کیا یا اسلام کی حالت میں آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔

بالغ ہونے کی قید شاذ ہے۔

أفضل الناس بعد هؤ لاء أصحاب رسول الله ا لقرن الذى بعث فيهم كل من

۱۔ الکفایہ، ۵۱ ؛ فتح المغیث، ۴/۷۷۔۷۸ ؛ لسان العرب، ۱/۵۱۹

۲۔ الکفایہ، ۵۱ ؛ الاصابہ، ۱/۴؍۵

۳۔ التوبہ/۴۰

۴۔ ابن صلاح/۲۹۳ ؛ الباعث الحثیث، ۱۵۴ ؛ تدریب الراوی، ۲/۱۸۶

۵۔ ابن صلاح، ۲۹۳ ؛ فتح المغیث، ۴/۷۷

Marfat.com

صحبه سنة أو شهراً أو يوماً أو ساعة أور آه من أصحابه له من الصحبة على قدر ما صحبه و كانت سابقته معه وسمع منه و نظر إليه(١)

رسول اللہؐ کے ان صحابہؓ کے بعد اس دور کے سب سے افضل وہ لوگ ہیں جنہیں حضورؐ کی رفاقت ایک برس، ایک ماہ، ایک دن یا ایک گھڑی نصیب ہوئی، اس کے بعد وہ لوگ جنہوں نے صحابہؓ کو دیکھا، وہ جسے ایک اندازے کے مطابق مصاحبت نصیب ہو، وہ آپؐ کے ساتھ رہا ہو، آپ سے سنا ہو یا آپ کو دیکھا ہو۔

ابن الصلاح کہتے ہیں :

بلغنا عن أبي المظفر السمعاني المروزي أنه قال اصحاب الحديث يطلقون اسم الصحابة على كل من روى عنه حديثاً أو كلمة، ويتو سعون حتى يعدون من رآه رؤية من الصحابة وهذا الشرف منزلة للنبي اعطوا كل من رآه حكم الصحابة(٢)

(یہ قول) ہم تک ابو مظفر السمعانی المروزی کے ذریعے پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ اصحاب حدیث ہر اس شخص پر صحابی کے نام کا اطلاق کرتے ہیں جس نے نبی اکرمؐ سے کوئی حدیث یا کلمہ روایت کیا ہو۔ وہ اسے وسعت دیتے ہیں حتیٰ کہ اس شخص کو بھی صحابی شمار کرتے ہیں جس نے حضورؐ کو ایک مرتبہ دیکھا ہو یہ شرف حضورؐ کی منزلت کی وجہ سے ہے، وہ حضورؐ کے دیکھنے والے کو صحابی کا درجہ دیتے ہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے :

لابد في اطلاق الصحبة مع الروية أن يروى حديثاً أو حديثين (٣)

صحابی کی اصطلاح کے لئے ضروری ہے کہ زیارت کے ساتھ ایک یا دو حدیثیں بھی روایت کی ہوں۔

واقدی کا قول ہے :

ورأيت أهل العلم يقولون كل من رأى رسول الله وقد أدرك الحلم فاسلم و عقل

١۔ الکفایہ، ۵۱

٢۔ ابن صلاح، ۲۹۳؛ فتح المغیث، ۴/۸۵

٣۔ الباعث الحثیث، ۱۵۷: فتح المغیث، ۴/۹۹

Marfat.com

أمر الدين ورضيه فهو عندنا ممن صحبه النبی ولو ساعة من النهار (۱)

میں نے اہل علم کو کہتے دیکھا ہے کہ جس نے رسول اللہؐ کو سن شعور میں دیکھا پھر اسلام قبول کیا اور امور دینیہ کو سمجھا اور انہیں پسند کیا اور اختیار کیا وہ ہمارے نزدیک اصحاب نبیؐ میں شامل ہے خواہ اسے یہ شرف دن کی ایک ساعت ہی نصیب ہوا ہو۔

لیکن عراقی نے اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

والتقييد بالبلوغ شاذ (۲)

بالغ ہونے کی قید شاذ ہے۔

غالباً عراقی کے پیش نظر یہ ہے کہ اگر واقدی کی اس قید کو تسلیم کر لیا جائے تو اس طرح عبداللہ بن عباسؓ، حسینؓ اور ابن زبیرؓ وغیرہ صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں۔

قال سعيد بن المسيب : الصحابة لانعدهم إلامن أقام مع رسول الله سنة أوسنتين وغزا معه عزوة أوغزوتين (۳)

سعید ابن میسب کہتے ہیں کہ ہم صحابی اسے شمار کرتے ہیں جو حضورؐ کے ساتھ ایک سال یا دو سال رہا ہو اور آپ کے ساتھ مل کر ایک یا دو جنگیں لڑا ہو۔

ابن الصلاح کہتے ہیں کہ اس تعریف سے جریر بن عبداللہ البجلیؓ وغیرہ خارج ہو جاتے ہیں (۴) عراقی کے بقول سعید ابن مسیب کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں (۵)

ابن حجر کا قول ہے:

اصح ما وقفت عليه من ذلك أن الصحابی من لقی النبی مو مناً به ومات على الاسلام ، فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته او قصرت و من روى عنه ا ولم يرو و من غزامعه أولم يغزو و من لم يجالسه و من لم يره لعارض كالعمىٰ و هو رأى الجمهور (۶)

۱۔ الکفایہ، ۵۰؛ فتح المغیث، ۴/۸۴

۲۔ فتح المغیث، ۴/۸۴

۳۔ ایضاً، ۴/۸۶؛ ابن الصلاح، ۲۹۳

۴۔ ایضاً، ۴/۸۶؛ ایضاً ۲۹۳، ۲۹۴

۵۔ ایضاً، ۴/۸۶

۶۔ الاصابہ، ۱/۱۰

Marfat.com

ابن حجرؒ نے فرمایا: میرے علم کے مطابق صحیح ترین یہ ہے کہ صحابی اسے کہتے ہیں جو نبی اکرمؐ سے مؤمن کی حیثیت سے ملا اور اس کی موت اسلام کی حالت پر ہوئی تو جو بھی آپؐ سے ملا خواہ اس کی ملاقات طویل ہو یا مختصر، اس نے آپ سے روایت کی ہو یا نہ کی ہو، اس نے آپؐ کی معیت میں جنگ لڑی ہو یا نہ، وہ شخص صحابی ہے جس نے آپؐ کو دیکھا ہو لیکن آپؐ کی مجلس میں نہیں بیٹھا یا آپؐ کو کسی عذر کے باعث نہ دیکھ پایا جیسے نابینا ہونا اور جمہور کی یہی رائے ہے۔

روی شعبه عن موسی السبلانی وأثنی علیه خیراً قال : قلت لأ نس بن مالك هل بقي من أصحاب رسول الله أحد غیر ك؟ قال ناس من الأعراب رأوه ، فاما من صحبه فلا. اسناده جید ، حدث به مسلم بحضرة ابی زرعه(۱)

شعبہ نے موسیٰ سبلانی سے روایت کی اور ان کے بارے میں کلمات خیر کہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے انس بن مالکؓ سے کہا کہ کیا رسول اللہ کے صحابہؓ میں آپ کے سوا کوئی باقی رہ گیا ہے؟ کہنے لگے بدویوں میں سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے آپؐ کو دیکھا ہے مگر وہ ایسے لوگ نہیں جنہیں شرف صحبت حاصل ہو۔ اس کی سند جید ہے۔ مسلم نے ابوزرعہ کی موجودگی میں اسے بیان کیا۔

محمد عجاج الخطیب یہ تمام اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں:

والی رأی الجمهور أمیل وبه اقول ، لأ نه فی الحقیقة لم یرو صحابی عن رسول الله حدیثاً إلا قدثبت عدالته عند جهابذة العلم بتطبیق قواعد النقد العلمی الصحیحة التی طبقوها فی علم الحدیث علی سائر الرواة(۲)

میرا میلان جمہور کی رائے کی طرف ہے اور میری یہی رائے ہے کیونکہ حقیقت میں کسی صحابی نے رسول اکرمؐ سے کوئی روایت نہیں کی الا یہ کہ اس کی عدالت اہل علم نقادوں کے ہاں ثابت ہو ان صحیح علمی تنقیدی قواعد کے تطبیق سے جنہیں انہوں نے علم حدیث میں تمام راویوں پر چسپاں کیا ہے۔

کتب علوم الحدیث میں صحابی کی تعریف میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں ان کے مطابق کسی شخص میں مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی بات پائی جائے تو اسے صحابی کہتے ہیں۔ ان میں

۱۔ ابن الصلاح، ۲۹۴؛ الباعث الحثیث، ۱۵۲۔۱۵۳

۲۔ السنة قبل التدوین، ۳۹۰

Marfat.com

سے اہم امور یہ ہیں :

۱۔ جس شخص کے بارے میں تواتر سے معلوم ہو کہ وہ صحابی ہو، کہ وہ صحابی ہے، جیسے حضرات عشرہ مبشرہؓ کا صحابی ہونا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، طلحہ بن عبداللہؓ، زبیر بن عوامؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ، ابو عبیدہ عامر بن الجراحؓ،

۲۔ جس شخص کا صحابی ہونا مشہور ہو اگرچہ تواتر کے درجہ تک نہ پہنچا ہو مثلاً ضمام بن ثعلبہؓ وعکاشہ بن محصنؓ۔

۳۔ کوئی مشہور صحابی کسی شخص کے صحابی ہونے کی شہادت دے، جیسے ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا تھا کہ حممہ بن ابی حممہ دوسی صحابی ہے۔(۱)

۴۔ کوئی امانت و دیانت میں معروف شخص اسے زمانے تک صحابی ہونے کا دعوے دار ہو جب کہ اس کے صحابی ہونے کا امکان بھی ہو۔

علماء نے یہ زمانہ ۱۱۰ھ تک متعین کیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں علماء کرام صحیح مسلم و ترمذی کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

قال رسول الله : مامن نفس منفوسة اليوم تأتي عليها مائة سنة وهي حية يو مئذ (۲)

نبی کریمؐ نے فرمایا کوئی ذی روح ایسا نہیں کہ آج سے سو سال گزر جانے کے بعد بھی زندہ ہو۔

۵۔ تابعین میں سے کوئی بزرگ کسی شخص کی پاکیزگی کی بنا پر اسے صحابی قرار دے (۳)

بلا شبہ صحابی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس نے حضورؐ سے کوئی حدیث روایت کی ہو اور اسے اتنی وسعت دی گئی کہ صرف روایت کو کافی سمجھا گیا۔ لیکن یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ صحابہؓ کے طبقات و درجات ہیں۔ ان میں سابقون الاولون اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جان و مال کی بے پناہ قربانیاں دیں اور ایسے بھی جو یدخلون فی دین الله أفواجا (۴)

۱۔ الباعث الحثیث، ۱۶۱

۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، ۷/۱۸۷؛ ترمذی، کتاب الفتن، ۴/۵۲۰۔

۳۔ ابن الصلاح، ۲۹۱ وبعد؛ تدریب، ۲/۱۸۷؛ اختصار علوم الحدیث، ۱۵۱ وبعد

۴۔ النصر/۲

Marfat.com

کے تحت آئے۔ لہٰذا امت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کے طبقات ہیں، البتہ طبقات کے تعین میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن سعد نے پانچ طبقات بیان کئے ہیں، حاکم نے بارہ اور بعض نے اس سے بھی زائد طبقات بیان کئے ہیں (۱) امام حاکمؒ کے نزدیک صحابہؓ کے طبقات یہ ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو مکہ میں اولین اسلام لائے جیسے خلفاء اربعہ۔

۲۔ مکہ کے رہنے والے وہ صحابہ جو مشاورۃ دار الندوہ سے پہلے ایمان لائے۔

۳۔ مہاجرین حبشہ

۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ

۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ اور ان کی اکثریت انصار پر مشتمل ہے۔

۶۔ وہ مہاجرین جو مدینے میں نبی کریمؐ کے تشریف لانے پر قباء میں ملے۔

۷۔ اہل بدر

۸۔ وہ جنہوں نے بدر و حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی۔

۹۔ حدیبیہ کی بیعت الرضوان کے شرکاء

۱۰۔ وہ جنہوں نے حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی جیسے خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاص اور ابو ہریرہؓ (۳) وغیرہ۔

۱۱۔ وہ لوگ جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔

۱۲۔ وہ بچے اور لڑکے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے مواقع پر رسول اللہ کو دیکھا

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ افضل الصحابہ ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر و احد اور ان کے بعد بیعت الرضوان اور بیعات عقبات والے اور سابقون الاولون وغیرہ۔ قرآن و سنت نے صحابہ کرامؓ کو اس انداز سے پیش کیا کہ وہ انسانی شرف کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کا کردار، انداز اور گفتار قابل اعتماد اور لائق تقلید ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون والذين تبوء الدار و الايمان

۱۔ فتح المغیث، ۴/۸۰ وبعد؛ الباعث الحثیث، ۱۵۶؛ معرفۃ علوم الحدیث، ۲۲۔۲۴

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث، ۲۲۔۲۴

Marfat.com

من قبلهم یحبون من ھاجر الیھم (۱)

(مال غنیمت میں) ان محتاج مہاجرینؓ کا بھی حق ہوتا ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائیداد و دولت سے محروم کر دیے گئے اور خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کے متلاشی ہیں اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر یعنی (مدینہ) میں مقیم ہیں اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔

و السابقون الاولون من المھاجرین و الانصار و الذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنه و اعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذلك الفوز العظیم (۲)

اور مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے جن لوگوں نے اسلام میں سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے خلوص قلب سے ان کا اتباع کیا' خدا ان سے راضی ہے اور وہ لوگ خدا سے راضی ہیں اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کرائے گئے ہیں جن کے اندر نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم اعظم درجة عند اللہ و اولئك ھم الفائزون. یبشرھم ربھم برحمة منه و رضوان و جنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابداً (۳)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں۔ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ہے اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

لقد تاب اللہ علی النبی و المھاجرین و الانصار الذین اتبعوہ فی ساعة

۱۔ الحشر /۸۔۹

۲۔ التوبہ /۱۰۰

۳۔ التوبہ / ۲۰۔۲۱

Marfat.com

العسرة(۱)

اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اور ان مہاجرین وانصارؓ پر اپنا فضل وکرم کیا جنہوں نے عسرت کی گھڑیوں میں نبی کا ساتھ دیا

والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا و نصروا أولئك ھم المؤ منون حقالھم مغفرۃ ورزق کریم(۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور خدا کے راستے میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ پکے ایمان والے ہیں اور ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤ منین إذ یبایعونك تحت الشجرہ فعلم مافی قلوبھم فأنزل السکینۃ علیھم(۳)

اے پیغمبر جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی۔

فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا وإن تولوا فانما ھم فی شقاق(۴)

تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیرلیں (اور نہ مانیں) تو وہ مخالف ہیں۔

اس آخری آیت میں صحابہ کرامؓ کو معیار اور ان کے کردار کو تقویٰ کی مثال قرار دیا گیا ہے۔

حضور اکرمؐ نے اپنے رفقاء کی پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ کردار کو رہنمائی قرار دیا کیونکہ یہ لوگ فیض نبوت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں آنحضرتؐ کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں:

۱۔ التوبہ/۱۱۷

۲۔ الانفال/۷۴

۳۔ الفتح/۱۸

۴۔ البقرہ/۱۳۷

Marfat.com

عن أبی سعید الخدری قال قال النبی ﷺ لاتسبوا اصحابی فلو أن أحد کم أنفق مثل أحد ذھباً مابلغ مد أحد ھم و لا نصیفه(۱)

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا میرے رفقاء کو برانہ کہو، کیونکہ تم میں سے ایک آدمی احد جتنا سونا خرچ کرے تو بھی ان جیسا یا ان سے آدھا درجہ نہیں پا سکے گا۔

عن عمران بن حصین قال قال رسول الله ﷺ خیر أمتی قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم(۲)

عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری امت کا بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان کے بعد آنے والوں کا اور پھر بعد آنے والے لوگوں کا۔

قال رسول الله أصحابی کالنجوم فبأ یھم اقتد یتم اھتدیتم (۳)

رسول اللہؐ نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

خلفاءِ راشدین اور حفاظت حدیث

کتب حدیث میں صحابہؓ کے مختلف طبقات کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں، مثلاً خلفاء راشدینؓ، مہاجرین وانصارؓ وغیر ہم۔ صحابہؓ کو قرآن حکیم اور سنت رسول کریم ﷺ بہترین انسان، اعلیٰ مسلمان اور مخلص مومن کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اس لئے یہ گروہ انسانیت کے لئے ایک مثال اور نمونہ ہے۔

صحابی کی تعریف اور صحابہ کے طبقات کے بعد ہم یہ بیان کریں گے کہ عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کا کیا اہتمام تھا؟ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ اہمیت خلفاء راشدینؓ کو ہے، کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے قریب ترین رفیق تھے اور عشرہ مبشرہ میں ہونے کے علاوہ آپؐ کے

۱۔ ترمذی، کتاب المناقب، ۵/ ۶۹۶؛ ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی النھی عن سب اصحاب رسول اللہ، ۵/ ۴۵؛ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہؓ، ۷/ ۱۸۸

۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل الصحابہ، ۷/ ۱۸۴؛ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی القرن الثالث، ۴/ ۵۰۰؛ ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ، ۵/ ۴۴

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ، ۳/ ۲۱۹

Marfat.com

ایسے جانشین تھے جنہوں نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام کے لئے کام کیا۔ خلفاء راشدینؓ نے حفاظت حدیث میں جو اہتمام کیا اس کو بیان کرنے کے بعد ہم دوسرے صحابہ کرام کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے حفاظت حدیث کے سلسلے میں کیا انتظام وانصرام کیا۔

ابو بکرؓ صدیق

حضرت صدیق اکبرؓ رسول کریمؐ کے رفیق عزیز تھے جتنا قرب اور رفاقت آپ کو میسر ہوئی وہ کسی اور کو نہیں ہوئی۔ حضورؐ کے احوال وکیفیات اور ارشادات وفرمودات سے جس قدر آپ مستفید ہو سکتے تھے اور کوئی نہیں۔ اگرچہ لوگ احادیث لکھتے تھے لیکن کتابت کے ساتھ حافظے پر بھی خاصا اعتماد کیا جاتا تھا۔ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ اتنا قرب اور اتنا والہانہ لگاؤ رکھنے کے باوجود انہوں نے علوم مصطفویؐ سے بہرہ وافر نہ پایا ہو اور آپ کے ارشادات واعمال کو محفوظ نہ کیا ہو، حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں اگرچہ یہ بات محقق نہیں ہے کہ آپ عہد رسالت میں احادیث لکھا کرتے تھے، البتہ آپ کے طرز عمل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو احادیث سے گہرا شغف تھا۔ اس کی ایک مثال "کتاب الصدقہ" ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے عمال کو دینے کے لئے زکاۃ کی کتاب لکھوائی اور یہ کتاب ابھی عمال کو دینے بھی نہیں پائے تھے کہ ابو بکرؓ تشریف لائے اور آپ نے اس کتاب کو اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ نے (۱) اسے اپنے پاس رکھا۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ کا وہ خط مذکور ہے جو انہیں بحیثیت حاکم بحرین بھیجا گیا (۲) اس خط میں زکاۃ کا پورا نصاب مذکور ہے۔ آنحضرتؐ کے عہد میں سب لوگ آپؐ کی ذات میں محو تھے۔ آپؐ کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد مسلمانوں کو نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق پر تو ذمہ داریوں کا سارا بوجھ آن پڑا۔ یہی وہ مشکل حالات ہیں جن میں آپؓ کی شخصیت بہت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

آپ کا طرز عمل بطور خلیفہ

۱۔ ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکاۃ الابل، ۳/ ۱۷؛ دارمی، کتاب الزکاۃ، باب زکوۃ الابل ۱/ ۳۸۲

۲۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من بلغت عندہ...... ۲/ ۱۲۳

Marfat.com

بار خلافت اٹھانے کے بعد آپ کا سب سے بڑا مسئلہ حالات کو پر سکون اور اطمینان بخش بنانا تھا اور بحمد اللہ آپ اس میں کامیاب ہوئے۔ بیرونی خطرات سے قدرے مطمئن ہونے کے بعد آپ نے اندرونی استحکام کی طرف توجہ فرمائی۔ ان تمام مراحل پر حضرت ابو بکرؓ کا طرز عمل شاہد ہے کہ آپ کو احادیث رسول یاد تھیں اور وقتاً فوقتاً وہ ان سے استدلال کرتے۔ آپ آنحضرتؐ کی سنت کو فیصلہ کی بنیاد قرار دیتے رہے اور مسلم معاشرہ اسے تسلیم کرتا رہا اگر اسے یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سنت رسول کی تشریعی اور دینی حیثیت کو نافذ کیا۔ آپ حضرت رسول کریمؐ کے فیصلوں کے بارے میں ایسا نقطہ نظر رکھتے تھے جس میں مصلحت اور دنیوی ملحوظات کو دخل نہ تھا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد آپ نے جیش اسامہ اور مانعین زکاۃ (۱) کے سلسلے میں جو اقدام کیا وہ سنت رسول کی حجیت اور اس کی اہمیت کے لئے کافی ہے۔ پھر آپ نے پیش آمدہ مختلف مسائل میں سنت رسولؐ کو ماخذ قرار دیا آپ کے عہد میں دو تین واقعات بڑی اہمیت رکھتے ہیں :

۱۔ فدک کا مسئلہ ہماری تاریخ کا بڑا اہم مسئلہ ہے۔ آنحضورؐ کی میراث کے ضمن میں جب آپ نے سرور انبیاء کا یہ قول پیش کیا تو پھر کسی کو مجال انکار نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا :

قال رسول الله : إنا معشر الأنبياء لا نرث ولا نورث ماتركنا صدقة (۲)

ہم گروہ انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں ایک خاتون آئی اور اس نے اپنے پوتے کی وراثت چاہی۔ آپ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا کہ حضورؐ نے چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ کے اس فیصلے کو بنیاد بنا کر وہ حصہ دلوا دیا (۳)

حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا وہ آپ کے نقطہ نظر کی بہترین ترجمانی کرتا ہے، فرمایا :

۱۔ طبری، ۲/ ۴۷۳ ۔ ۵۰۴

۲۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب فرض الخمس، ۴/ ۴۲؛ ابو داؤد، کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ، ۳/ ۳۶۶؛ ترمذی کتاب السیر باب ماجاء فی ترکۃ رسول اللہ، ۴/ ۱۵۸

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۲

Marfat.com

أطيعوني ما أطعت الله ورسوله فان عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم(۱)

تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں جب میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری کوئی اطاعت نہیں۔

اسی طرح کے اور واقعات بھی ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حدیث میں خصوصی شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں صدیق اکبرؓ کے مجموعہ حدیث کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب حضورؐ کے قول و فعل کا کوئی نمونہ نہ ہو تا تب اجتہاد فرماتے (۲) حافظ ابن قیم لکھتے ہیں :

لا يحفظ للصديق خلاف نص واحد أبدا(۳)

ابوبکرؓ کی زندگی میں نص کی خلاف ورزی کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔

ابوبکر صدیقؓ کا عہد اگرچہ مختصر اور ہنگامہ خیز رہا، مختلف فتنوں نے سر اٹھایا اور آپ کی پوری توجہ ملت کی شیرازہ بندی پر مرکوز رہی، تاہم ان سنگین حالات کے باوجود آپ کے بعض اقدامات خصوصی طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہیں :

مجموعہ حدیث

صدیق اکبرؓ کو آنحضورؐ کی ذات گرامی سے جو والہانہ لگاؤ تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضورؐ کی رحلت پر اگرچہ آپ نے تحمل، صبر و ثبات اور استقلال و استقامت کا اظہار فرمایا لیکن آنحضرتؐ کی فرقت نے آپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ خلافت کی مختصر سی زندگی میں درد و سوز کے بیشمار واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ ابن اثیر وغیرہ نے عبداللہ بن عمرؓ اور زیاد بن حنظلہؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیقؓ کو آپ کی فرقت کا بے حد احساس تھا۔

كان سبب موت أبي بكر الكمد على رسول الله(۴)

ابوبکرؓ کی موت کا سبب وہ اندرونی سوز و غم تھا جو رسول اللہؐ کی وفات سے ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

۱۔ طبری، ۲/ ۴۵۰

۲۔ اعلام الموقعین، ۱/ ۸۹

۳۔ ایضاً

۴۔ اسد الغابہ، ۳/ ۲۲۴

Marfat.com

ہر لمحہ اضطراب اور ہر دم سوز و غم آپ کی خصوصیت بن گئی شاید آپ نے اس سوزش غم کی تسکین کے لئے یہ تدبیر سوچی ہو کہ آنحضرتؐ کے متعلق جو معلومات آپ کے حافظے میں محفوظ تھیں ان کو قلمبند کر کے خاطر جمعی کا انتظام کریں اس طرح مصروفیت کی ایک صورت بھی بنتی تھی اور ذکر حبیب بھی ہوتا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :

جمع أبی الحدیث عن رسول اللہ و کانت خمسمائة حدیث(۱)

میرے والد محترم نے نبی کی احادیث جمع کی تھیں اور پانچ سو (۵۰۰) تھیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں احادیث قلمبند نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں کاغذ دستیاب نہ تھا، لکھنے والے میسر نہ تھے یا جہاد وغیرہ کے مشاغل کی وجہ سے اس قسم کے عملی کام کے مواقع نہیں تھے، حضرت ابو بکرؓ کا عمل ان سارے احتمالات کا رد ہے۔ ذہبی ہی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا۔ اندازہ ہے کہ سیدنا صدیقؓ نے لکھنے کے بعد عام اشاعت کے لئے اسے حضرت عائشہؓ کو دے دیا ہو۔ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی "چند لمحوں کے لئے ایک مسلمان یہ خوشی محسوس کرتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں حکومت کی طرف سے نبی کریمؐ کے بعد خود انہی کے خلیفہ نے حدیثوں کا مجموعہ تیار کیا۔ گویا حدیثوں کے متعلق دل میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کا ہمیشہ کے لئے انسداد ہو گیا، لیکن جس شخص نے خود اس بڑے کام کو سر انجام دیا وہ یہ سوچ کر کہ ایسا کیوں ہو گیا کروٹوں پر کروٹیں بدل رہا ہے اور اس کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی ہے(۲)

مجموعہ حدیث کو جلانا

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے لکھے ہوئے مجموعے کو جلا دیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات حضرت عائشہؓ کی زبان سے سنیں: وہ فرماتی ہیں کہ میں نے والد محترم کو بے چین و مضطرب دیکھا :

فبات لیلة یتقلب کثیرا(۳)

پھر ایک شب حضرت صدیقؓ نے زیادہ کروٹیں بدلتے بسر کی۔

حضرت عائشہؓ سے والد کی یہ کیفیت نہ دیکھی گئی وہ اٹھ کر سرہانے تشریف لائیں اور

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۵

۲۔ تاریخ تدوین، ۲۸۶

۳۔ اسد الغابہ، ۳/۲۲۵

Marfat.com

عرض کیا :

أتتقلب لشكوى أو بشئ بلغك (۱)

کیا آپ یہ کروٹیں کسی جسمانی تکلیف کی وجہ سے بدل رہے ہیں یا کوئی خبر آپ تک پہنچی ہے ؟

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا غالباً وہ جس فیصلہ پر پہنچ چکے تھے اس پر کسی مشورے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ عائشہ ؓ بھی اس بات کا صحیح اندازہ نہ کر سکیں انہیں دوسرے دن معلوم ہوا :

فلما أصبح قال أى بنية هلمى الأحاديث التى عندك (۲)

جب صبح ہوئی تو سیدنا ابوبکر ؓ نے فرمایا بیٹی ان احادیث کو لاؤ جو تمہارے پاس ہیں۔

ام المومنین ؓ نے وہ مجموعہ پیش کر دیا لیکن وہ اس محنت و کاوش سے تیار شدہ مجموعے کے بارے میں متردد ضرور تھیں۔

فدعا بنار فحرقها (۳)

پھر آپ نے آگ منگوائی اور اسے جلا دیا۔

اب حضرت صدیقہ ؓ کو پتہ چلا کہ صدیق اکبر ؓ کی پریشانی ان کے رات بھر کروٹیں بدلنے اور سونہ سکنے کا سبب یہ مجموعہ تھا۔ عائشہ صدیقہ ؓ کے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت صدیق ؓ سے جلانے کا سبب پوچھا تو حضرت صدیق ؓ نے فرمایا :

خشيت أن أموت وهى عندى فيكون فيها أحاديث عن رجل قد ائتمنته ووثقته ولم يكن كما حدثنى فاكون نقلت ذاك فهذا لايصح (۴)

مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں گا اور وہ نسخہ میرے پاس ہو گا اور اس میں ایسے آدمی سے احادیث مروی ہوں گی جسے میں نے معتبر اور ثقہ سمجھا لیکن ممکن ہے وہ ایسا نہ ہو جس طرح اس نے مجھ سے بیان کیا اور میں نے اسے نقل کیا ہو، اس لئے یہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۵

۲۔ ایضاً، ۱/ ۵

۳۔ ایضاً، ۱/ ۵

۴۔ ایضاً، ۱/ ۵

Marfat.com

درست نہیں۔

مجموعہ احادیث کو جلانے کا واقعہ بہت اہم ہے، لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ روایت حدیث اور حفاظت حدیث کو پسند نہ کرتے تھے؟ یا اس واقعہ سے کوئی اور چیز مستنبط ہوتی ہے؟

ہمارا خیال ہے کہ اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ روایت حدیث کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس روایت میں اس چیز کا احتمال نہیں ہے کہ آپ نے ان احادیث کو شبہ کی وجہ سے ناقابل قبول قرار دیا ہو اگر ان کا یہ مسلک ہوتا تو شروع ہی سے ان احادیث کو جمع کرنے کا ارادہ نہ فرماتے۔ غیر معصوم انسانوں کی خبر کے بارے میں شبہ کا احتمال رہتا ہے۔ لیکن آنحضورؐ کی حدیث کے سلسلے میں تو خصوصی وعید آچکی تھی، اس لئے قرن خیر کے فیض یافتہ نبوت افراد سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ آپؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی توجیہ کرتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ حدیثوں کے کتابی ذخیرے کی تحریق یا نذر آتش کرنے کا پہلا واقعہ عہد نبوت میں اس لئے پیش آیا تھا کہ کتاب کی کمیت اور کثرت تعداد سے خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ عمومیت کا رنگ پیدا کر کے آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں ضیق اور تنگی کی وجہ یہی احادیث نہ بن جائیں۔ دین کے دونوں حصوں میں مراتب کے فرق کو باقی رکھنے کے لئے خود پیغمبر خدا کے زمانے میں احادیث کے اس ذخیرے کو جلا کر ختم کر دیا گیا تھا اور ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں اگرچہ کتاب تو ایک ہی تھی لیکن جس نے مرتب کی تھی اس کی ذاتی خصوصیات کا نفسیاتی اثر بھی اس فرق کو ختم کرنے کے لئے کافی تھا جسے بالارادہ دین کے دونوں حصوں میں باقی رکھنا مقصود تھا، اس لئے ابو بکر صدیقؓ نے بھی نبی کریمؐ کی سنت کی پیروی کی اور اس کتاب کو جلا کر خطرے کا انسداد فرمایا، گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے عہد نبوت میں اسی فرق کو باقی رکھنے کے لئے پیغمبر ﷺ نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا اسی طرز عمل کی تجدید و احیاء کا قدرتی موقعہ حضرت ابو بکرؓ کو بھی مل گیا(۱)

مولانا کی اس توجیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کے پیش نظر احتیاط تھی کہ آنحضورؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب نہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ کا مسلک یہی ہوتا کہ احادیث کی روایت میں غلطی کا امکان ہے لہٰذا مسلمان اپنی زندگی میں اس

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۲۹۴

Marfat.com

سے قطعاً استفادہ نہ کریں تو آپ کبھی کسی روایت پر بھروسہ نہ کرتے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پیش آنے والے واقعات پر روایت کے مطابق صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ ضرورت کے وقت لوگوں سے اس قسم کی احادیث کی جستجو کرتے اور یہ ان کا دستور العمل تھا، اور جب کوئی مثال نہ ملتی تو اپنی رائے کا استعمال کرتے۔ ابن سعد لکھتے ہیں :

ان أبا بكر إذا نزلت به قضية لم يجده في كتاب الله اصلا ولا في السنة أثر أ، فقال أجتهد برأي فان يكن صواباً فمن الله وإن يكن خطأ فمني وأستغفر الله(۱)

حضرت ابو بکرؓ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی صورت حال پیش آتی جس کے متعلق کتاب اللہ میں کوئی اصل اور رسول کریمؐ کی سنت میں کوئی اثر نہ ملتا تو فرماتے اب میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں، اگر صحیح ہوا تو اللہ کی طرف سے اور غلط ہوا تو میری طرف سے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

یہ بیان کسی معمولی آدمی کا نہیں بلکہ ابن سیرینؒ جیسے محقق صادق کا ہے جس کا حاصل اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب کوئی نیا مقدمہ پیش ہوتا تو قرآن مجید سے تلاش کرتے اگر نہ ملتا تو سنت سے اور جب ان دونوں سے کوئی فیصلہ نہ ملتا تو اجتہاد کرتے (۲) اس واقعہ کی توجیہ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس اصول پر ہے کہ یہ واقعہ درست ہو سکتا ہے لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ مجموعہ حدیث جلانے کا واقعہ درست نہیں (۳) کیونکہ اس قول کے سلسلہ سند میں علی بن صالح، مفضل بن غسان اور موسیٰ بن عبداللہ نامعلوم اور غیر معتبر ہیں۔ اس لئے یہ واقعہ سرے سے پیش ہی نہیں آیا۔

ابو بکرؓ کی محتاط روش

حضرت ابو بکرؓ حدیث کو ماخذ جانتے ہوئے بھی، اسے بطور استشہاد پیش کرتے ہوئے محتاط روش کے علمبردار تھے چونکہ انہوں نے رسول اللہؐ کو احتیاط کرتے دیکھا تھا اس لئے حدیث بیان کرنے کے سلسلے میں غیر مشروط اجازت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نے احادیث بیان کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ذہبی نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے

۱۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۱۳۶

۲۔ تاریخ تدوین حدیث، ۲۹۲

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۵

Marfat.com

منع کرنے کا سارا واقعہ لکھا ہے، کہتے ہیں :

إن الصديق جمع الناس بعد وفات النبی ﷺ فقال : انكم تحدثون عن رسول الله الأحاديث تختلفون فيها والناس بعد كم أشد اختلافاً. فلا تحدثوا عن رسول الله شيأ. فمن سالكم فقولوا بيننا وبينكم كتاب الله فاستحلوا حلاله وحرموا حرامه(۱)

حضرت صدیقؓ نے رسول اللہؐ کے وصال کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور کہا تم رسول اللہؐ کی ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن میں تمہارا اختلاف ہے اور تمہارے بعد کے لوگ اختلاف میں زیادہ سخت ہو جائیں گے پس تم رسول اللہؐ کی طرف منسوب کر کے کوئی بات نہ کیا کرو اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہو ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے۔ اس نے جن چیزوں کو حلال کیا انہیں حلال جانو اور جن جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانو۔

بظاہر اس روایت سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے روایت حدیث سے روکنا چاہا تھا، جیسا کہ جملہ "فلا تحدثوا عن رسول الله" (۲) ظاہر کرتا ہے لیکن اس روایت کو اس کے ظاہر پر محمول کر کے گزر جانا آسان نہیں کیونکہ تمام صحابہؓ روایت حدیث پر عمل کرتے رہے ہیں، خود ابوبکرؓ بھی روایت حدیث کے طریق پر عمل پیرا تھے۔ اصل میں آپ کے پیش نظر دو چیزیں تھیں : ایک بلا تحقیق روایات کی کثرت اور دوسرے اختلاف۔ آپ چاہتے تھے کہ دونوں چیزیں نہ پیدا ہوں اس لئے آپ نے احتیاط کی روش اختیار کی۔

بلا تحقیق روایت کا سدباب

سیدنا ابوبکرؓ نے بلا تحقیق روایت کی کثرت کو روکنے اور روایت حدیث میں احتیاط کی روش کو فروغ دینے کے لئے روایت حدیث میں اصول شہادت کو بنیاد قرار دیا۔ روایت حدیث مستحکم کرنے کے لئے آپ نے اصول شہادت کو لازم کیا۔ مسئلہ در پیش ہوتا تو صحابہؓ سے پوچھتے اور پھر مزید اطمینان حاصل کر لیتے جیسا کہ جدہ کی میراث والے مسئلہ میں آپ نے کیا (۳) یہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۔۳

۲۔ ایضاً ۱/۳

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳

Marfat.com

شہادت قانونی شہادت کے لئے مطلوبہ نصاب نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ایسی بے شمار روایات ہیں جن کا راوی صرف ایک ہے ممکن ہے حضورؐ نے کسی معاملے میں ایک سے زیادہ کسی آدمی سے بات نہ کی ہو۔ بقول امام شافعیؒ یہی دستور تھا کہ آنحضرتؐ ذمہ داریوں کے لئے عموماً ایک ہی آدمی کو روانہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ آنحضرتؐ کے بھیجے ہوئے آدمی پر لوگوں نے اعتراض کیا ہو اور کہا ہو :

أنت واحد وليس لك أن تأخذ منا مالم نسمع رسول الله يذكر انه علينا(۱)

تم تنہا آدمی ہو اس لئے تمہیں اس کا حق نہیں کہ ہم سے کچھ اس وقت تک وصول کرو جب تک رسول اللہؐ سے ہم یہ نہ سن لیں کہ آپؐ نے تمہیں ہماری طرف بھیجا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی اپنی متعدد مرویات ہیں جن کے تنہا وہی راوی ہیں، اس لئے یہ کوئی قانونی ضابطہ نہ تھا، بلکہ احتیاطی تدبیر تھی جسے بعد کے لوگوں نے اپنایا، مثلاً حضرت علیؓ مزید اطمینان کے لئے قسم لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ بعض صحابیوں کی روایات پر مزید تائید کا مطالبہ کرتے۔ حضرت ابو موسیٰؓ (۲) کو اپنی تائید میں کسی کو پیش کرنے کا اہتمام کرنا پڑا اور ابو سعید خدریؓ کو بطور گواہ پیش کیا۔ الغرض تدوین حدیث کی تاریخ میں "شواہد و متابعات کا جو ایوان رفیع بعد کو قائم ہوا سچ پوچھئے تو اسی صدیقی بنیاد پر اس کی تعمیر کھڑی کی گئی (۳) علامہ ذہبی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں :

وفي ذلك حض على تكثير طرق الحديث(۴)

اس ضمن میں حضرت عمرؓ کے طرز عمل نے لوگوں کو کثرت طرق پر آمادہ کیا۔

گویا حضرت صدیق اکبرؓ شواہد کے ذریعے احتیاط کی روش کو قوی کرنا چاہتے تھے اور وہ قوی ہو گئی۔

رفع اختلاف

حضرت ابو بکرؓ کے پیش نظر دوسری بات یہ تھی کہ روایات کی عمومی اجازت سے مسلک

۱۔ الرسالہ، ۴۱۷

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۶

۳۔ تاریخ تدوین حدیث، ۳۰۱

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۶

Marfat.com

دینی میں اختلاف نہ راہ پا جائے اور مسلم معاشرے کو متحد کرنے والے اصول اختلاف وانتشار کی نذر نہ ہو جائیں۔ اسی لئے آپ نے مذکورہ بالا ارشاد سے تمام لوگوں کو متنبہ کیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس مسئلہ پر طویل گفتگو کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ اعلان دراصل اختلاف کے اس فتنے کو روکنے کے لئے تھا جو آتش فشاں پہاڑ کی صورت اختیار کر سکتا تھا، کیونکہ ہر شخص آنحضورؐ کے حوالے سے اپنی بات کرتا اور اختلاف بڑھ جاتا۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ تقریر صحابہؓ کے مجمع میں کی اور انہیں اختلاف کی ہولناکیوں سے ڈرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اخبار احاد کی معلومات کی بنا پر جو اختلافات پیدا ہوئے انہیں اسلام اور غیر اسلام کا نام نہیں دیا گیا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کی یہ احتیاط نہ ہوتی تو ملت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ شاہ ولی اللہؒ اس اختلاف پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والحق أن اكثر صور الخلاف بين الفقهاء لاسيما فى المسائل التى ظهر فيها أقوال الصحابة فى الجانبين كتكبير ات العيدين ونكاح المحرم وتشهد ابن عباس و ابن مسعود والاخفاء والجهر بالبسملة والتأ مين والانتفاع والاتيار فى الاقامة ونحوذلك إنما هو ترجيح أحد القولين . وكان السلف لايختلفون فى أصل المشروعية وأنما كان خلافهم فى اولى الأمرين(۱)

> ایسے اختلافی مسائل جن میں صحابہؓ کے اقوال ہر پہلو کی تائید میں ملتے ہیں مثلاً عیدین وتشریق کی تکبیریں محرم کا (بحالت احرام) نکاح کرنے کا حکم یا تشہد کے کلمات جو ابن مسعود اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں یا بسم اللہ کو آہستہ یا زور سے پڑھنا یا نماز کی اقامت میں بجائے دو دفعہ کے ایک ایک دفعہ کلمات اقامت ادا کرنا اور اس قسم کی ساری باتوں میں اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی صورت شریعت کے مطابق اور اس کی مخالف شکل میں غیر شرعی ہے بلکہ اگر سلف کا اختلاف تھا بھی تو اس میں تھا کہ ان دونوں صورتوں میں اولیٰ اور بہتر کیا ہے۔ ورنہ دونوں شکلوں کو شرعی قرار دینے میں سب متفق تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے رویہ نے اختلاف میں اعتدال کی راہ کے لئے بنیاد کا کام کیا۔ ہم اس بحث کو مولانا مناظر احسن گیلانی ہی کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ الانصاف مع اردو ترجمہ، ۸۹

Marfat.com

"اس میں شک نہیں کہ ایک مختصر بات کے لئے غیر معمولی طور پر مجھے طول کلام سے کام لینا پڑا لیکن سچ پوچھئے تو دیکھنے کی حد تک حضرت ابو بکرؓ کے مذکورہ بالا الفاظ مختصر نظر آتے ہیں مگر سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ تدوین حدیث کی تاریخ میں حضرت ابو بکرؓ کی یہ خدمت ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ عہد صدیقی سے پہلے آنحضرت ؐ کی حدیثوں کے متعلق صرف دو مسئلے اہمیت رکھتے تھے: یعنی ایک تو یہ کہ رسول اللہ ؐ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ یہ تو تھی پہلی خدمت جس کی نگرانی ہر مسلمان کے فرائض میں شامل تھی، اس کے ساتھ دوسری اہم خدمت جیسا کہ بہ تفصیل بیان کر چکا ہوں، یہ تھی کہ ان حدیثوں کی اشاعت میں عمومیت کا ایسا رنگ پیدا نہ ہونے پائے جس کے بعد نرمی اور مساحت کی وہ کیفت اس میں باقی نہ رہے جسے آنحضرت ؐ ان حدیثوں کے مطالبہ اور گرفت میں بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے۔ ہر شخص تک ان حدیثوں کا نہ پہنچانا، مکتوبہ مجموعے جو آپ کے زمانے میں لکھے جا چکے تھے ان کا ضائع کروا دینا' عمومی طور پر آئندہ ان حدیثوں کے لکھنے سے لوگوں کو منع کر دینا، ابو بکرؓ کا اپنے ہاتھ سے جمع کی ہوئی احادیث کا نذر آتش کر دینا، یہ اور اس کے سوا اس سلسلے میں جن دوسرے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، بتا چکا ہوں، کہ غرض و غایت سب کی یہی تھی اور عہد صدیقی سے انہی احادیث کے متعلق مسلمانوں کے ذمے یہ تیسری خدمت سپرد ہوئی کہ مسلمانوں کو لڑانے بھڑانے، ان کی ایک ٹولی کو دوسری ٹولی سے جدا کرنے کا ذریعہ ان احادیث کو نہ بنایا جائے۔ بالفاظ دیگر یہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار بنایا کہ خبر آحاد میں انفرادی معلومات کے لحاظ سے قدرتاً جو اختلافات رہ گئے ہیں ان کو ارادی و اختیاری مخالفتوں کی آگ بھڑ کانے کا ایندھن اگر کوئی بنانا چاہے تو رسول اللہ ؐ کی احادیث کے اس غلط استعمال سے روکا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ عملی طور پر تدوین حدیث کی تاریخ میں حضرت ابو بکرؓ کی اس خدمت اور اس کی قدر و قیمت کا لوگوں نے بہت کم تذکرہ کیا ہے۔ بلکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف مذکورہ بالا روایت جو منسوب کی گئی ہے گزرنے کی حد تک تو تاریخ حدیث پڑھنے والوں کو، دوسری روایتوں کے ساتھ، یہ بھی روایت ہی معلوم ہوتی ہو گی لیکن اس کا واقعی مطلب کیا ہے؟ ٹھہر کر سوچنے کی ضرورت ہے، اور یہ بات شاید کسی نے محسوس کی ہو! لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ عملاً ابو بکر صدیقؓ کی عائد کی ہوئی اس ذمہ داری کو صحابہؓ نے قبول کیا اور بعد میں بھی تقریباً ہر

Marfat.com

زمانے کے مسلمانوں کو اس باب میں ہم صحابہ کرامؓ کے اس طریق کار پر کاربند پاتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہؓ کو جو مختلف معلومات ان احادیث کے متعلق تھیں ان میں سے ہر ایک اسی پر عامل تھا جو وہ جانتا تھا، لیکن عملی اختلافات کے باوجود آج تک کوئی ایسا واقعہ منقول نہیں کہ ان اختلافات کی بنا پر کسی نے دوسرے صحابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کیا ہو، یا ان اختلافات کی بنا پر کسی صحابی کو اپنے دین سے الگ قرار دیا ہو، بلکہ جہاں تک میں جانتا ہوں شاید ہی کسی صحابی نے اپنی دینی زندگی کو دوسرے صحابی کی دینی زندگی سے افضل و برتر خیال کیا ہو۔ مجھ تک کم از کم ایسی کوئی روایت بھی نہیں پہنچی کہ صحابہ کا طرز عمل بھی یہی تھا جیسے ان کے فیض یافتہ تابعین نے دیکھا تھا حضرت قاسم بن محمد کا واقعہ جو میں نے نقل کیا ہے (۱) کہ سائل نے قراءۃ خلف الامام کے متعلق آنحضرتؐ سے سوال کیا، اس پر آپ نے جو کچھ فرمایا اسے اسامہ ابن زیدؓ کی زبانی سنئے :

سألت قاسم بن محمد عن القرأة خلف الامام فيما لم يجهر فيه فقال : إن قرأت فلك في رجال من أصحاب رسول الله أسوة وإذا لم تقرأ فلك في رجال من أصحاب رسول الله اسوة (۲)

> میں نے قاسم بن محمد سے قرأۃ خلف الامامؒ کے متعلق پوچھا ان فرض نمازوں میں جن میں زور سے قراءۃ نہیں کی جاتی۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم پڑھو تو رسول اللہ کے بعض صحابیوں میں تمہارے لئے نمونہ ہے اور اگر نہ پڑھو تو بھی رسول اللہ کے بعض اصحاب میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔

اس طویل اقتباس سے فقط یہ بتانا مقصود تھا کہ حضرت صدیقؓ کا یہ طرز عمل محض احتیاط کا تھا۔ وہ حفاظت حدیث میں اس احتیاط کو ضروری خیال کرتے تھے ورنہ کسی سطح پر بھی وہ حدیث کے مخالف نہیں رہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کی مرویات کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۳۴۰۔۳۴۱

۲۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۸۰

Marfat.com

یکصدوپنجاہ حدیث از مرویات او در دست محدثین باقی ماندہ است(۱)

تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں حضرت ابوبکرؓ کی روایت کردہ محدثین کے ہاتھوں میں پہنچی ہیں۔

ابن جوزی نے بقی بن مخلد کی مسند کے حوالے سے ایک سو بیالیس (۱۴۲) حدیثوں کا ذکر کیا ہے (۲) مسند ابی بکر صدیقؓ شائع ہو گئی ہے جس میں آپ کی ۱۴۲ مرویات ہیں۔ یہ ابوبکر احمد بن علی بن سعید الاموی المروزی (۲۰۲-۲۹۲ھ) کی تصنیف ہے اور اس کی تحقیق و تعلیق اور احادیث کی تخریج کا کام شعیب ارناووط نے کیا ہے۔

فاروق اعظمؓ

ہمارے ہاں ایک مخصوص طرز فکر کے لوگ حدیث کے متعلق بدگمانیوں کو مختلف طریقوں سے ہوا دے رہے ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی عظمت کے خوشنما الفاظ کے پردے میں حدیث پاک کی بساط کو لپیٹنے کی کوشش کی، اختلاف روایت کو بہانہ بنا کر حدیث نبوی کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔ جھوٹی حدیثوں کا بہانہ بنا کر حدیث کے خلاف زہر اگلا اور تدوین حدیث کے طریق کار کو محل نظر قرار دے کر ذخیرہ حدیث کو عجمی سازش کا نام دیا۔ لیکن ان سب سے زیادہ کامیاب حربہ اور کارگر تدبیر یہ سوچی گئی کہ اکابرین امت کو منکرین حدیث ثابت کیا جائے چنانچہ نظر انتخاب دو محتاط بزرگوں پر پڑی: ایک حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے امام ابو حنیفہؒ (۳) یہ دونوں بزرگ امت میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں لیکن چونکہ حضرت عمرؓ اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی اور رسالت مآب سے تعلق و نسبت کی وجہ سے بھی، مقدم ہیں اس لئے اس وقت ہم اس سے بحث کریں گے کہ کیا حضرت عمرؓ روایت حدیث کے مخالف تھے؟ کیا اشاعت حدیث میں ان کا انداز معاندانہ تھا؟ اس سے قبل کہ ہم اس کا علمی تجزیہ، تحقیقی اصولوں کے مطابق کریں اور ان کی جانچ پڑتال کر لینے کے بعد کسی

۱۔ ازالۃ الخفاء، ۲/۲۴

۲۔ تلقیح فہوم اہل الاثر، ۱۸۳، طبع ہند، احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ بقی بن مخلد کی مسند سنت کے اہم مصادر میں سے ہے وہ اسے "اجمع الکتب" قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ کتاب ان کے بقول معدوم ہے۔ (الباعث الحثیث، ۱۵۸)

۳۔ امام ابو حنیفہؒ کے رویہ حدیث پر مولانا محمد علی کاندھلوی کی مفصل کتاب "امام اعظم اور علم حدیث" کی طرف رجوع کیا جائے۔

Marfat.com

نتیجہ تک پہنچیں، یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ تمام اقوال اور امور مجتمع کریں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حضرت عمر روایت حدیث کے مخالف تھے :اور وہ دلائل بھی سامنے رکھیں جن سے آپ کا مسلک انکار حدیث مترشح ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ہم علامہ ذہبی کا وہ بیان لکھتے ہیں جو انہوں نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے :

عن قرظه بن كعب قال لما سيرنا عمر إلى العراق مشىٰ معنا عمر وقال: أتدرون لم شيعتكم ؟ قالوانعم ! مكرمة لنا ، قال ومع ذلك فانكم تأ تون على أهل قريه لهم دوى كدوى النحل فلا تصدوهم بالأ حاديث فتشتغلو هم. جودوا القرآن واقلوا الرواية عن رسول الله وأنا لشر يككم فلما قدم قرظة قالوا حدثنا! قال نهانا عمر (۱)

قرظہ بن کعب سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ہمیں عراق روانہ کیا تو خود مشایعت کو نکلے اور فرمایا : کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ ساتھ آتا ہوں؟ لوگوں نے کہا ہماری عزت افزائی کو فرمایا : ہاں ! لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تم ایسے مقام میں جاتے ہو جہاں لوگوں کی آواز شہد کی مکھی کی طرح قرآن مجید پڑھنے میں گونجتی رہتی ہے۔ قرآن کو تجوید سے پڑھو۔ تم ان کو حدیثوں میں نہ روک لینا کہ تم ان کو مشغول رکھو۔ قرآن میں آمیزش نہ کرو اور حضور سے روایت کم کرو اور میں تمہارا شریک ہوں جب قرظہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے کہا بیان کیجئے انہوں نے کہا ہمیں حضرت عمرؓ نے حدیث بیان کرنے سے منع کر دیا ہے۔

ایک اور روایت ہے :

عن أبي سلمة عن ابي هريرةؓ : قلت له أكنت تحدث في زمان عمر هكذا ؟ فقال: لو كنت أحدث في زمان عمر مثل ما أحد ثكم لضربني بمخفقته (۲)

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اس طرح احادیث بیان کرتے تھے تو انہوں نے کہا : اگر میں ایسا کرتا تو عمرؓ مجھ کو درے مارتے۔

ا۔ طبقات ابن سعد، ۲/۷ ؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۷

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۷

Marfat.com

ایک روایت یہ بھی ہے :

ان عمر حبس ابن مسعود وابا الدرداء وأبا مسعود الأنصاری فقال: قد أكثرتم الحديث عن رسول الله (۱)

حضرت عمرؓ نے عبداللہ ابن مسعودؓ، ابوالدرداء اور ابو مسعود انصاری کو محبوس کیا اور کہا تم نے آنحضرتؐ سے بہت زیادہ روایتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔

اس سے ملتی جلتی باتیں علامہ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" میں بیان کی ہیں۔ اسی کتاب میں مشہور محدث سفیان بن عیینہ کے حالات میں لکھا ہے کہ لوگ جب حلقہ حدیث میں آتے تو ان کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے :

لو أدرکنا وإیا کم عمر لأوجعنا ضرباً (۲)

اگر ہمیں اور تمہیں عمرؓ پا لیتے تو مار کی تکلیف پہنچاتے۔

تقریباً یہی باتیں ادل بدل کر پیش کی جاتی ہیں اور انہی پر منطق استدلال کا تانا بانا بن کر لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی سے لے کر برق اور پرویز صاحب تک سب لوگ حضرت عمرؓ کو انکار حدیث میں اپنا امام قرار دیتے چلے آرہے ہیں۔ یہ مسئلہ کوئی ایسا دقیق نہیں جس کے لئے گہرے فکر اور عمیق نظر کی ضرورت ہو۔ سرسری مطالعہ عبارات اور سیاق و سباق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے، تاہم مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے علماء کرام نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے اور انہوں نے ایک طالب علم کے لئے تسلی بخش اشارات و توضیحات اکٹھی کر دی ہیں۔

عملاً تو ایسے تمام اقوال سے فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کثرت روایت سے منع فرماتے تھے لیکن سہولت تجزیہ کے لئے ہم اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

(الف) قرظہؓ بن کعبؓ، ابو ہریرہؓ اور سفیانؒ بن عیینہ کے منع روایت سے متعلق اقوال

(ب) حبس صحابہ کرامؓ

۱۔ ایضاً، ۱/ ۷

۲۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۱۳۰

Marfat.com

منع کرنے کی روایات

سب سے پہلے ہم ان تین اقوال سے بحث کرتے ہیں :

میں نے ان اقوال کو بار بار پڑھا اور ان سے گہرا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کی، لیکن مجھے ان تینوں اقوال میں سے ایسے کسی انکار حدیث کا کوئی سراغ ملا نہ کسی قول سے مخالفت حدیث کی بو آئی، زیادہ سے زیادہ جو کچھ میرا ذہن اخذ کر سکا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب احتیاط اس لئے کی کہ کہیں قرآن وحدیث میں اختلاط نہ ہو جائے۔

قرظہ بن کعب والی حدیث پر مولانا ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں :

"معاذ اللہ یہ مطلب نہیں تھا کہ حدیث نبوی حجت نہیں ہے اور روایت حدیث گناہ ہے، ورنہ اگر یہ معنی ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ زیادہ روایت کر کے زیادہ گناہ مت کرنا تھوڑا گناہ کرنے میں میں تمہارا شریک ہوں"(۱)

اسے حضرت عمرؓ کا محتاط رویہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن انکار حدیث کا طرز عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ رائے قائم کرنے میں میں اکیلا نہیں، تمام اکابر امت اور علمائے ملت بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ خود علامہ ذہبیؒ نے بھی جن کے حوالے سے تینوں اقوال نقل کئے گئے ہیں تمہیداً جو کچھ فرمایا ہے وہ مثبت ہے اور اسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں :

وقد كان عمرؓ من وجله ان يخطىء الصاحب على رسول الله يأمر هم أن يقلوا الرواية عن نبيهم ولئلا يتشاغل بالأ حاديث عن حفظ القرآن(۲)

حضرت عمرؓ اس ڈر سے کہ صحابہؓ حضورؐ سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہؐ سے روایت کم کریں تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر حفظ قرآن سے غافل نہ ہو جائیں۔

مورخ بلاذری نے "انساب الاشراف" میں روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے جب حضرت عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا :

لولا انی أكره أن ازيد فى الحديث أو أنقص فحدثتكم به(۳)

اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ روایت حدیث میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں تم

۱۔ حجیت حدیث، ۱۴۱

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۶۔۷

۳۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۲۹۲

Marfat.com

سے حدیث بیان کرتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالۃ الخفاء" میں حضرت عمرؓ کے قول کی تاویل کی ہے کہ اس سے مراد شمائل وعادات کی احادیث ہیں(۱)

دارمی نے اپنی مسند میں قرظہ بن کعبؓ کی حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے مراد غزوات کی خبریں ہیں(۲)

لیکن بقول علامہ شبلی یہ دوراز کار تاویلات ہیں(۳)

حضرت عمرؓ کا یہ طرز عمل جس احتیاط پسندانہ حکمت عملی پر مبنی تھا اس کا نتیجہ ہے کہ امت کے اندر قرآن وحدیث کے درمیان فرق نمایاں ہے۔ نیز قرآن کی حفاظت اور احادیث کی تنقیح و تعدیل بھی بنیادی طور پر حضرت عمرؓ کے طرز عمل کا نتیجہ تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا طرز عمل دراصل ہادی کونینؐ کے عمل کا اتباع تھا، کیونکہ خود حضورؐ حفاظت قرآن کے لئے بڑی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ تو متن حدیث کو فقیہانہ اور محدثانہ نظر سے جانچا بھی کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا امت مسلمہ پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے کھرے اور کھوٹے، صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کا قرینہ سکھایا، لیکن ان حضرات نے انہیں بھی منکر حدیث قرار دیا۔

ہمارے اس خیال کی تائید علامہ ابن عبدالبرؒ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

"جن لوگوں کو واقعات کا صحیح علم نہ تھا اور بدعات کے پیدا کرنے کا جن میں زیادہ شوق پایا جاتا تھا، سنت سے جن قلوب میں گرانیاں تھیں انہوں نے مذکورہ بالا روایتوں سے جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہا کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے ذہن سے حدیثوں کو بالکلیہ خارج کر دینا چاہتے تھے"(۴)

علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس پر بڑی مفصل بحث کی ہے۔ انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ

۱۔ ازالۃ الخفاء، ۲/۱۴۱

۲۔ دارمی، مقدمہ باب القیا مخالفۃ السقط، ۱/۸۵

۳۔ الفاروق، ۳۳۶

۴۔ جامع بیان العلم، ۲/۱۲۱

Marfat.com

حضرت عمرؓ اکثار روایت سے مصلحۃً روکتے تھے کہ جھوٹ اور سچ کی آمیزش نہ ہو جائے نیز قرآن وحدیث کی تمیز برقرار رہے۔ علامہ ابن عبد البرؒ کے الفاظ یہ ہیں :

هذا يدل على أن نهيه عن الاكثار وأمره بالاقلال من الرواية عن رسول الله إنما كان خوف الكذب على رسول الله وخوفاً أن يكونوا مع الاكثار (۱)

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا کثرت روایت سے منع کرنا اور کم روایت کا حکم دینا یہ صرف آنحضورؐ پر جھوٹ گھڑے جانے کا خوف تھا اور اس خطرے کے پیش نظر کہ کثرت روایت میں اس کے امکانات ہیں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :

ولو كره الرواية ورد منه النهى عن الاقلال منها أو الاكثار (۲)

اگر آپ روایت ہی کو ناپسند کرتے تو قلت و کثرت دنوں کے متعلق نہی وارد ہوتی۔

صاحب جامع بیان العلم نے اس لطیف بحث میں عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ کثرت روایت کی مخالفت اور قلت روایت کا حکم حضرت عمرؓ نے اس لئے دیا تھا کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت ﷺ کی طرف غلط بات منسوب ہو جانے کا اندیشہ تھا اور یہ خوف بھی تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کے پاس اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور حافظے پر بھی بھروسا نہ ہو تو لوگ محض قول بیان کرنے میں جری ہو جائیں گے۔ انہوں نے استدلال میں یہ بات فرمائی :

إن ضبط من قلت روايته أكثر من ضبط المستكثر وهو الأبعد من السهو الغلط الذى لايومن مع الاكثار (۳)

بے شک اس آدمی کا ضبط جس کی روایتیں کم ہیں اس آدمی سے زیادہ ہے جس کی روایتیں زیادہ ہیں اور کم روایت والا آدمی اس بھول اور غلطی سے بہت دور ہے جس سے کثرت روایت میں محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔

روایت حدیث میں احتیاط کا سبب

حضرت عمرؓ کا یہ طرز عمل ان کا اپنا اختیار کردہ نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں وہ خاص

۱۔ ایضاً، ۲/ ۱۲۲

۲۔ ایضاً

۳۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۱۲۲

Marfat.com

تربیت کام کر رہی تھی جو نبی کریمؐ نے اپنے رفقاء کی فرمائی تھیں۔ اس کا اثر تقریباً ہر فیض یافتہ صحابی پر تھا۔ حضرت عمرؓ چونکہ منتظم تھے اور باقی لوگوں سے نسبۃً زیادہ ذمہ دار تھے اس لئے آپ کی تدابیر زیادہ نمایاں ہو گئیں، ورنہ روایت حدیث کے بارے میں اس طرح کی احتیاط ہمیں اور بزرگوں میں بھی ملتی ہے۔ مثلاً ابو ہریرۃؓ جو مکثرین صحابہ میں سے ہیں حضرت عمرؓ کو جو جواب دیتے ہیں وہ ان الفاظ میں منقول ہے:

روی أن عمر قال لأبی هریرة حین بدأیکثر من الحدیث أکنت معنا حین کان فی مکان کذا؟ قال: نعم! سمعت رسول الله یقول: من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار فقال له عمر إذاذکرت ذلك فاذهب فحدث(۱)

روایت ہے جب حضرت ابو ہریرۃؓ نے زیادہ حدیثیں بیان کرنا شروع کیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم فلاں جگہ ہمارے ساتھ تھے؟ تو حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا ہاں! میں نے رسول کریمؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ گھڑے گا اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا اگر تمہیں یہ یاد ہے تو جاؤ حدیثیں بیان کرو

اسی طرح حضرت انسؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق آتا ہے حضرت انس کہتے ہیں:

انه یمنعنی أن أحد ثکم حدیثاً کثیراً ان النبی قال من تعمد علی کذباً فلیتبوأ مقعده من النار(۲)

مجھے یہ بات زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے روکتی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جو کوئی مجھ پر عمداً جھوٹ گھڑے گا اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے۔

ابن زبیر کہتے ہیں:

قلت لزبیرؓ انی لا أسمعك تحدث کفلان وفلان قال اما انی لم افارقه ولکن سمعته یقول من کذب علی فلیتبوأ مقعده من النار(۳)

انہوں نے حضرت زبیرؓ سے پوچھا کہ میں آپ کو فلاں فلاں شخص کی طرح حدیثیں بیان کرتا ہوا نہیں سنتا؟ تو انہوں نے کہا جہاں تک میرا تعلق ہے میں

۱۔ مسلم، مقدمہ، ۱/۸

۲۔ بخاری، کتاب العلم بباب اثم من کذب، ۱/۳۵؛ مسلم، مقدمہ، ۱/۷

۳۔ بخاری، کتاب العلم، ۱/۳۵

Marfat.com

حضورؐ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے ان سے یہ سنا ہے جو شخص مجھ پر جھوٹ گھڑے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

بخاری کی 'کتاب العلم' اور مسلم کے "باب الکذب علی رسول اللہ" میں اس طرح کی احادیث بکثرت ہیں۔ مجھے اس موقع پر صرف یہ بتانا ہے کہ صحابہ کرام کو جہاں ارشادات نبوی پھیلانے اور اپنے محبوب رہنما کے اقوال وافعال کے تذکرے کا اشتیاق تھا، وہاں یہ احتیاط بھی ان کے پیش نظر تھی کہ جھوٹی بات منسوب کرنے سے ایمان وآخرت دونوں ضائع ہو جائیں گے یہ ہے وہ پس منظر جس میں حضرت عمرؓ ہی نہیں، ہر صحابی محتاط تھا اور محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور تھا۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ لوگ جھوٹ اور سچ ملا کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے جیسا کہ بعد میں ہوا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی اس پالیسی کا کم از کم یہ اثر ضرور ہوا کہ کوئی شخص بغیر احتیاط کے حدیث بیان نہ کرتا تھا۔ علامہ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت امیر معاویہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

"علیکم من الحدیث بما کان فی عہد عمر فانه کان قدأخاف الناس فی الحدیث عن رسول الله '(۱)

حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں جو حدیثیں رائج تھیں ان کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضورؐ سے حدیث کی روایت سے ڈرا دیا تھا۔

مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول منقول ہے۔

"شیطان ایک مرد کی صورت میں جماعت کے پاس آئے گا اور ان سے جھوٹی احادیث بیان کرے گا جس کی وجہ سے لوگ متفرق ہو جائیں گے، ان سے ایک شخص کہے گا کہ میں نے یہ حدیث ایسے شخص سے سنی ہے جس کا چہرہ میں جانتا ہوں مگر اس کو نہیں جانتا" (۲)

بشیر العدوی نے ایک موقعہ پر روایات بیان کرنا شروع کیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا :

"ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے کہتا "قال رسول اللہ" تو ہماری نگاہیں فوراً اٹھ جاتی تھیں اور ہم پوری توجہ سے اس کی روایت سنتے تھے، مگر اب لوگوں نے سچ اور

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۷

۲۔ مسلم، مقدمہ، ۱/ ۹

Marfat.com

جھوٹ، ثقہ اور غیر ثقہ خلط ملط کر دیا ہے "(۱) یہ احساس اس دور کے ہر صاحب علم کو تھا کہ عقیدہ کا غلو لوگوں میں جھوٹی حکایات نشر نہ کرا دے اس لئے سبھی محتاط تھے ورنہ حضرت عمرؓ اس احتیاط سے زیادہ نظریہ نہ رکھتے تھے۔

حبس صحابہؓ

اب رہی حبس صحابہ کرامؓ والی روایت جسے منکرین حدیث بہت زیادہ اچھال رہے ہیں تو یہ سب کے نزدیک موضوع ہے۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ جو روایت بالحدیث اور تمسک بالحدیث میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں، اپنی کتاب میں اس روایت کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس کی سند کو نا قابل اعتبار قرار دیتے ہیں: ان کا آخری جملہ قابل غور ہے فرماتے ہیں:

ان الخبر فی نفسه ظاهر الكذب والتوليد (۲)

یہ روایت بعینہٖ کذب وافتراء کا نمونہ ہے۔

اس لئے کہ اس سے ایک طرف کبار صحابہ کرامؓ پر اتہام ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف تبلیغ کے بارے میں روکنا اور دین کے احکام کا اخفاء لازم آتا ہے اور یہ کسی عام مسلمان کے شایان شان نہیں، چہ جائیکہ حضرت عمرؓ جیسا شخص اس کا ارتکاب کرے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میں نے کوشش کی ہے کہ کسی حقیر کتاب میں مجھے یہ روایت مل جائے لیکن میں ناکام رہا ہوں اس روایت کا موضوع ہونا واضح ہے" ابن مسعودؓ ایک جلیل القدر صحابی اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی بڑی عزت تھی حتیٰ کہ جب ابن مسعودؓ کو انہوں نے باہر بھیجا تو فرمایا کہ میں انہیں اپنے پاس رکھنے کی بجائے تمہارے پاس بھیجنے میں بڑے ایثار سے کام لے رہا ہوں جہاں تک حضرت ابو درداءؓ کا تعلق ہے ان سے اتنی احادیث مروی بھی نہیں ہیں کہ انہیں مکثرین میں شمار کیا جائے علاوہ ازیں ابو الدرداءؓ بھی ابن مسعودؓ کی طرح شام میں مسلمانوں کے معلم تھے (۳)

عقلاً یہ بات بڑی تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف مکثرین صحابہ ابو ہریرہؓ،

۱۔ ایضاً، ۱/ ۱۰

۲۔ کتاب الاحکام لابن حزم، ۳/ ۱۲۰

۳۔ السنہ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ۶۴۔۶۵

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کو کچھ نہ کہا جائے اور دوسری طرف تھوڑی روایت کرنے والوں کو دھر لیا جائے۔ ایک طرف انہیں معلم المسلمین بنا کر بھیجا جاتا ہے اور دوسری طرف انہیں قیدوبند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ عقل عام پر بھی یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عمرؓ کا مقصد قطعاً یہ نہ تھا کہ لوگوں کو حدیث سے کلیۃ روک دیا جائے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ انہی حدیثوں تک لوگ اپنے بیان کو محدود رکھیں جن کے متعلق انہیں پورا اطمینان ہو۔ آپ نے غالباً ایک موقع پر فرمایا تھا:

من وعاها وعقلها وحفظها فليحدث بها(۱)

جس نے اسے محفوظ رکھا اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا اسے چاہئے کہ اسے بیان کرے۔

حضرت عمرؓ کا مثبت رویہ

حضرت عمرؓ کے متعلق سطحی پروپیگنڈہ کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مثبت رویہ پیش کرتے ہیں اور اس میں گفتگو دو طرح ہو سکتی ہے:

(الف) اشاعت حدیث میں حضرت عمرؓ کے احکام

(ب) کیا حضرت عمرؓ نے خود بھی روایت حدیث کی؟

(الف) احکام عمرؓ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشاعت حدیث میں کافی دلچسپی لی ہے۔ انہوں نے مختلف علاقوں میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھیج کر وہاں کے باشندوں کو طریق تعلیم کے سلسلے میں ہدایات دیں اگر ہم صرف ان کے خطبات وہدایات ہی کو دیکھیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت عمرؓ کو حدیث سے کتنی دلچسپی تھی۔ ابن عبدالبرؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت عمرؓ کا جو قول نقل کیا ہے اس سے ان کی محبت حدیث کا پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں:

يا أيها الناس! ان الرأى إنما كان من رسول الله مصيباً لأن الله كان يريه وإنما هو منا الظن والتكلف(۲)

۱۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۱۲۲

۲۔ جامع بیان العلم، ۲/ ۱۳۴

Marfat.com

لوگو جہاں تک حضورؐ کی رائے کا تعلق ہے سو وہ درست ہے کیونکہ اللہ ان کو سجھاتا تھا لیکن ہماری رائے تو گمان اور تکلف ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حدیث قرظۃؓ پر بحث کرتے ہوئے بڑے پتے کی بات کی ہے، کہتے ہیں:

فكيف يأمرهم بالحديث عن رسول الله وينها هم عنه هذا لا يستقيم . بل كيف ينها هم عن الحديث عن نفسه؟ بقوله من حفظ مقالتي ووعاها فليحدث بها حتى تنتهي به راحلته ثم قال ومن خشي أن لا يعيها فلا يكذب علي(۱)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ حضورؐ سے حدیث بیان کرنے کا حکم بھی دیں اور منع بھی کریں؟ یہ بات درست نہیں بلکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ مطلق روایت کرنے سے روک دیں جب کہ آپ کی یہ بات موجود ہے کہ جس شخص نے میری بات کو یاد کیا اور محفوظ کیا تو اسے بیان کردے حتی کہ اس کا زاد راہ بھی ختم ہو جائے پھر فرمایا کہ جسے یہ ڈر ہو کہ وہ محفوظ نہ رکھ سکے گا تو اسے مجھ پر جھوٹ نہیں گھڑنا چاہئے۔

حضرت فاروقؓ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کتابت حدیث کی ضرورت واہمیت پر متفق ہو چکے تھے۔ حضرت عروہؒ کہتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب اراد ان يكتب السنن فاستفتي اصحاب رسول الله ﷺ في ذلك فاشا روا عليه ان يكتبها(۲)

حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حدیثیں لکھ دی جائیں آپ نے اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا تو انہوں نے لکھنے کی رائے دی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا اپنا بھی یہی خیال ہو رہا تھا کہ احادیث وسنن کتابی شکل میں جمع کر دی جائیں لیکن آپ نے اس خیال سے کہ کہیں اس کی وجہ سے قرآن حکیم کی جانب سے عدم التفات نہ ہو جائے، اس پر عمل نہ کیا (۳) لیکن بعد میں یہ شبہ جاتا رہا اور اس کی اہمیت واضح ہو

۱۔ ایضاً، ۲/ ۱۲۴

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ٦۴

۳۔ ایضاً ۱/ ٦۴

Marfat.com

گئی، تو آپ نے حکم دے دیا کہ "قيد وا العلم بالكتاب" (۱) علم کو احاطہ تحریر میں لے آؤ۔
امام شاطبی نے موافقات میں حضرت عمرؓ کے وہ مکتوب نقل کئے ہیں جو انہوں نے قاضی شریحؒ کے نام بھیجے تھے۔ ان میں سے دو اقتباس ہم پیش کر رہے ہیں جن سے حضرت عمرؓ کے رویہ حدیث پر روشنی پڑتی ہے۔

اذا أتاك أمرا فاقض بما فی کتاب الله فان أتاك مالیس فی کتاب فاقض بما سن فيه رسول الله (۲) انظر ماتبين لك فی کتاب الله فلاتسئل فيه احداً و مالم تبين لك فی کتاب الله فاتبع فی سنة رسول الله (۳)

جب تمہارے پاس کوئی آدمی آئے تو تم جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس کے مطابق فیصلہ دو اگر تمہارے پاس کوئی ایسی چیز آئے جو کتاب اللہ میں نہیں تو تم اس طریق پر فیصلہ کرو جو رسول کریمؐ کا اس میں تھا۔ تم دیکھو جو چیز تمہارے لئے کتاب اللہ میں واضح ہے اس بارے میں کسی سے مت سوال کرو اور جو چیز کتاب اللہ میں واضح نہیں ہے اس میں سنت رسولؐ کا اتباع کرو۔

پھر حضرت عمرؓ نے حج کے موقع پر جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان میں بھی واضح اشارات ملتے ہیں۔

ایها الناس ! لم اعمل عمالا لیضربوا أبناء کم ولا ليأ خذوا أموالكم وأنما ارسلتهم إليكم ليعلمو كم دينكم وسنة نبيكم (۴)

لوگوں میں اس لئے والی نہیں بناتا کہ وہ تمہارے بیٹوں کو ماریں اور نہ اس لئے کہ تمہارے مال چھین لیں میں نے ان کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں دین اور تمہارے نبیؐ کی سنت سکھائیں۔

حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو والی بصرہ بنایا تو ابو موسیٰؓ نے مجمع عام میں تقریر کی جس میں خلافت کے انداز حکمرانی کو واضح کیا اس تقریر میں ان کا یہ جملہ قابل غور ہے:

۱۔ ایضاً، ۱/ ۷۲

۲۔ الموافقات للشاطبی، ۴/ ۷

۳۔ الموافقات للشاطبی ۴/ ۷

۴۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۲۸۱

Marfat.com

یعثنی عمر لا علمکم کتاب ربکم وسنة نبیکم (۱)

مجھے عمرؓ نے بھیجا ہے کہ میں تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت سکھاؤں۔

اسی طرح اور بھی واقعات ہیں جن سے حضرت عمرؓ کا رویہ حدیث متعین ہوتا ہے:

روایت حدیث میں حضرت عمرؓ کا مقام

اب دوسرے امر کا جائزہ لیں کہ کیا حضرت عمرؓ نے خود بھی احادیث بیان کی ہیں؟ اگر ان کی روایت بھی ثابت ہو جائیں تو پھر اس امر میں کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ حضرت عمرؓ منکر حدیث نہ تھے۔ علامہ ابن حزمؒ نے "جوامع السیرہ" میں ترتیب وار ان صحابہ کرامؓ کی فہرست دی ہے جنہوں نے مختلف تعداد میں احادیث کی روایت کی ہے۔ ابن حزم کے بیان کے مطابق حضرت عمرؓ کی روایات پانسو ہیں۔ علامہ شبلی نے "الفاروق" میں حضرت عمرؓ کی خدمات حدیث سے بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان کی مرویات کی کانٹ چھانٹ بھی کر دی جائے تو بھی کم از کم ستر مرفوع احادیث باقی رہ جاتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا حدیث کے متعلق کیا رویہ تھا۔ علامہ شبلی کمی حدیث والی حدیث کو غلط فہمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی روایات کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ انہوں نے اس موقع پر شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا حوالہ بھی دیا کہ شاہ صاحب "ازالۃ الخفاء" میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی روایات ستر ہیں۔ شاہ صاحب کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرآن پاک کی تعبیر و تشریح اور احکام و مسائل کی توضیح و تبیین میں حضور ﷺ کے طرز عمل سے استدلال کیا ہے اور ایسے استدلالات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نیز یہ عام فقیہانہ دور اندیشی اور محدثانہ جرح و تعدیل کے سانچوں سے نکلے ہوئے اقوال ہیں۔

اس مختصر سے تجزیے سے یہ بات از خود ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ دراصل محتاط روش کے بزرگ تھے، ورنہ روایت حدیث سے مطلقاً منع نہ کرتے تھے۔ روایت حدیث سے منع کرنا آپ کی شان سے بعید ہے۔

عثمان غنیؓ

حضرت عثمانؓ داماد رسول تھے اور شرافت و تقویٰ کے اعتبار سے حضورؐ کے ممتاز صحابہؓ

۱۔ دارمی، مقدمہ، باب البلاغ عن رسول اللہ، ۱/ ۱۳۵

Marfat.com

میں سے تھے (۱) آنحضور ﷺ سے اکتساب علم اور فیض تربیت حاصل کرنے میں دیگر خلفاء راشدین کی طرح انہیں بھی خصوصیت حاصل تھی۔ حدیث کی روایت میں آپ نے دوسرے صحابہ کرامؓ کی بہ نسبت زیادہ احتیاط برتی ہے آپ کی جملہ مرویات کی تعداد ایک سو چھیالیس ہے جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ آٹھ صرف بخاری میں اور پانچ صرف مسلم میں ہیں۔ قلت روایت احتیاط کا نتیجہ ہے ورنہ آپ سنت کو دین میں حجت مانتے تھے اور خود احادیث بیان فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے پہلے خطبے میں فرمایا: خبردار رہو میں پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں۔ مجھ پر کتاب اللہ اور سنت نبوی کی پیروی کے بعد تمہارے تین حق ہیں: ایک یہ کہ میرے پیش رو خلفاء کے زمانے میں تمہارے اتفاق و اجماع سے جو فیصلے اور طریقے طے ہو چکے ہیں ان کی پیروی کروں گا۔ دوسرا یہ کہ جو امور اہل خیر کے اجماع و اتفاق سے طے ہوں گے ان پر عمل درآمد کروں گا۔ تیسرا یہ کہ تم پر دست درازی کرنے سے باز رہوں گا تاوقتیکہ تم ازروئے قانون مواخذہ کے مستوجب نہ ہو جاؤ۔ (۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سنت رسول کو دین میں حجت تسلیم کرتے تھے لیکن تمام صحابہؓ کی طرح ان پر بھی احتیاط کا پہلو غالب تھا۔ عبدالرحمانؓ بن حاطب کہتے ہیں کہ میں نے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ پوری بات کرنے والا نہیں دیکھا، لیکن وہ حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے (۳)۔ اس کے باوجود آپ نے حدیث کی روایت کی ان سے استدلال کیا اور مسائل کا استنباط کیا۔ خصوصاً حج کے مسائل میں انہیں بڑا درک حاصل تھا۔ شیخینؓ کے عہد میں بھی ان سے فتوے پوچھے جاتے اور پیچیدہ مسائل میں ان کی رائے دریافت کی جاتی تھی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تفقہ و اجتہاد قرآن و سنت کے گہرے شغف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ثابت ہے کہ استخراج مسائل میں سنت ایک ماخذ تھی آپ کی احتیاط کا مقصود انکار حدیث نہ تھا، بلکہ ان کے پیش نظر ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح یہ بات تھی کہ کہیں کوئی سہو نہ ہو جائے۔ الفاظ و معانی کی ادائیگی میں معمولی سا تسامح بھی ان کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ مسند احمد کی ایک روایت سے ان کی احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

ما يمنعني أن أحدث عن رسول الله أن لا أكون أوعىٰ أصحابه عنه ولكني أشهد

۱۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب مناقب عثمان میں حضرت عثمان کے فضائل مذکور ہیں، ۴/۲۰۲

۲۔ طبری، ۳/۴۴٦

۳۔ ابن سعد، ۳/۳۹

Marfat.com

لسمعته يقول من قال علي مالم أقل فليتبوء مقعده النار (۱)

رسول اللہ کی حدیثوں کے بیان کرنے میں مجھے یہ چیز نہیں روکتی کہ دوسرے صحابہؓ سے حدیثوں کے یاد رکھنے میں کچھ کم ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جسے میں نے نہ کہا ہو تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو کافی احادیث یاد تھیں لیکن ان کی عمومی اشاعت سے پرہیز کرتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ آپ حضور کی طرف غلط بات منسوب ہونے کے اندیشے سے محتاط تھے۔ حضرت عثمانؓ کی جو حیثیت تھی اگر اس کی بنا پر وہ احادیث بیان کرتے تو لوگ ان سے سنی ہوئی بات حضور کی طرف منسوب کر دیتے، اس خطرے کے پیش نظر آپ محتاط تھے۔ اس کی تائید ابو صالح مولی عثمانؓ کے بیان سے ہوتی ہے:

قال سمعت عثمان يقول : إيها الناس ! انى كتمتكم حديثاً سمعته عن رسول الله كراهية تفرقكم عنى ثم بدالى أن أحد ثكموه ليختار امرء لنفسه ما بداله . سمعت رسول الله يقول رباط يوم فى سبيل الله خير من ألف يوم فيما سواه من المنازل (۲)

وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کو یہ فرماتے سنا کہ لوگو ایک حدیث جسے میں نے رسول اللہ سے سنا ہے اسے تم سے اب تک اس لئے چھپاتا رہا کہ تم کو یہ حدیث مجھ سے جدا کر دے گی۔ مگر مجھے یہی محسوس ہوا کہ میں اس حدیث کو تم سے بیان کر ہی دوں پھر اس حدیث کے سننے کے بعد انسان اپنے لئے جس پہلو کو چاہے اختیار کر لے۔ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا رباط (قیام جہاد) دوسری جگہوں میں ہزار دن گزارنے سے بہتر ہے۔

آپ نے احادیث بیان کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ محض ایک صحابی کے کہنے پر اپنی رائے اور اجتہاد کو بھی ترک کر دیا۔ مسند احمد ہی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ حالت احرام میں تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت لایا گیا۔ آپ اسے کھانے کو تیار ہی تھے کہ

۱۔ مسند احمد، ۱/ ۷۰، ۴؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی تعظیم......، ۵/ ۳۵

۲۔ مسند احمد، ۱/ ۴۴۳

Marfat.com

حضرت علیؓ نے بتایا کہ محرم کو شکار کا گوشت نہیں کھانا چاہیے۔ حضرت عثمانؓ نے استدلال کیا تو جناب علیؓ نے حضورؐ کا ایک واقعہ سنایا جس میں آپ نے گورخر کی ران کا تحفہ فقط اس لیے رد کر دیا تھا کہ آپ محرم تھے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ دستر خوان سے اٹھ گئے اور وہ کھانا گاؤں والوں نے کھالیا(۱) حضرت عثمانؓ نے اپنے تفقہ واجتہاد کو خبر واحد کی بنیاد پر ترک کر دیا۔ آپ کے اس تقویٰ واحتیاط کے باوجود آپ کی مرویات کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ امام احمدؒ نے مسند میں ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے(۲)

علی مرتضیٰؓ

حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ رسول اکرمؐ کے چچازاد اور داماد ہیں۔ آپ نے حضور کریمؐ کے اخلاق سے بہرہ وافر پایا۔ حدیث میں حضرت علیؓ کا طریق جداگانہ تھا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی آپ کے سامنے رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بات کرتا تو اس سے قسم لیتے تھے(۳) شاید اس کی وجہ عہد عثمان میں برپا ہونے والے فتنے اور فساد بھی ہوں۔ یوں بھی اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا مختلف اقوام وطبقات کے لوگ مسلمان ہو ہو کر اسلامی جماعت میں جوق در جوق شریک ہو رہے تھے اور ان سب کے ایمان واسلام کی حالت وہی نہ تھی جو صحابہ کرامؓ کی تھی۔ غالباً یہی وجوہات تھیں جن کی بناء پر حضرت علیؓ اس حدیث کا اعلان عموماً منبر سے فرماتے:

قال رسول الله : لاتكذبوا علی فانه من كذب علی فليلج النار(۴)

رسول کریمؐ نے فرمایا میری طرف جھوٹ بات منسوب نہ کیا کرو جو میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا آگ میں جھونکا جائے گا۔

وہ آنحضرت ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے لوگوں ہی کو نہیں ڈراتے تھے اس سے خود بھی ڈرتے تھے۔ انہوں نے ان کلمات کو مختلف مواقع پر دہرایا ہے کہ:

لأن أخر من السماء أحب إلی من أن أكذب علی رسول الله(۵)

۱۔ ایضاً، ۱/۷۸۲

۲۔ ایضاً

۳۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ' باب فی قتال الخوارج، ۵/۱۲۶

۴۔ بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب ...... ۱/۳۰؛ ترمذی، کتاب العلم، باب فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ، ۵/۳۵

۵۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوراج، ۵/۱۲۴

Marfat.com

آسمان سے گرنا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں حضورؐ کی طرف غلط بات منسوب کروں۔

جس طرح وہ حضور ﷺ کی حدیث بیان کرنے والے سے قسم لیتے تھے اسی طرح جب کوئی پوچھنے والا آپ سے کسی حدیث سے متعلق پوچھتا کہ آپ نے رسول کریم ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تو جواب میں خود بھی قسم کھاتے اور فرماتے :

ای. ورب الکعبة(۱)

ہاں رب کعبہ کی قسم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے)

حضرت علیؓ کے عہد خلافت تک زمانہ نبوت کافی دور ہو چکا تھا، تاہم نبی کریم ﷺ کی جو باتیں احاد کی شکل میں حضرت علیؓ تک پہنچی تھیں وہ آپ کے پاس محفوظ تھیں اس کے علاوہ ایک نوشتہ بھی آپ کے پاس موجود تھا جو آپ نے اپنی تلوار کی نیام میں رکھا ہوا تھا لیکن اس کی اشاعت عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں نہیں ہوئی تھی۔ ان کے اپنے عہد خلافت میں بھی جب لوگوں نے آپ سے بہت اصرار کیا تو بھی آپ انکار ہی کرتے رہے جس سے بعض لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ شاید نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو بعض باتوں کی وصیت کی ہو ایسے لوگوں کو جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتنہ بپا کر رکھا تھا اس قسم کے گمان ہتھیار کا کام دیتے اس لئے آپ نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا، فرمایا :

ما عهد إليّ رسول الله شيئاً خاصة دون الناس إلاشيئاً سمعته منه فهو فى صحيفة فى قراب سيفى(۲)

حضورؐ نے عام لوگوں سے الگ مجھ سے کوئی بات بطور عہد نہیں کی بجز اس کے کہ میں نے آپؐ سے چند باتیں سنیں، وہ اس صحیفہ میں لکھی ہوئی ہیں جو میری تلوار کی نیام میں رکھا ہے۔

راوی کہتا ہے :

فلم یزالوا به حتی أخرج الصحیفة(۳)

لوگ (اس صحیفہ کو دیکھنے پر) مصر رہے حتیٰ کہ آپؐ نے اسے نکالا۔

آپ کا خیال تھا کہ عمومیت کا رنگ پیدا نہ ہو اور جب یہ خدشہ ہو کہ نہ جانے لوگ کیا

۱۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ باب فی قتال الخوارج، ۵/ ۱۲۱

۲۔ ایضاً، ۵/ ۱۱۹

۳۔ ایضاً، ۵/ ۱۱۹

Marfat.com

سمجھیں گے ؟ تو لوگوں کو بتادیا کہ اس میں معمولی دینی مسائل ہیں۔ اس صحیفے کے عام نہ ہونے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس طرح آپؐ کے پیش رو خلفاء راشدینؓ کا یہ خیال تھا کہ ان کے زمانے میں عمومیت کا رنگ اختیار کر کے یہ چیزیں جب آئندہ نسلوں تک پہنچیں گی تو ان میں شریعت کے ان عناصر اور اجزاء کی وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی جیسی کہ شارع علیہ السلام نے صرف البینات کی حد تک محدود رکھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے سامنے بھی اپنے عہد خلافت تک یہی خیال رہا تھا جہاں تک اس کی حفاظت و نگرانی کا تعلق ہے اس میں بھی آپ نے کوئی کمی نہیں فرمائی (۱)

اتنی بات تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ چونکہ عہد نبوی کے قریب تھا اس لیے اس زمانے کے امور کے متعلق عہد نبوی کے قریب تھا اس لئے اس زمانے کے امور کے متعلق مسلمانوں کے قلوب میں تقدس و احترام کے جذبات زیادہ تھے، مگر جوں جوں دن گزرتے گئے احترام و تقدس کی کیفیت میں اضمحلال پیدا ہونا ایک قدرتی بات تھی ہو سکتا ہے کہ اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو اپنا مرکز خلافت بنالیا تھا جو ایک چھاؤنی تھی، جہاں اس دینی معیار کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی جو مدینۃ الرسول میں پائی جاتی تھی، اگرچہ کوفہ میں بھی جلیل القدر لوگ آگئے تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں :

هبط الكوفة ثلاثمائة اصحاب الشجرة و سبعون من اهل بدر (۲)

کوفہ کو وطن بنا کر آنے والوں میں تین سو اصحاب ایسے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی اور ستر اصحاب بدر شامل تھے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حسن سے کوفہ اور بصرہ کی حیثیت بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ کوفہ کو بصرہ پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے :

بها بيوتات العرب (۳)

وہاں عربوں کے مسکن ہیں۔

اس کے باوجود کوفہ کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا جو مدینہ اور حوالی مدینہ کو نصیب ہے

سائر العرب من بنى بكر بن وائل و عبدالقيس و سائر ربيعة و غير هم فلم

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۲۱۸

۲۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۹

۳۔ ایضاً، ۶/ ۱۱

Marfat.com

يكونوا من تلك الصحبة بمكاف إلا قليلا منهم(۱)

"تمام عرب قبائل کے لوگ آکر آباد ہو گئے تھے بو بکر بن وائل عبد القیس اور قبیلہ ربیعہ کی تمام شاخوں کے لوگوں میں آپ سے استفادہ کرنے والے بہت کم تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کثیر تعداد ان لوگوں کی تھی جنہیں رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے کی دولت تو نصیب ہو گئی تھی لیکن جمال جہاں آرائے محمدی سے اپنی مشتاق آنکھوں کو روشن کرنے کی سعادت میسر نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے قرظہ بن کعب الانصاریؓ کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

اذا راو كم مدوا إليكم أعناقهم وقالوا أصحاب محمد(۲)

جب وہ تمہیں دیکھیں گے تو تمہاری طرف اپنی گردنیں دراز کر کے کہیں گے دیکھو یہ لوگ حضرت محمدؐ کے اصحاب ہیں۔

مقامات کے اس اختلاف اور لوگوں کے اس تفاوت مزاج کو حضرت عمرؓ نے اپنی خداداد بصیرت سے بھانپ لیا تھا، اس لئے آپ نے احتیاط کے رویہ کو ملحوظ خاطر رکھا' آپ کا خیال تھا کہ صحبت نبوت سے محروم رہ جانے والے مسلمانوں کے قلوب میں حضور کی باتوں کے جاننے کا جو ولولہ اور شوق بھڑک رہا ہے وہ حضورؐ کے صحابیوں کو دیکھیں گے تو اپنے پیغمبر ﷺ کے حالات جاننے کے لئے وہ کس طرح بیتابانہ دوڑ پڑیں گے۔

حضرت عمرؓ کی یہ پیش گوئی کتنی سچی نکلی؟ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ صحابہؓ ہی نہیں صحابہ کرامؓ سے لکھنے والوں کے ساتھ انہی چھاؤنیوں میں رہنے والے مسلمانوں کے تعلقات کی نوعیت یہ ہو گئی تھی کہ حضرت انسؓ کے مشہور شاگرد ثابت البنانی ان لوگوں سے جو ان سے حدیث سننے کے لئے آیا کرتے کہنے لگے :

لولا تصنعوابی ماصنعتم بالحسن لحدثتكم أحاديث موثقة(۳)

اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم میرے ساتھ بھی حسن بصری والا سلوک کرو گے تو میں تمہیں بہت اچھی اچھی حدیثیں سناتا۔

پھر حسن بصریؒ کے متعلق اپنی چشم دید شہادت بیان کرتے ہیں کہ :

۱۔ طبقات ابن سعد، ۲/ ۱۲۸
۲۔ مجمع الزوائد ۱،/ ۲۵
۳۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۲۳۳

Marfat.com

منعوه القائلة ومنعوه النوم(۱)

وہ انہیں نہ دن کو لیٹنے کا موقع دیتے اور نہ رات کو سونے کا۔

اپنے نبیؐ کے حالات دریافت کرنے والوں نے تابعین کا یہ حال کر دیا تھا کہ ان کا رستے میں چلنا دشوار ہو گیا تھا اور انہوں نے پوچھنے والوں کے ڈر سے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔(۲)

خیال فرمائیں کہ جب حسن بصریؒ جو تابعی تھے اور تبع تابعین کی یہ حالت ہو کہ آنحضرت ﷺ کی باتیں سننے کے شوق میں مسلمانوں کا ان کے پاس اس قدر اژدہام رہتا تھا کہ وہ نہ راہ چل سکتے نہ قیلولہ کر سکتے اور نہ سو ہی سکتے تھے تو جن خوش نصیبوں نے اپنی آنکھوں سے حضور نبی کریمؐ کی زیارت کی اور ان کو آپ کی حاضری کا شرف بھی ملا ہو، ان کو دیکھ کر مسلمانوں کا کیا حال ہو گا؟ جن لوگوں نے آنحضرت کی فقط باتیں ہی سنیں اور انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف نصیب نہ ہوا ہو گا ان کی بیتابیاں شدید ترین ہوں گی۔ ممکن ہے کوفہ تشریف آوری کے وقت حضرت علیؓ کو اس قسم کے حالات سے سابقہ پڑا ہو کیونکہ مدینہ منورہ میں ایسی صورت کے پیش آنے کے امکانات کم تھے۔ ایک تو یہ کہ وہاں پوچھنے والوں کی بھی اتنی کثرت نہ تھی اور بتانے والوں کی بھی کمی نہ تھی جو دوسرے مقامات کے لوگوں کو در پیش تھی۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کے تقرب کی سعادت کچھ اور لوگوں کو بھی حاصل تھی، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بارگاہ نبوت میں جو قرب آپ کو حاصل تھا وہ آپ ہی کی خصوصیت تھی اس لئے لوگوں کے اصرار کا سبب کچھ سمجھ میں آسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آغاز کار میں تقلیل روایت کی پابندی کی مگر یہ پابندی زیادہ دیر نہ چل سکی۔ ایک طرف تو آپ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تلوار کے نیام والے صحیفے کی احادیث دکھانے پر آپ آمادہ نہ تھے لیکن غلط فہمیوں کے پھیلنے کے اندیشے سے آپ نے وہ حدیثیں لوگوں کو دکھا دیں۔ دوسری طرف حضرت علیؓ کا یہ طرز عمل ہے جس کی طرف طبقات ابن سعد کی یہ روایت اشارہ کرتی ہے کہ:

ان علی ابن طالب خطب الناس فقال من یشتری بدرهم فاشتری الحارث الاعور صحیفاً بدرهم ثم جاء بها علیاً فکتب له علماً کثیراً(۳)

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً، ۷/۲۵

۳۔ طبقات ابن سعد، ۶/۱۶۹؛ تقیید، ۹۰

Marfat.com

کہ حضرت علیؓ نے (کوفہ میں) لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا تم میں کون ایک درہم کے بدلے علم خریدنا چاہتا ہے حارث اعور ایک درہم کے کچھ کاغذ خرید کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے ان پر بہت سا علم لکھا۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا روایت میں صراحۃ موجود نہیں کہ حضرت علیؓ نے حارث کو حدیث لکھ کر دی تھی لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اس زمانے کی اصطلاح میں علم کے لفظ کا زیادہ تر اطلاق حضور ﷺ کی احادیث ہی پر ہوتا تھا۔ اگر کل نہیں تو اصطلاح کی بنیاد پر اتنا تو تسلیم کرنے سے گریز نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں بعض حصہ حدیثوں کا ضرور ہونا چاہئے۔ حضرت حجر بن عدی اسلام کی ابتدائی تاریخ میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ ابن سعد کے بقول:

کان ثقة معرو فالم يرو غير علی شيئاً (۱)

وہ بڑے معتبر اور مشہور تھے: انہوں نے حضرت علیؓ کے سوا کسی سے کوئی روایت نہیں کی۔

اس قسم کی متعدد روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ سے سنی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ حجر بن عدی کے پاس بھی موجود تھا۔ رجال کی کتابوں میں امام جعفر صادقؒ کے حالات بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس بھی حدیثوں کا ایک لکھا ہوا مجموعہ موجود تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے جو حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

روایة روینا عن آباء نا (۲)

وہ روایت ہے جسے ہم نے اپنے آباء سے بیان کیا ہے۔

اگر ان مذکورہ بالا روایات پر اعتماد کیا جائے تو حاصل یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؓ کی احادیث کے تین چار مجموعے لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے جن میں سے حارث بن اعور والا نسخہ تو براہ راست حضرت علیؓ کے دست مبارک ہی کا لکھا ہوا تھا۔ اس سے انکار نہیں کہ آپ کوفہ پہنچنے کے بعد تقلیل فی الروایات کے اصول پر زیادہ دیر کاربند نہ رہ سکے تھے اور روایت کی عمومیت کے جس دروازے کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں شدت کے ساتھ بند رکھنے کی کوشش کی تھی وہ دروازہ کھل گیا اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے کس طرح خود کاغذ منگوا کر احادیث لکھیں۔ ان

۱۔ ایضاً، ۶/ ۲۲۰

۲۔ تہذیب التہذیب، ۲/ ۳۰۱

Marfat.com

دو صحابیوں یعنی عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور انس بن مالکؓ کے سوا حضرات صحابہ میں سے جن جن بزرگوں کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی طرف احادیث منسوب کی تھیں، یہ سارے قصے حضرت علیؓ کے طرز عمل کی تبدیلی کے بعد کے ہیں اور یہ تغیر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کوفہ تشریف لے جانے کے بعد ہوا اور یہ وہی زمانہ ہے جس سے کچھ دن پیشتر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری چند سالوں میں ایک عجیب و غریب اندرونی تحریک کے پھیلانے کی کوشش عام مسلمانوں میں جاری ہو چکی تھی (۱)

حضرت علیؓ کے طرز عمل کے اس اختلاف کی بڑی وجہ حالات کا بدل جانا تھا۔ حضرات شیخینؓ کے زمانے میں علماء کی کثرت تھی جب کہ حضرت علیؓ کے دور میں اتنے لوگ نہ تھے اگر وہی سختی روا رکھی جاتی تو علم کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے حضرت علیؓ نے جو کچھ کیا درست کیا اور ایسا کرنا حالات و مصلحت کا تقاضا تھا۔ اسی طرح شیخینؓ نے جو کچھ کیا وہ بھی اس وقت کے حالات کے عین مطابق تھا۔ یہ دونوں طرز ہائے عمل اپنے محل و موقع پر مناسب اور نہایت درست تھے۔

حفاظت حدیث کے سلسلے میں خلفاء اربعہ کے رویہ کی ایک ہلکی سی جھلک آپ نے دیکھ لی۔ یہ تمام حضرات احادیث سے استشہاد کرتے اور خود روایت کرتے تھے البتہ احتیاط کا اہتمام کرتے تھے۔ سوائے حضرت علیؓ کے اور کسی بزرگ نے احادیث کو مکتوب شکل میں محفوظ نہیں کیا البتہ اپنے حافظے کے ذریعے محفوظ کیا اور آگے پہنچایا۔ اس کی ایک وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ان بزرگوں کو انتظامی مصروفیات کی اتنی کثرت تھی کہ وہ اس کے لیے وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ ان کے عہد میں دیگر حضرات نے حفاظت و اشاعت حدیث کے لئے بڑا کام کیا اور یہ بزرگ معاشرتی روایت قائم کرنے اور حدیث کے علم کو مستحکم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔ ہم نے ان حضرات کا ذکر پہلے صرف اس لئے کیا ہے کہ یہ بزرگ انتظامی اعتبار سے آنحضورؐ کے جانشین تھے اور مسلم معاشرے کی ہیت اجتماعی کے محافظ تھے ورنہ یہ بات واضح ہے کہ مکثرین صحابہؓ دوسرے ہیں۔ صرف حافظے کی بات اس لئے بھی بڑی اہم ہے کہ ان بزرگوں کے سامنے حضور رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ کا نقشہ تھا اور وہ اسے اسی طرح بیان کرتے تھے۔ آپ بخاری کے اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ عمرو بن سعید (۲) نے جب مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تیاری کی تو حضرت ابو

۱۔ تاریخ تدوین حدیث، ۴۲۵

۲۔ یہ صاحب یزید کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لڑنے کے لئے جا رہے تھے۔

Marfat.com

شریح(۱) صحابی نے اسے اس کام سے روکنے کے لئے ان الفاظ سے خطاب کر کے رسول اللہ کی حدیث سنائی :

إئذن لي إيها الأمير ! أحدثك قولا قام به صلى الله عليه وسلم الغد من يوم الفتح سمعته اذناى ووعاه قلبي وابصرته عيناى حين تكلم(۲)

یعنی امیر صاحب ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو وہ حدیث سناؤں جو رسول اللہؐ نے فتح مکہ سے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی۔ جسے میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے پوری طرح یاد کر لیا اور جب آپ (بیان) فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔

اس انداز بیان سے اس کیفیت کا تصور کیا جا سکتا ہے، جسے یہ بزرگ بیان کر رہے ہیں۔ حضرت صدیقؓ (۳) و فاروقؓ (۴) کے مکتوب ذخیرے سے متعلق اشارے ذکر کئے جا چکے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ حضورؐ کے بعض ارشادات ان حضرات نے لکھ کر بھیجے تھے جو محفوظ ہیں۔

حفاظت حدیث اور دیگر صحابہ کرام

صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی تعداد رسول کریم ﷺ کے اقوال و احوال کی شاہد اور راوی ہے۔ ان کی صحیح تعداد کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کعبؓ بن مالک نے غزوۂ تبوک میں شامل ہونے والے لوگوں کی تعداد کے سلسلے میں لکھا ہے :

وأصحاب رسول الله كثير لا يجمعهم كتاب حافظ (۵)

حضورؐ کے صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہے انہیں حافظ کی کتاب جمع نہیں کر سکتی۔

اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ :

خرج رسول لعشر مضين من رمضان فصام وصام الناس معه حتى إذا كانوا بالكديد افطر ثم مضى فى عشرة الاف من المسلمين حتى نزل

۱۔ حضرت ابو شریح خزاعی فتح مکہ سے پیشتر اسلام لائے مدینہ طیبہ میں ۸۶ھ میں فوت ہوئے الاصابہ، ۴/ ۱۰۲

۲۔ بخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاہد الغائب، ۱/ ۳۴

۳۔ دیکھئے صفحہ ۱۱۲ کتاب ھذا

۴۔ دیکھئے صفحہ ۱۳۴ کتاب ھذا

۵۔ بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب، ۵/ ۱۳۰

Marfat.com

ممر صرار (۱) و کان ذلک عام الفتح (۲)

رسول اللہؐ رمضان کے دس روزے گذرے تھے کہ نکلے۔آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ روزہ رکھا حتی کہ آپ کدید کے مقام پر تھے تو آپ نے افطار کا پر آپ دس ہزار مسلمانوں کے جلو میں چلتے رہے تاآنکہ ممر صرار پر پڑاؤ کیا اور یہ عام الفتح کا واقعہ ہے۔

حجتہ الوداع کے بارے میں آتا ہے :

وحج مع رسول الله حجة الوداع تسعون الفاً من المسلمين (۳)

اور حضورؐ کے ساتھ حجتہ الوداع نوے ہزار مسلمانوں نے ادا کیا۔

کسی شخص نے ابوزرعہ سے پوچھا کہ اے ابوزرعہ! کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبیؐ کی احادیث چار ہزار ہیں؟ تو انہوں نے کہا :

و من ذا قال ذا؟ قلقل الله أنيابه، هذا قول الزنادقة، ومن يحصى حديث رسول الله؟ قبض رسول الله و مائة الف واربعة عشر الفاً من الصحابة ممن روى عنه وسمع منه. قيل ياأبا زرعة ! هؤلاء أين كانوا وسمعوا منه قال أهل المدينة وأهل مكة ومن بينهما والأعراب ومن شهد معه حجة الوداع (۴)

یہ کس نے کہا ہے۔ اللہ اسے رسوا کرے! یہ زندیقوں کا قول ہے۔ حضورؐ کی احادیث کا شمار کون کر سکتا ہے؟ حضورؐ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی تھے جنہوں نے آپ سے سنا اور روایت کیا۔ کہا گیا اے ابوزرعہ وہ لوگ کہاں تھے جب انہوں نے حضورؐ سے احادیث سنیں۔آپ نے فرمایا اہل مکہ اور اہل مدینہ ان دو شہروں کے درمیان بسنے والے اور اعرابی اور وہ لوگ جو حضور کے ساتھ حجتہ الوداع کے موقع پر موجود تھے۔

ا۔اس پر عجاج لکھتے ہیں کہ اس نام کی کوئی جگہ معجم البلدان میں نہیں البتہ صرار ایک جگہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ صرار مدینے کے قریب چشمہ ہے کدید بھی چشمہ ہے (السنتہ قبل التدوین' ۳۰۶)

۲۔بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح، ۵/ ۹۰

۳۔السنتہ قبل التدوین' ۳۰۶

۴۔فتح المغیث' ۴/ ۱۰۸

Marfat.com

مکثرین صحابہ اور حفاظت حدیث

آپ کے صحابہؓ کی تعداد کثیر تھی لیکن ان میں اختلاف درجات تھا۔ ان میں سے بعض نے آنجناب ﷺ سے فیض حاصل کیا تھا۔ وہ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے تھے۔ بعض دیہاتی تھے جو کبھی کبھی حاضر ہوتے تھے اور بعض دور دراز کے رہنے والے تھے جنہیں کم مواقع میسر آئے تھے۔ حضرت مسروقؒ کے اس بیان سے صحابہؓ کے درجات کا تعین ہوتا ہے:

مالبست أصحاب محمد ﷺ فوجدتهم كالا خاذ (۱) فالا خاذ يروى الرجل والا خاذ يروى الرجلين والاخاذ يروى المائة والاخاذ لو نزل له أهل الأرض لاصدرهم (۲)

> مجھے اصحاب محمدؐ کے ساتھ جب کبھی سابقہ پڑا میں نے انہیں ایک تالاب کی مانند پایا جو ایک آدمی، دو آدمی اور سو آدمیوں کو سیراب کرتا ہے اور اگر روئے زمین کے لوگ ہوں تو انہیں بھی سیر کر دے۔

صحابہ کرامؓ میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں فیض صحبت رسول ﷺ سے باریاب ہونے کے بہت مواقع میسر آئے ہیں۔ انہوں نے آنجناب ﷺ کی زندگی کے اہم پہلوؤں اور آپ کی تعلیمات کے واضح گوشوں کی نشاندہی کی ہے۔ حدیث کے طالب علم جانتے ہیں کہ ان صحابہ کو مکثرین کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ ان کی روایات زیادہ ہیں، مکثرین صحابہؓ کے نام یہ ہیں:

نام	سن وفات	احادیث کی تعداد
* ابو ہریرہؓ	۵۷ھ	۵۳۷۴
* عبداللہ بن عمرؓ	۷۵ھ	۲۶۳۰
* انس بن مالکؓ	۹۳ھ	۲۲۸۶
* عائشہ صدیقہؓ	۵۹ھ	۲۲۱۰
* عبداللہ بن عباسؓ	۶۸ھ	۱۶۶۰
* جابر بن عبداللہؓ	۷۴ھ	۱۵۴۰
* ابو سعید الخدریؓ	۴۶ھ	۱۱۷۰

۱۔ اخاذ کے معنی تالاب کے ہیں اخاذۃ جمع لسان العرب، ۳ / ۴۷۴

۲۔ طبقات ابن سعد، ۲ / ۹

Marfat.com

* عبداللہ بن مسعودؓ ۳۲ھ ۸۴۸
* عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ۶۵ھ ۷۵۰

ان صحابہ کرامؓ کا مختصر سا تعارف پیش خدمت ہے۔

ابو ہریرہؓ

ابو ہریرہؓ کا نام عبدالرحمان بن صخر الدوسی الیمانی ہے۔(۱) عہد جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمان رکھا۔ آپ نام سے زیادہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ سات ہجری کو غزوہ خیبر والے سال ایمان لائے۔ بڑے زاہد و عابد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نبی ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ ان کے ساتھ ہوتے۔ اس طرح آپ نے علم کثیر حاصل کیا۔ آپ اہل صفہ کے سربراہ تھے۔ فقر و فاقہ کے باعث پیٹ ساتھ لگ گیا تھا، مگر قناعت کی وجہ سے کبھی اف تک نہ کی وہ خود فرماتے ہیں:

"إني كنت والله الزم رسول الله ليشبع بطني، حتى لا آكل الخمير، ولا ألبس الحرير ولا يخدمني فلان وفلانة...... واستقرأ الرجل آية من كتاب الله هي معي كي ينقلب بي فيطعمني(۲)"

خدا کی قسم میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہتا تھا تاکہ میرا پیٹ بھرے حتیٰ کہ میں نہ روٹی کھاتا نہ ریشم پہنتا اور نہ کوئی مرد و عورت میری خدمت کرتا۔ ایک آدمی کو قرآن پاک کی آیت پڑھاتا تاکہ وہ میری طرف متوجہ ہو اور مجھے کھانا کھلائے۔

مزید کہتے ہیں:

وكنت في سبعين رجلاً من أهل صفة، مامنهم رجل عليه رداء اما بردة أو كساء قد ربطوها في أعنا قهم(۳)

اور میں صفہ کے ستر لوگوں میں سے تھا۔ ان میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے پوشش میسر ہو۔ صرف کمبل یا چادر ہوتی جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ رکھتے۔

۱۔ ان کے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں: طبقات ابن سعد، ۳۲۵/۴؛ الاصابہ، ۲۰۰/۴؛ تہذیب، ۲۶۲/۱۲

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ۳۷۹-۳۷۶/۱

۳۔ ایضاً ۳۷۷/۱؛ ابن سعد، ۵۳/ii/۴

Marfat.com

شوق علم

ابو ہریرہؓ آنحضور ﷺ کے ساتھ چار برس اس طرح رہے کہ حتی الامکان حصول علم سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔آپ کے حدیثیں یاد کرنے کے شوق کا اندازہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ابو ہریرہ کہتے ہیں:

قلت يا رسول الله أسمع منك أشياء ولا أحفظه فقال أبسط ردائك فبسطته ، فحدثني حديثاً كثيراً فمانسيت شيئاً حدثني به (۱)

میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں آپ سے کئی باتیں سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں آپؐ نے فرمایا ذرا چادر بچھائیے میں نے چادر بچھادی پھر آپ نے مجھ سے بہت سی حدیثیں بیان کیں تو میں، جو کچھ آپ نے مجھ سے بیان فرمایا، اس میں سے کچھ بھی نہ بھولا۔

شوق علم ہی کے سلسلے میں کچھ اور روایات ملاحظہ فرمائیں۔

قال ابوهريرة ذات يوم: يا رسول الله ! من اسعد الناس بشفاعتك يوم لقيامه؟ قال رسول الله ﷺ : لقدظننت يا ابا هريرة ان لا يسألني عن هذا الحديث احد اول منك ، لمارأيت من حرصك على الحديث ، اسعد الناس بشفاعتي يوم القيامه من قال: لاإله إلا الله خالصا من قلبه او نفسه(۲)

ابو ہریرہؓ نے ایک دن رسول اللہؐ سے عرض کیا! حضور قیامت کے روز آپ کی شفاعت کے سلسلے میں کون سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا، ابو ہریرہؓ میرا خیال ہے تم سے پہلے کسی شخص نے ایسی بات نہیں پوچھی، کیونکہ میں علم حدیث کے لئے تمہارے جذبے کو دیکھتا ہوں۔ اب قیامت کے روز میری شفاعت کے اعتبار سے سعید ترین وہ شخص ہے جو خلوص نیت و قلب کے ساتھ لاالہ الا اللہ کہے۔

قدجاء رجل إلى زيد بن ثابت فسأله عن شئى فقال له زيد : وعليك أبا هريرة ، فاني بينما أنا وابو هريرة وفلان في المسجد ذات يوم ندعوالله تعالى ونذكره إذ خرج علينا النبى ﷺ حتى جلس إلينا فسكتنا ، فقال: عودوا إلى الذى كنتم فيه قال زيد : فدعوت انا و صاحبى قبل ابى هريره و جعل ر سول الله يؤ من

۱۔بخاری، کتاب العلم بباب حفظ العلم، ۱/ ۳۸

۲۔بخاری، کتاب العلم بباب الحرص علی الحدیث ۱/۳۳

Marfat.com

علی دعائنا. ثم دعا ابو هریرة ، فقال : اللهم انی أسالك ماسالك صاحبای وأسالك علما لا ینسی فقال النبی ﷺ : آمین فقلنا یا رسول الله ونحن نسأل الله علما لاینسی فقال: لسبقكم بها الغلام الدوسی(۱)

ایک شخص زید بن ثابتؓ کے پاس آیا اور ان سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا؟ تو زیدؓ نے اس کو کہا کہ تمہیں ابو ہریرہؓ سے بھی پوچھنا چاہئے کیونکہ ایک دن میں، ابو ہریرہؓ اور فلاں شخص مسجد نبوی میں بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے اور اسے پکار رہے تھے کہ نبی کریمؐ ہماری طرف آنکلے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: جس کام میں تم مشغول تھے اسی کو جاری رکھو۔ زیدؓ کہتے ہیں میں نے اور اس شخص نے ابو ہریرہؓ سے پہلے دعائیں کیں اور حضورؐ ہماری دعاؤں پر آمین فرمارہے تھے۔ پھر ابو ہریرہؓ نے دعا کی اور کہا اے اللہ میں تجھ سے وہی کچھ مانگتا ہوں جو میرے ان ساتھیوں نے مانگا ہے اور تجھ سے نہ بھولنے والا علم مانگتا ہوں۔ نبیؐ نے آمین فرمائی ہم نے عرض کی یارسول اللہؐ ہم بھی نہ بھولنے والا علم مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا دوسی لڑکا تم سے سبقت لے گیا۔

چادر والے واقعہ کو ایک اور طرح بھی بیان کیا گیا ہے، اس سے آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی سادگی اور محبت علمی کا اندازہ کر سکتے ہیں:

عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال له : "الاتسالنی من هذه الغنائم ا لتی یسالنی أصحابك؟ قلت أسالك أن تعلمنی مماعلمك الله، فنزعت نمرة كانت علی ظهری فبسطها بینی وبینه، حتی كأنی انظرالی القمل یدب علیها، فحدثنی حتی اذا استوعبت حدیثه قال اجمعها فصرها الیك قال فاصبحت لا اسقط حرفاً مماحدثنی(۲)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ان سے کہا! تم مجھ سے یہ غنیمتیں کیوں نہیں مانگتے جو تمہارے ساتھی مانگتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو یہ سوال کرتا ہوں کہ آپؐ مجھے وہ سکھائیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے پھر میں نے وہ چادر اتار دی جو میں

ا۔ تہذیب، ۱۱/۲۶۶؛ مستدرک، ۳/۵۰۸؛ سیر اعلام النبلاء، ۲/۶۰۰؛ فتح الباری، ۱/۲۱۵ روایت کا بیشتر حصہ موجود ہے

۲۔ حلیہ الاولیاء، ۱/۳۸۱، تذکرہ الحفاظ، ۱/۳۴۔۳۵؛ سیر اعلام النبلاء ۲/۵۹۴، فتح الباری، ۱/۲۲۵

Marfat.com

نے اوڑھ رکھی تھی آپؐ نے وہ چادر میرے اور اپنے درمیان بچھادی حتیٰ کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں چادر پر چلتی جوئیں دیکھ رہا ہوں پھر آپؐ نے مجھے حدیثیں بتائیں اور میں نے آپؐ کی بات کا احاطہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے اکٹھا کر لو اور اپنے پاس رکھو پھر میری یہ کیفیت ہو گئی کہ آپؐ نے جو کچھ بیان کیا اس سے ایک حرف ضائع نہیں ہوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حیثیت کو تمام صحابہؓ جانتے اور مانتے تھے۔ اس دور کے لوگوں میں اس بات کا احساس تھا کہ ابو ہریرہؓ علم نبوی کے امین اور محافظ ہیں اور وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ بعض چیزوں کا علم ابو ہریرہؓ کو ہے اور انہیں نہیں ہے مثلاً محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزمؒ ابو ہریرہؓ کی ایک مجلس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :

یقول : انه قعدفی مجلس و فیه ابوهریرة مشیخة من أصحاب رسول الله بضعة عشر رجلاً فجعل أبوهریره یحدثهم عن النبی با لحدیث فلا یعرفه بعضهم، ثم یتراجعون فیه فیعرفه بعضهم، ثم یحد ثهم بالحدیث ، فلا یعرفه بعضهم ، ثم یعرفه، حتی فعل ذلك مراراً ، قال: فعرفت یومئذ انه احفظ الناس عن رسول اللهؐ(۱)

کہتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں بیٹھے جس میں ابو ہریرہؓ بھی تھے اور اس میں حضورؐ کے صحابہؓ میں سے دس پندرہ لوگ بھی تھے۔ ابو ہریرہؓ انہیں حضورؐ کی حدیثیں بیان کرنے لگے ان میں سے کچھ لوگ انہیں نہیں جانتے تھے پھر وہ دہراتے اور معلوم کر لیتے پھر وہ حدیثیں بیان کرتے اور کچھ لوگ نہ پہچانتے پھر وہ سمجھاتے حتیٰ کہ انہوں نے کئی مرتبہ ایسا کیا اس دن میں نے جان لیا کہ ابو ہریرہؓ حضورؐ کی احادیث میں سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ جناب مکحولؒ اور جناب محمد بن سیرینؒ اس کے گواہ ہیں (۲)۔ حضرت ابو ہریرہؓ حدیث رسولؐ اور اپنی رائے کا واضح فرق بیان فرماتے۔ اپنی بات ہوتی تو فرماتے "ھذا من کیسی (۳) وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ کے سوا اور کوئی آدمی مجھ سے زیادہ حدیثیں جاننے والے نہیں (۴)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/ ۶۱۷

۲۔ ایضاً، ۲/ ۵۹۷، ۵۹۹

۳۔ اعلام الموقعین، ۱/ ۶۴

۴۔ بخاری، کتاب العلم باب کتابۃ العلم، ۱/ ۳۶ ؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۰ ؛ مسند احمد ؛ ۱۳/ ۱۰۹

Marfat.com

صحابہؓ میں سے بعض لوگ قلت روایت کا رجحان رکھتے تھے تاکہ لوگ قرآن کے ساتھ مانوس رہیں اور حضرت ابوہریرہؓ زیادہ احادیث بیان کرتے تھے۔ اس کا سبب خود ان کی زبان سے سنیں اس کے ساتھ درج ذیل شہادت بھی ملاحظہ فرمائیں :

انکم لتقولون : أكثر ابوهريره عن النبی ﷺ والله الموعد ، وتقولون : ماللمهاجرين لايحدثون عن رسول الله هذه الأحاديث، وان أصحابی من المهاجرين كانت تشغلهم ارضهم والقيام عليها وانی كنت امرأ مسكينا الزم رسول الله ﷺ علی مل بطنی(۱)

تم کہتے ہو کہ ابوہریرہؓ نبیؐ سے زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، جبکہ اللہ سے بھی ملنا ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرینؓ کو کیا ہوا ہے کہ یہ لوگ تو رسول اللہ سے احادیث بیان نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا اور میں ایک مسکین آدمی تھا، رسول اکرمؐ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا اور میں رسول اللہؐ کی مجلس میں اکثر ہوتا۔

وكنت أكثر مجالسة رسول الله ، أحضر إذا غابوا، وأحفظ إذا نسوا (۲) ثم ذكر قصة النمرة و دعاء الرسول له، ثم قال : فوالله ما كنت نسيت شيئا سمعته منه (۳)

میں حاضر ہوتا جب وہ غائب ہوتے میں یاد کرتا جب وہ بھول جاتے۔ پھر آپ نے چادر کا قصہ اور رسول اللہؐ کی دعا کا ذکر کیا پھر کہا خدا کی قسم میں نے رسول اکرمؐ سے جو کچھ سنا ہے اس میں سے کچھ نہیں بھولا۔

فرمایا کرتے تھے اگر قرآن کی یہ آیات نہ ہوتیں تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا (۴) وہ آیت یہ ہے۔

ان الذين يكتمون مآأنزلنا من البينت والهدی من بعد مابيناه للناس فی الكتاب

۱۔ اس عبارت کو مسند احمد نے زہری کی روایت سے ذکر کیا ہے : بخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول اللہ ......، ۳ / ۲۔۳ ؛ کتاب الحرث، ۳ / ۷۴ ؛ مسند احمد، ۱۲ / ۲۶۸ ؛ مسلم ؛ کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابوھریرہ، ۷ / ۱۶۷

۲۔ بخاری، کتاب الحرث، باب ماجاء فی الغرس، ۳ / ۷۴ ؛ مسند احمد، ۱۲ / ۲۷۰

۳۔ فتح الباری ۴ / ۵۹۴ ؛ ۱ / ۲۲

۴۔ ابن سعد، ۲ / ۲۳

Marfat.com

اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللا عنون(۱)

جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایات کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے) کے لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اشعث بن سلیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

قال (سمعت أبا أايوب الأنصاری يحدث عن ابی هريرة فقيل له أنت صاحب رسول الله ﷺ وتحدث عن أبی هريرة؟ فقال, ان أبا هريرة! قدسمع مالم نسمع وإنی إن إحدث عنه أحب إلی من إن احدث عن رسول الله ﷺ يعنی مالم أسمعه منه(۲)

میں نے ابو ایوبؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کرتے سنا تو کسی نے کہا آپ حضورؐ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا ابو ہریرہؓ نے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بہ نسبت اس کے کہ میں حضورؐ سے روایت کروں یعنی وہ جو میں نے آپؐ سے نہیں سنا۔

ابو ہریرہؓ کا مکتوب ذخیرہ

ابو ہریرہ کے مکتوب ذخیرہ کے بارے میں ابن عبد البر نے فضل بن حسن بن عمرو بن امیہ کی روایت نقل کی ہے جو وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

تحدثت عند أبی هريرة بحديث فانكره، فقلت: إنی قدسمعته منك فقال۰ ان .كنت سمعته منی فهو مكتوب عندی فا خذ بيدی الی بيته، فأرانا كتبا كثيرة من حديث رسول الله ﷺ فوجد ذلك الحديث فقال

۱۔ البقرہ / ۱۵۹۔ ۱۶۰

۲۔ البدایہ والنھایہ، ۸ / ۱۰۹؛ سیر اعلام النبلاء، ۲ / ۶۰۶

Marfat.com

قداخبرتك انی ان کنت حدثتك به فهو عندی مكتوب(۱)

کہ میں نے ابوہریرہؓ کی ایک حدیث (ان ہی سے) بیان کی۔ انہوں نے ناواقفیت ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ میں نے اسے آپ ہی سے سنا ہے۔ کہا اگر تم نے اسے مجھ سے سنا ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہئے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہم کو حدیث نبوی کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور پھر وہ حدیث بھی مل گئی۔ پھر کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میں نے وہ حدیث تم سے بیان کی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہئے۔

اس خبر کو نقل کرنے کے بعد ابن عبدالبر نے لکھا ہے:

هذا خلاف ماتقدم فی أول الباب عن أبی هريرة انه لم يكتب ، وأن عبدالله بن عمرو يكتب حديثه بذلك اصح فی الأقل من هذا الا إنه أثبت اسناداً عند أهل الحديث(۲)

یہ اس روایت کے خلاف ہے جو ابوہریرہؓ کے بارے میں پہلے باب میں گزر چکی ہے کہ انہوں نے کچھ نہیں لکھا اور عبداللہ بن عمروؓ نے لکھا اور ان کی حدیث کم از کم اس سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کی سند محدثین کے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مکتوب حدیث کا مفہوم لازماً یہ نہیں کہ ان کے اپنے خط سے ہو۔ ممکن ہے کہ کسی اور کا لکھا ہوا ان کے پاس ہو (۳) ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی رائے مختلف ہے وہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے، بلکہ ان میں علمی ذوق شروع ہی سے رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آرہے تھے جہاں سباء و معین کا تمدن شہر روما کی تاسیس سے بھی سینکڑوں ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں (۴) کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہی، قرآن، حدیث، عام مشاہدات بارگاہ نبوی، ہر چیز کو

۱۔ جامع بیان العلم ۱/۷۴

۲۔ ایضاً

۳۔ فتح الباری ۱/۲۱۵

۴۔ ذونواس اور ابرہہ کی طرف اشارہ ہے

Marfat.com

لکھنے لگے، تو خلط مبحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرمؐ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا، دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا جس پر انہوں نے اپنا ذخیرہ (جو غالباً لوٹ، بکری کے شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر مشتمل تھا) جلا ڈالا (۱) لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی (۲)

عبد اللہ بن عمرؓ

عبد اللہ بن عمرؓ چھوٹی عمر ہی میں ایمان لائے ابھی آپ کی عمر گیارہ برس تھی کہ اپنے والدؓ کے ساتھ ہجرت کی۔ بدر واحد کے موقع پر حضورؐ نے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی لیکن جنگ خندق کے موقع پر اجازت مل گئی اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس تھی (۳) اس کے بعد یرموک، مصر اور شمالی افریقہ کی مہمات میں شامل رہے۔ ابن عمرؓ کو بھی حصول علم کا بے حد اشتیاق تھا، اور آپ اس کے لئے معروف تھے۔ آنحضورؐ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی ان کا ذکر ہوتا تو بے محابا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے۔ حضورؐ کی مجالس میں شریک ہوتے اور اگر غیر حاضر ہوتے تو حاضرین سے دریافت کر لیتے۔ ابن الحنفیہؒ کا قول ہے:

کان ابن عمر حبر هذه الأمة (۴)

ابن عمرؓ اس امت کے حبر (عالم) تھے۔

ابن عمرؓ نے آنحضورؐ سے براہ راست بھی احادیث روایت کیں اور ابو بکرؓ، عثمانؓ، ابو ذرؓ، معاذؓ اور عائشہؓ کی روایات بھی بیان کیں۔ آپ سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے جن میں سے مشہور یہ ہیں:

جابر بن عبد اللہؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، ان کے بیٹے سالمؒ، عبد اللہؒ، حمزہ و بلالؒ، آپ کے غلام نافعؒ اور اسلم مولیٰ عمرؓ اور آپ کے بھتیجے حفص بن عامر۔

اسی طرح تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ، علقمہ بن وقاصؒ، ابو عبد الرحمٰن النہدیؒ، مسروق، جبیر بن نفیرؒ، عبد الرحمان بن ابی لیلیٰؒ اور ان کے بعد عروہ بن زبیرؒ، بشیر بن سعیدؒ، عطاء، مجاہدؒ اور محمد بن سیرینؒ وغیرہ۔

۱۔ مسند احمد ۳/۱۲۔ ۱۳

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۴۸

۳۔ الاصابہ، ۲/۳۳۸؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۷؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/۲۹۲۔ ۳۱۴

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۸

Marfat.com

آپ علم سے رغبت اور دنیا سے بے رغبتی کے لئے معروف تھے

عن ابن مسعود ان املك شباب قريش لنفسه عن الدنيا عبدالله بن عمر (۱)

ابن مسعودؓ کہتے ہیں قریشی نوجوانوں میں دنیا سے بے رغبتی کے سلسلے میں نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والے عبداللہ بن عمرؓ تھے۔

عن جابر قال مامنا احد أدرك الدينا إلا و قد مالت به الا عبدالله بن عمر (۲)

جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس نے دنیا کو پایا ہو اور وہ دنیا کی طرف اور دنیا اس کی طرف مائل نہ ہوئی ہو سوائے عبداللہ بن عمرؓ کے۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمان کہتے ہیں:

عمر في زمان له فيه نظراء و كان ابن عمر بقي في زمان ليس له فيه نظير (۳)

عمرؓ ایسے دور میں تھے کہ ان کے ہم مرتبہ لوگ موجود تھے لیکن ابن عمرؓ ایسے دور میں تھے کہ ان کی مثال نہ تھی۔

چونکہ آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ حضورؐ کی اہلیہ محترمہ تھیں، اس لئے قریبی تعلق کی بنا پر آپ کو آمدورفت کی سہولت مہیا تھی، نیز آپ اسلام بھی بہت پہلے لا چکے تھے، بدیں وجہ آپ کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۲۶۳۰ ہے۔ بخاری و مسلم نے ۲۸۰ احادیث لکھی ہیں اور متفق علیہ ۱۶۸ ہیں۔ بخاری کی ۸۱ اور مسلم کی ۳۱ ہیں۔ دیگر کتب حدیث میں بھی آپ کی مرویات ہیں۔ آپ کی وفات عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ۷۳ ہجری میں ہوئی۔ درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا مکتوب ذخیرہ تھا۔

يروى أن عبدالله بن عمر كان أذا خرج إلى السوق نظر في كتبه وقد أكدالراوي أن كتبه هذه كانت في الحديث (۴)

روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب کبھی بازار نکلتے تو اپنی کتابوں کو دیکھ لیتے راوی تاکیداً کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں احادیث پر مشتمل تھیں۔

۱۔ سیر اعلام، ۳/ ۲۱۱

۲۔ ایضاً، ۳/ ۲۱۱

۳۔ ایضاً، ۳/ ۲۱۲

۴۔ الجامع لاخلاق الراوی، ۲/ ۱۴

Marfat.com

انس بن مالکؓ

انس بن مالکؓ بن نضر بن ضمضم الانصاری (۱) رسول اللہؐ کے خادم خاص تھے۔ آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحانؓ آپ کو رسول اکرمؐ کے پاس لائیں اور عرض کی: "یہ بچہ آپ کی خدمت کرے گا" پھر انس بن مالکؓ نے خاندان نبوت میں پرورش پائی اور رسول اللہؐ ان کو عزیز رکھتے تھے۔ حضرت انسؓ کہا کرتے تھے:

خدمت رسول اللهؐ عشر سنين فما أمرني بأمر توانيت عنه، أو صنعته فلامني، إن لامني أحد من أهله قال! دعوه فلو قدر أو قال قضي ان يكون لكان (۲)

میں نے رسول اللہ کی دس برس خدمت کی ہے آپؐ نے مجھ کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس سے میں نے روگردانی کی ہو یا میں نے کچھ کیا ہو تو آپ نے ملامت کی ہو اور اگر آپؐ کے خاندان میں سے کسی نے ملامت کی تو آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو اگر قادر ہوتا یا آپ نے کہا ہو گیا اگر ہونا ہوتا تو ہو جاتا۔

اس طرح انسؓ نے وہ کچھ مشاہدہ کیا جو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ کم گو اور کثرت سے عبادت کرنے والے بزرگ تھے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں:

ما رأيت أحداً أشبه صلوة رسول الله من ابن أم سليم (۳)

میں نے ام سلیم کے بیٹے سے زیادہ حضورؐ سے مشابہ نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

آپ نے رسول اکرمؐ سے براراست احادیث روایت کیں اور اس کے علاوہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، فاطمۃ الزہراءؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ، وغیرہم سے بھی روایت کی۔

جن لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کیں ان کی کثیر تعداد ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حسنؒ، سلیمان التیمیؒ، ابو قلابہؒ، عبدالعزیز بن صہیبؒ، اسحاق بن ابی طلحہؒ، ابو بکر بن عبداللہؒ

۱۔ طبقات ابن سعد، ۷ / ۱۱۰؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۴۴؛ سیر، ۳ / ۳۹۵؛ تہذیب، ۱ / ۳۷۶

۲۔ بخاری، کتاب الوصیۃ باب استخدام الیتیم، ۳ / ۱۹۵؛ ترمذی، کتاب البر والصلۃ باب فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴ / ۳۶۸؛ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبیؐ، ۵ / ۱۳۲؛ مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل انس، ۷ / ۷۳، ۷۴ تھوڑے بہت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

۳۔ ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ باب القراءۃ فی الظہر، ۱ / ۲۷۱؛ سیر، ۳ / ۴۰۰

Marfat.com

المزنی، محمد بن سیرینؒ، ابن شہاب الزہریؒ، یحیٰی بن سعید الانصاریؒ اور سعید ابن جبیرؒ وغیر ہم۔

آپ سے ۲۲۸۶ احادیث مروی ہیں۔ شیخینؒ نے ۳۱۸ احادیث کی تخریج کی ہے جن میں سے ۱۲۸ متفق علیہ ہیں۔ بخاری کی منفرد ۸۰ اور مسلم کی ۷۰ ہیں۔

انس بن مالکؓ ۹۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے اور بصرہ میں غالباً آپ ہی آخری صحابی تھے۔ ان کے بارے میں قتادہؒ کہتے ہیں :

لمامات أنس بن مالك قال مورق! ذهب اليوم نصف العلم . قيل ! كيف ذاك ؟ قال ! كان الرجل من أهل الأهواء اذا خالفنا فى الحديث قلنا : تعال إلى من سمعه من النبي ﷺ كان يملي الحديث حتى اذا كثر عليه الناس جاء بمجال(۱) من كتب فالقاها ثم قال هذه أحاديث سمعتها و كتبتها عن رسول الله وعر ضتها عليه(۲)

کہ جب انس بن مالکؓ فوت ہوئے تو مورق نے کہا کہ آج آدھا علم چلا گیا۔ کہا گیا وہ کیسے تو کہنے لگے کہ اگر کوئی بندہ نفس حدیث میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم کہتے آؤ اس کے پاس چلیں جس نے نبیؐ سے سنا ہے وہ حدیثیں لکھوایا کرتے اور جب لوگ زیادہ آتے تو صحیفہ لے آتے اور اسے رکھ کر کہتے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہؐ سے سنی ہیں انہیں لکھا ہے اور حضورؐ کے سامنے پیش کیا ہے۔

عائشہ ام المومنینؓ

عائشہؓ بنت ابی بکر الصدیق (۳) حضورؐ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ۔ آپ کی رفاقت میں آٹھ برس ۵ ماہ گزارے۔ قرآن پاک نے آپ کی طہارت و عصمت کی شہادت دی۔ بے حد ذہین اور طلب علم میں بہت زیادہ شغف رکھنے والی تھیں۔ حضور سے بے شمار مسائل و احکام اخذ کیے بالخصوص عورتوں کے مسائل میں آپ سے بے شمار امور منقول ہیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے آپ کی روایات بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا شمار بڑے فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے ام المومنینؓ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے مثلاً :

۱۔ مجال جمع مجلہ بمعنی صحیفہ : لسان العرب، مادہ جلل، ۱۱/۱۲۰

۲۔ تاریخ بغداد، ۸/۲۵۹ ؛ تقیید العلم، ۹۵، ۹۶

۳۔ طبقات ابن سعد، ۸/۳۹ ؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۷ ؛ سیر، ۲/۱۳۵

Marfat.com

عروہؓ کہتے ہیں :

مارأیت أحداً أعلم بالطب منها(۱)

میں نے کسی کو طب کے بارے میں ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا

علی بن مسھر کا قول ہے :

أخبرنا هشام عن أبيه (عروة) أنه قال: مارأيت أحداً من النا س أعلم بالقرآن ولا بحلال و حرام ولا بشعر ولا بحديث العرب ولا النسب من عائشة(۲)

ہشام نے اپنے والد (عروہ) سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے کہ میں نے کسی شخص کو عائشہؓ سے زیادہ قرآن، اس کے فرائض، حلال و حرام، عربوں کے شعر ان کی روایات اور انساب کے بارے میں علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔

قبیصہ بن ذویبؓ کا قول ہے :

كانت عائشة أعلم الناس يسألها أكابر الصحابة(۳)

عائشہؓ تمام لوگوں سے زیاد عالم تھیں۔ اکابر صحابہؓ بھی آپ سے مسائل دریافت کرتے۔

ابو موسیٰؓ کہتے ہیں :

ماأشكل علينا أصحاب محمد ﷺ حديث قط فسئنا لنا عائشة الا وجدنا عندها منه علماً(۴)

ہم اصحاب محمدؐ کو کسی بات میں کوئی اشکال در پیش ہوتا تو ہم عائشہؓ سے دریافت کرتے اور ہم اس کے بارے میں ان کے ہاں علم پاتے۔

سیدہ عائشہ مکرمہؓ نے رسول اکرمؐ، ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ، فاطمہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، اسید بن حضیرؓ جذامہ بن وہبؓ اور حمزہ بن عمروؓ وغیرہم سے روایت کی۔

جن صحابہ نے آپ سے روایت کی ان کے نام یہ ہیں :

۱۔ تہذیب، ۱۲/ ۴۳۵

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۲۸

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۲۸؛ تہذیب، ۱۲/ ۴۳۵

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/ ۱۷۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۲۸

Marfat.com

عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابو موسیٰؓ، زید بن خالدؓ، ابن عباسؓ، ربیعہ بن عمرو الجرشیؓ اور سائب بن یزیدؓ وغیرہم۔

تابعین میں سے بعض رواۃ کے نام یہ ہیں :

قاسمؒ بن محمد بن ابی بکرؓ، عبداللہؒ بن محمد بن ابی بکرؓ، عروہؒ بن زبیرؒ، عمرہؒ بنت عبدالرحمانؒ، سعیدؒ بن المسیبؒ، عمروؒ بن میمونؒ، علقمہؒ بن بن قیسؒ، مسروقؒ، عبداللہ بن حکیمؒ، اسودؒ بن یزید وغیرہم۔

آپ کی مرویات ۲۲۱۰ ہیں۔ صحیحین میں ۳۱۶ اور متفق علیہ احادیث ۱۹۴ ہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب سنن میں بھی آپ کی روایات موجود ہیں۔ آپ کی وفات ۱۷ رمضان ۵۸ھ میں ہوئی کتابت حدیث کے بارے میں ان کے رویے کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں وہ اپنے بھانجے عروہ بن زبیر کو کہا کرتی تھیں :

یابنی بلغنی انك تكتب عنی الحدیث؟ ثم تعود فتكتبه، فقال لها: اسمعه منك علی شئی ثم اعود فاسمعه علی غیره . فقالت: هل تسمع فی المعنی خلافاً؟ قال: لا. قالت لا باس بذلك(۱)

بیٹے مجھے علم ہوا ہے کہ تم مجھ سے حدیثیں لکھتے ہو؟ لوٹ کر پھر لکھتے ہو تو عروہ نے کہا: میں آپ سے کچھ سنتا پھر لوٹ کر کسی اور سے سنتا ہوں تو ام المومنینؓ نے کہا کیا کچھ اختلاف پاتے ہو؟ عروہؒ نے کہا نہیں۔ فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر عائشہ کتابت حدیث کو ناپسند کرتیں تو عروہؒ کو ضرور منع کرتیں۔

عبداللہ بن عباسؓ

ابو العباس عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب (۲) حضورؐ کے چچازاد اور آپ کی زوجہ میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب آنحضرتؐ شعب ابی طالب میں محصور تھے، آنحضرتؐ کی وفات کے وقت عبداللہؓ کی عمر ۱۳ برس تھی۔ حضورؐ نے ان کے لئے دعا کی تھی کہ :

۱۔ الکفایہ، ۲۰۵

۲۔ حالات زندگی کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد، ۲/ ۲۵؛ الاصابہ، ۲/ ۳۲۲: سیر اعلام النبلاء، ۳/ ۳۳۱ و مابعد؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۰؛ الاصابہ، ۴/ ۹۰؛ تہذیب التہذیب، ۵/ ۲۷۶؛ اسد الغابہ، ۳/ ۱۹۳

Marfat.com

اللهم علمه الحكمة(۱)

اے اللہ اسے حکمت سکھادے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو طلب علم کا بے پناہ شوق تھا۔ حضور ﷺ کی قرابت اور آپ سے زیادہ میل جول کی وجہ سے انہیں حصول علم کے بڑے مواقع میسر تھے، حتیٰ کہ آپ ترجمان القرآن کے لقب سے مشہور ہوئے (۲)۔ کثرت علم کے باعث آپ کو حبر اور بحر کے القابات سے بھی یاد کیا جاتا ہے (۳)۔ حصول علم کا جذبہ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا صحابہ کرامؓ کے پاس جاتے اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو کرتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ کسی صحابی کے ہاں جاتے اور وہ قیلولہ کر رہے ہوتے آپ انتظار کرتے ان کی علمی عظمت کے بارے میں دو باتیں ہی کافی ہیں۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں :

ما رايت قط اكرم من مجلس ابن عباس اكثر فقهاً واعظم خشية ان اصحاب الفقه عنده و اصحاب القرآن عنده واصحاب الشعر عنده(۴)

میں نے ابن عباس کی مجلس سے بہتر کوئی مجلس نہیں دیکھی جو فہم دین اور خشیت خشیت میں اس سے بڑھی ہوئی ہو۔ اس میں فقہاء ہوتے، اہل قرآن ہوتے اور اہل شعر بھی۔

حضرت عمرؓ کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ابن عباسؓ کو بلاتے اور کہتے :

انت لها و لأمثالها (۵)

یہ اور اس جیسے مسائل کے لئے آپ ہی موزوں ہیں

ان کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں :

فانه اعلم بمن بقي بما انزل الله على محمد(۶)

ابن عباسؓ حضورؐ پر نازل ہونے والے کلام کے امت محمدیہ میں سب سے زیادہ عالم ہیں :

حضرت عمرؓ اکثر ان کی رائے پر عمل کرتے۔ عبداللہ بن عباسؓ بہت جلد اخذ کرنے والے اور قوی حافظے کے مالک تھے۔ آپ نے نبی ﷺ کے علاوہ اپنے والد، والدہ، اپنے بھائی فضلؓ،

۱۔ طبقات ابن سعد، ۲ / ۲۵؛ الاصابہ، ۲ / ۳۲۲؛ اسد الغابہ، ۳ / ۱۹۲؛ سیر، ۳ / ۳۳۶

۲۔ الاصابہ، ۳ / ۳۲۴، ۳۲۵

۳۔ اسد الغابہ، ۳ / ۱۹۳؛ الاصابہ، ۳ / ۳۲۵

۴۔ الاصابہ، ۳ / ۳۲۴

۵۔ ایضاً، ۳ / ۱۹۳

۶۔ الاصابہ، ۳ / ۳۲۴

Marfat.com

خالہ میمونہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ عبدالرحمان بن عوفؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوذر غفاریؓ، ابی بن کعبؓ، تمیم الداریؓ، خالدؓ بن الولید اسامہ بن زیدؓ، ابو سعید الخدریؓ، ابی ہریرہؓ اور معاویہ بن سفیانؓ وغیر ہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والے مشہور صحابہؓ اور تابعینؒ یہ ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن ثعلبہؓ، المسور بن مخرمہؓ، ابو لطفیلؓ وغیر ہم، سعید بن المسیبؒ، عبداللہ بن الحارث بن نوفلؒ، ابو سلمہ بن عبدالرحمانؒ، قاسم بن محمدؒ، عکرمہؒ، عطاء، طاؤسؒ، کریب، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ اور عمرو بن دینارؒ۔

آپ کی احادیث ۱۶۶۰ ہیں۔ شیخین نے ۲۳۴ کی تخریج کی ہے۔ متفق علیہ ۷۵ ہیں، بخاری نے ۴۸ کی تخریج کی ہے۔ تمام کتب سنن وصحاح ستہ میں آپ کی روایات ہیں۔ آپ کے پاس بھی حدیث کا مکتوب ذخیرہ موجود تھا۔

صاحب المغازی موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں:

وضع عندنا ابن کریب مولی بن عباس حمل بعیر من کتب ابن عباس (۱)

کہ مولیٰ بن عباس ابن کریب نے ہمارے پاس اونٹ کے بوجھ برابر کتابیں رکھیں۔

جابر بن عبداللہ الانصاریؓ

ابو عبداللہ جابر بن عبداللہؓ عمرو بن حرام الانصاری (۲) اپنے زمانے میں مفتی مدینہ تھے۔ بیعت عقبہ میں ستر انصار میں یہ بھی شامل تھے۔

نبی ﷺ کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے: صرف بدر اور احد میں اس لئے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ ان کے والد انہیں بہن بھائیوں کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ مقروض تھے، رسول اکرم ﷺ نے ازرہ شفقت ان کا قرض ادا کیا۔ عسرت کی زندگی کے باوجود جابر تحصیل علم سے باز نہیں رہے۔ حضور ﷺ سے علم حاصل کیا، آپ کی وفات کے بعد بھی طلب علم کا شغف جاری رکھا اور صحابہؓ سے اکتساب علم کرتے رہے۔ آپ نے ۹۴ سال کی عمر پائی اور غالباً آپ ہی آخری صحابی تھے، جنہوں نے ۷۸ھ میں وفات پائی۔

آپ نے نبی کریم ﷺ کے علاوہ، ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابو عبیدہؓ، طلحہؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن

۱۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۲۹۳

۲۔ الاصابہ، ۱/ ۲۳۲؛ تہذیب، ۲/ ۴۹؛ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۱۸۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۳

Marfat.com

یاسرؓ، خالد بن ولیدؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعیدؓ، عبداللہ بن انیسؓ وغیر ہم سے روایت کی۔

جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ان میں مشہور یہ ہیں :

آپ کی اولاد میں عبدالرحمانؒ، عقیلؒ، محمد، سعیدؒ بن المسیب، محمودؒ بن لبید، عمرو بن دینارؒ، ابو جعفر الباقرؒ، محمد بن عمروؒ بن الحسن، عامر الشعبیؒ وغیر ہم۔

آپ کی مرویات ۱۵۴۰ ہیں۔ شیخینؒ نے ۲۱۲ احادیث کی تخریج کی۔ ساٹھ متفق علیہ ہیں۔ بخاری کی ۲۶ اور مسلم کی ۱۲۶۔

حضرت جابرؓ کا صحیفہ تو بہت ہی مشہور ہے۔ اسے امام مسلم نے کتاب الحج میں اور ابن سعد نے مجاہد کے ترجمہ میں نقل کیا ہے۔ مشہور تابعی قتادہ بن دعامہ السدوسیؒ کہا کرتے تھے :

لأنا لصحيفة جابر بن عبدالله أحفظ مني لسورة البقرة (۱)

مجھے جابر بن عبداللہؓ کا صحیفہ سورہ بقرہ سے زیادہ یاد ہے۔

ابو سعید الخدریؓ

سعید بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ الخدریؓ (۲)۔ روایت ہے کہ آپ اہل صفہ میں سے تھے۔ احد کے موقع پر کم سنی کے باعث شریک نہ ہو سکے، اس کے بعد تمام بڑے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ کے حلقہ ہائے علم میں شامل ہوتے اور احادیث یاد کرتے۔ ابو سعید کے والد نے غزوہ احد کے دن ان کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی ابو سعید کی قوت و طاقت کی تعریف کرتے ہوئے کہا :

حضور! ابو سعید جسیم، فربہ اندام ہے۔ مگر آپ نے کم عمر سمجھ کر واپس کر دیا۔

ابو سعید خدریؓ ان صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے آنحضورؐ سے عہد کیا تھا کہ دینی امور میں وہ کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ اس بیعت میں ابو ذر غفاریؓ، سہل بن سعیدؓ، عبادہ بن صامتؓ اور محمد بن مسلمہؓ شریک تھے۔ حضرت ابو سعیدؓ جیسے عابد، زاہد اور عالم باعمل نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

آپ نے رسول کرم ﷺ کے علاوہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ وغیر ہم سے روایت کی۔

آپ سے جن لوگوں نے روایت کی ان میں مشہور یہ ہیں :

۱۔ التاریخ الکبیر، ۴/ ۱۸۶؛ تہذیب، ۸/ ۳۵۳ ؛ طبقات ابن سعد، ۷/ ۲۲۹

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۴؛ سیر، ۳/ ۱۶۸؛ تہذیب، ۳/ ۴۷۹ ؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۳۶۹

Marfat.com

ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ، محمود بن لبیدؓ، ابو امامہ بن سہلؓ، ابو الطفیلؓ، سعید بن المسیبؒ، ابو عثمان النھدیؒ، طارق بن شہاب عیاض بن ابی سرحؒ و مجاہدؒ و غیر ہم۔

آپ کی مرویات ۱۱۷۰ ہیں۔ شیخینؒ نے ۱۱۱ احادیثیں نقل کیں۔ متفق علیہ ۴۳ ہیں جن میں بخاری نے ۱۶ اور مسلم نے ۵۲ نقل کی ہیں۔

صحاح ستہ کے علاوہ مسانید اور سنن میں بھی آپ کی مرویات ہیں۔

ان کے بارے میں یہ بات بالعموم پھیلائی جاتی ہے کہ انہیں لکھنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے انہوں نے احادیث لکھیں اور نہ بیان کیں' حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ

ابو عبدالرحمان عبداللہ بن مسعود (۱) قبل از سلام بکریاں چرایا کرتے تھے اور یہی بکریاں آپ کے ایمان کا باعث بنیں۔ ایک دن حضرت عبداللہؓ بکریاں چرا رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ کی معیت میں وہاں سے گزر ہوا۔ ابو بکرؓ نے ان سے دودھ کے متعلق پوچھا تو کہا یہ امانت ہے میں دے نہیں سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ایسی بکری بھی ہے جو بچے کے بغیر ہو اور دودھ نہ دیتی ہو؟ حضرت عبداللہؓ ایسی ایک بکری آنحضرت ﷺ کے پاس لائے۔ حضور ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو دودھ آگیا اور اتنا کہ تینوں ہی سیر ہو گئے، پھر فرمایا: خشک ہو جا تو دودھ خشک ہو گیا (۲) اس واقعہ سے حضرت عبداللہؓ اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی وقت ایمان لے آئے۔ اس وقت اہل ایمان بہت ہی قلیل تھے بڑے جوشیلے مسلمان تھے، حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینے تشریف لے آئے۔ تقریباً تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کی آخری رمق کو آپ ہی نے ختم کیا (۳) حضرت فاروقؓ کے عہد میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ عہدہ قضاء کے علاوہ خزانہ کی افسری، مسلمانوں کی دینی تعلیم اور والی کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی آپ کے ذمے تھے۔ ایک عرصہ تک مختلف فرائض سرانجام دینے کے بعد حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس عہدے سے ہٹا دیئے گئے اور بقیہ زندگی عزلت نشینی میں گزاری۔ مدینہ طیبہ ہی میں آپؓ بیمار ہوئے اور ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۱۵۰؛ اسد الغابہ، ۳/ ۲۵۶؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۳؛ سیر اعلام النبلاء، ۱/ ۴۶۱ و بعد
۲۔ اسد الغابہ، ۳/ ۲۵۶
۳۔ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ۵/ ۶

Marfat.com

علم و فضل

حضرت ابن مسعودؓ ابتداء ہی سے تعلیم کے شائق تھے۔ قبول اسلام کے ساتھ ہی انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے بشارت ملی۔

انك غلام كاتب(۱)

تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو

آپ شب و روز سرچشمہ علم سے مستفیض ہوتے رہے۔آپ کا شمار آنحضرتؐ کے خدام خاص میں ہوتا ہے، مسواک اٹھا کر رکھنا، جوتا پہنانا، سفر کے موقع پر کجاوہ کسنا اور عصا لے کر آگے چلنا آپ کی مخصوص خدمت تھی۔ حضرت عبداللہؓ آنحضور ﷺ کے ہمدم و ہمراز بھی تھے (۲) اس قریبی تعلق کے باعث آپ نے علوم نبوی سے بہرہ ور فرمایا۔ قرآن و حدیث اور فقہ وغیرہ میں آپ کا بلند مقام ہے۔

روایت حدیث

روایت حدیث میں حد درجہ محتاط تھے۔ جب کبھی قال رسول اللہ ﷺ زبان سے نکلا تو جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ خود بھی محتاط تھے اور شاگروں کو بھی احتیاط کا سبق دیتے تھے کہ کہیں حضور ﷺ کی جانب کوئی غلط بات نہ منسوب ہو جائے (۳) اس احتیاط کے باوجود آپ نے احادیث بیان کیں اور معلم کے فرائض سر انجام دیئے۔آپ کی مرویات کی تعداد ۸۴۸ ہے بخاری و مسلم میں ۶۴، اس کے علاوہ ۲۱ بخاری میں اور ۳۵ مسلم میں اسی طرح دوسری صحاح و مسانید میں بھی آپ کی مرویات موجود ہیں۔

مذاکرہ حدیث

مذاکرہ حدیث کا اہتمام کرتے تھے، بسا اوقات تلامذہ و احباب کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہاں دیر تک عہد نبوی کا ذکر ہوتا رہتا اسی طرح کا واقعہ وابصہ اسدی کا ہے (۴) آداب روایت کا خصوصی خیال فرماتے اور جہاں حضور ﷺ نے مسکرایا ہو وہاں قصداً مسکراتے (۵)

۱۔ الاصابہ، ۲/ ۳۹۱؛ اسد الغابہ، ۳/ ۳۵۶

۲۔ مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب عبداللہ بن مسعود، ۳/ ۳۱۶، ۳۱۲؛ طبقات، ۳/ ۱۵۳

۳۔ مسند ش، ۶/ ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۰؛ ابن سعد، ۳/ ۱۵۶، ۱۵۷

۴۔ مسند احمد، ۱/ ۴۴۷

۵۔ ایضاً مسند عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

وروى مسعر عن معن قال أخرج لی عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود کتا باً وحلف لی أنه بخط ابیه(١)

مسعر معنؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمانؒ بن عبداللہ نے ایک کتاب نکالی اور قسم کھاکر کہاکہ یہ میرے والد کی لکھی ہوئی ہے۔

عبدالله بن مسعود یقول: ماکنا نکتب فی عهد رسول الله الا الاستخارة والتشهد(٢)

عبداللہ بن مسعود بیانؓ کرتے ہیں ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف استخارہ اور تشہد ہی لکھا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ جب انہیں دیکھتے تو ان کا چہرہ بشاش ہو جاتا فرماتے :

کنیف ملئی علماً (٣)

ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔

حضرت علیؓ نے چند کوفیوں کی تعریف سننے کے بعد فرمایا :

وأنا أقول فيه مثل الذى قالو ا وأفضل(٤)

میں اس بارے میں وہی کچھ کہتا ہوں جو انہوں نے کہا اور اس سے افضل ہے۔

آپ نے نبی کریم ﷺ کے علاوہ حضرت عمرؓ اور سعدؓ بن معاذ سے حدیثیں روایت کیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرنے والوں میں عبادلہ اربعہؓ انس بن مالکؓ، جابر بن عبداللہؓ ،ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں علقمہؒ ،اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، حارثؒ، قاضی شریحؒ اور ابو وائلؒ ایت نامور ہوئے ہیں۔

جامع بیان العلم، ١/ ٧٢

٢۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، باب من کان یعلم التشہد، ١/ ٢٩٤

٣۔ مستدرک، کتاب مناقب صحابہ، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، ٣/ ٣١٨ : طبقات ابن سعد، ٥/ ٩ : ٣/ ١٥٦

٤۔ طبقات ابن سعد، ٣/ ١١٠

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

عبداللہؓ نام، ابو محمد اور ابو عبدالرحمان کنیت، والد کا نام عمرو بن العاصؓ ہے(۱) آپ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے۔ دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتے تھے اس کو لکھ لیتے تھے۔ آپ کا رجحان راہبانہ زندگی کی طرف تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی شکایت پر آنحضرتؐ نے عبداللہؓ کو والد کی اطاعت کا حکم اور معتدل طریق پر زندگی بسر کرنے کا درس دیا(۲) آپ نے عہد نبوی کے بعض غزوات میں شرکت کی اور سواری و باربرداری کا اہتمام عموماً آپ کے سپرد ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فسطاط میں وفات پائی۔

علم و فضل

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے طبقہ صحابہؓ میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ انہیں اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی میں بھی مخصوص دستگاہ حاصل تھی۔ آپ نے توریت و انجیل کا نہایت غور سے مطالعہ کیا تھا۔ احادیث نبوی کا کثیر ذخیرہ آپ کے پاس تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ تک کو یہ اعتراف تھا کہ عبداللہ بن عمروؓ کو ان سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں کیونکہ عبداللہ بن عمروؓ رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے، لیکن ابوہریرہؓ نہیں لکھتے تھے(۳) حضرت عبداللہ مجموعہ حدیث کے سب سے پہلے مدون ہیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و ملفوظات کا ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام الصادقہ رکھا(۴)۔ جب بھی آپ سے کوئی شخص ایسا مسئلہ پوچھتا جس کا جواب انہیں یاد نہ ہوتا تو اس صحیفے سے دیکھ کرتاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ لوگ دور دراز ممالک سے ان کے پاس آتے تھے اور شائقین علم کا ایک مجمع ان کے گردوپیش جمع رہتا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے خرمن علم سے سب سے زیادہ اہل بصرہ نے خوشہ چینی کی، کیونکہ ان کے حلقہ درس میں بصرے والوں کا ہجوم نسبتاً زیادہ ہوتا(۵)

۱۔ اسد الغابہ، ۳/ ۲۳۳؛ تہذیب، ۵/ ۳۳۷۔ ۳۳۸؛ طبقات '۲/ ۳۷۳؛ تذکرۃ الحفاظ '۱/ ۴۱؛ شذرات '۱/ ۷۳

۲۔ الاصابہ، ۲/ ۳۴۳

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۱؛ سیر، ۳/ ۷۹ و مابعد

۴۔ سیر '۳/ ۸۹؛ ابن سعد '۲/ ۳۷۳

۵۔ تذکرۃ الحفاظ '۱/ ۴۱

Marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ کا اگرچہ یہ خیال تھا کہ عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث زیادہ ہیں لیکن حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات کی تعداد سات سو ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مرویات زیادہ تعداد میں پہنچ نہیں پائیں۔ ان میں سے سترہ متفق علیہ ہیں۔ آٹھ بخاری میں منقول ہیں اور ۲۰ مسلم میں بیان ہوئی ہیں۔

آپ نے حضرت فاروقؓ، ابوالدرداءؓ، معاذ بن جبلؓ، اور عبدالرحمان بن عوفؓ وغیرہم سے روایت کی، اور آپ سے روایت کرنے والوں میں مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں:

عبداللہ بن عمرؓ، سائب بن یزیدؓ، سعید بن مسیبؒ، طاؤسؒ، عکرمہؒ (۱)

ان صحابہ کرام کا مختصر سا تعارف اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے حفاظت حدیث کے لئے خصوصی خدمات انجام دیں ہیں۔ ان میں سے بیشتر وہ ہیں جن کے پاس یا تو احادیث کا مکتوب ذخیرہ موجود تھا، یا پھر حافظے کی بے مثل قوت سے انہوں نے علم نبوی کو محفوظ کر کے لوگں تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا۔ اس تفصیل کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مملکت اسلامیہ میں مختلف اسلامی مراکز تھے جہاں صحابہ و تابعین اشاعت علوم نبوی میں مصروف رہتے تھے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، خراسان، یمن اور اندلس وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں صحابہ و تابعین مقیم رہے اور درس و تدریس کے حلقے قائم تھے۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن (۲) نے اس کی پوری تفصیل دی ہے۔ عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کا جو اہتمام تھا اسے ہم نے باختصار پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ عہد رسالت میں حفاظت حدیث کے لئے جو کوششیں ہوتی تھی ان کو تلامذہ رسول ﷺ نے جاری رکھا اور اس کام کو آگے بڑھایا۔ اس حصے میں ہم نے سب سے پہلے خلفائے راشدین کا ذکر کیا ہے، کیونکہ ان کا طرز عمل بیان کرنا ضروری تھا۔ اس غلط فہمی کو عام کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات روایت حدیث کو ناپسند کرتے تھے، اس لئے ضروری تھا کہ ان کے نقطہ نظر کو پیش کیا جائے تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے تاکہ اس دور کی پوری تصویر سامنے آ جائے اور حفاظت حدیث کے ضمن میں ان کی مساعی کا پتہ چل سکے۔

عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کی کوششوں میں ایک گونہ مماثلت بھی ہے کیونکہ دونوں ادوار میں کام کرنے والے صحابہ کرامؓ ہی تھے۔ لہٰذا حفاظت حدیث ایک مسلسل عمل ہے جس کا آغاز عہد نبویؐ میں ہوا۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ۵/ ۳۳۸

۲۔ تاریخ الاسلام السیاسی، ۱/ ۲۹۹؛ اس کے علاوہ طبقات ابن سعد، معرفۃ علوم الحدیث اور فجر الاسلام میں بھی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

عہد تابعینؒ

تابعی کی تعریف:

خطیب بغدادی کا قول ہے:

التابعی من صحب صحابیا (۱)

تابعی وہ ہے جس کو صحابی کی رفاقت حاصل ہو

ان کے نزدیک مجرد ملاقات کافی نہیں حالانکہ صحابی کے بارے میں مطلق ملاقات کو کافی تصور کیا گیا ہے، کیونکہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا، ان کی بات سننا یا ان کے پاس بیٹھنا بہت بڑی سعادت تھی۔ حضور اکرمؐ کی ذات بابرکات کا تزکیہ نفوس اور اصلاح قلوب کے سلسلے میں جو خصوصی اثر تھا وہ رویت و اجتماع میں بھی ظاہر ہو جاتا تھا جب کہ صحابی کے معاملے میں ضروری ہے کہ اس کی صحبت میں وقت گزارا جائے۔ اکثر محدثین کی رائے میں:

إن التابعی من لقی واحداً من الصحابة فاکثر (۲)

بلاشبہ تابعی وہ ہے جس نے صحابہ میں سے ایک یا زیادہ کو دیکھا ہو۔

ان کے نزدیک صحبت طویل شرط نہیں، اسی لئے مسلم اور ابن حبان نے سلیمان بن مہران الاعمش کو تابعی قرار دیا ہے۔

قال ابن حبان :أخر جناه فی هذه الطبقه لأن له لقیاً و حفظاً، رأى أنس بن مالك وإن لم یصح له سماع المسند عنه(۳)

ابن حبان کہتے ہیں کہ ہم نے ان کا اس طبقہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ ان کی ملاقات اور

۱۔ ابن الصلاح، ۳۰۲؛ تدریب الراوی، ۲/ ۲۰۶

۲۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۸۳

۳۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۸۳

Marfat.com

حفظ ثابت ہے۔ انہوں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا اگرچہ انؓ سے، ایسا سماع ثابت نہیں جو ان کی طرف منسوب ہو سکے۔

اسی طرح حافظ عبدالغنی بن سعید کے نزدیک یحییٰ بن ابی کثیرؒ تابعی ہیں کیونکہ وہ ان سے ملے ہیں۔ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ تابعی نے اچھی عمر میں صحابہ کو دیکھا ہو، کیونکہ چھوٹی عمر میں سننا اور محفوظ کرنا ممکن نہیں۔ عراقی نے کہا کہ ہے کہ ابن حبان نے جو مسلک اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابی کے لئے یہ شرط ہے کہ اس نے بلوغت کے بعد زیارت کی ہو اور نبی کریم نے صحابی اور تابعی کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

طوبى لمن رآني و آمن بي، وطوبى لمن رأى من رآني(۱)

خوش بخت ہے وہ شخص جس نے مجھے دیکھا اور اس آدمی کی بھی سعادت ہے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اس میں صرف روایت کا ذکر کیا (۲)۔ ڈاکٹر صبحی صالح نے کہا ہے کہ:

من لقي صحابياً مؤمناً بالنبيﷺ و مات على الايمان(۳)

تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے اس حالت میں ملا ہو کہ وہ مومن ہو اور اس کی موت بھی اس حالت میں واقع ہوئی ہو کہ وہ ایمان والا ہو۔

قرآ مجید کی اس آیت سے بھی تابعین کی مدح و ستائش کا پہلو نکلتا ہے۔

والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضواعنه(۴)

اور مہاجرین وانصارؓ میں سے سابقین اولین اور وہ (تابعین) جو بھلائی کرنے میں ان کے بعد تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

احادیث میں تابعین کی حیثیت کی طرف واضح اشارات ملتے ہیں۔

خير أمتي القرن الذين يلونني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم(۵)

میری امت میں اس زمانہ کے لوگ (یعنی صحابہ) بہتر ہیں جو مجھ سے ملے ہیں،

۱۔ حاکم، مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ۴/ ۸۶

۲۔ فتح المغیث ۴/ ۱۴۵، ۱۴۸؛ تدریب الراوی، ۲/ ۲۰۷

۳۔ علوم الحدیث ومصطلحہ، ۳۵۷

۴۔ التوبہ/ ۱۰۰

۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابہ، ۷/ ۲۸۴؛ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فضائل اصحاب النبی، ۴/ ۱۸۹

Marfat.com

پھر وہ لوگ (یعنی تابعین) جو ان سے ملے ہوئے ہیں پھر وہ لوگ (تبع تابعین) جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

ایک اور روایت میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے :

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (۱)

سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (یعنی صحابہ کرام) ہیں، پھر وہ جو ان سے متصل (تابعین) ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعین)

انہی زمانوں کی خیر و برکت کے متعلق نبی اکرمؐ کے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں :

یأتی علی الناس زمان یغزو الناس فیقال لهم فیکم من رأی رسول الله فیقولون نعم فیفتح لهم ثم یغزو فنام من الناس فیقال لهم فیکم من رأی من صحب رسول الله فیقولون نعم فیفتح لهم (۲)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہؐ کو دیکھا ہو؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں۔ (ان کی برکت سے) ان کے لئے فتح دی جائے گی، پھر ایک جماعت جہاد کرے گی۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس نے اس کو دیکھا ہو جو رسول اللہؐ کے ساتھ رہا تو وہ کہیں گے ہاں تو (ان کی برکت سے) فتح دی جائے گی۔

تابعین اور حفاظت حدیث

نبی کریم ﷺ کے اس دار فانی سے رخصت ہونے کے وقت ایک لاکھ سے زیادہ ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تھی اور یہ لوگ تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ امام حاکمؒ نے تابعین کے پندرہ طبقات بتائے ہیں جن میں سے آخری وہ ہیں جنہوں نے انسؓ بن مالک کو دیکھا۔ کوفیوں میں عبداللہ بن ابی اوفیؓ کو، اہل مدینہ سے سائب بنؓ یزید کو،

۱۔ ایضاً، ۷ / ۱۸۴؛ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی القرن الثالث، ۴ / ۵۰؛ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فضائل اصحاب النبی، ۴ / ۱۸۹

۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابہ، ۷ / ۱۸۴؛ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فضائل اصحاب النبی، ۴ / ۱۸۸

Marfat.com

اہل مصر میں سے عبداللہ بن حارثؓ کو اور اہل شام میں سے ابو امامہؓ باہلی کو(۱)۔امام حاکمؒ نے ان کے علاوہ اور بھی صحابہ کا ذکر کیا ہے جو دوسرے شہروں میں رہتے تھے(۲) خلف بن خلیفہ متوفی ۱۸۱ھ کو آخری تابعی تصور کیا جاتا ہے کیونکہ موصوف نے آخری صحابی ابو الطفیل عامر بن وائلہؓ سے مکہ میں ملاقات کی تھی(۳)۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ تابعین کا عہد ۱۸۱ھ میں ختم ہو گیا تھا۔علماء نے افضل التابعین کے سلسلے میں طویل کلام کیا ہے(۴)۔ابن سعد نے طبقات میں چند مرکزی شہروں کے جن تابعین کے حالات درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں(۵):

۱۔مدینہ ۴۸۴ ۲۔مکہ ۱۳۱ ۳۔کوفہ ۴۱۳ ۴۔بصرہ ۱۶۴

ان میں سے جن اکابر تابعین نے حدیث کے علم کو حاصل کرنے، محفوظ کرنے اور آگے پہنچانے کا سب سے بڑھ کر اہتمام کیا ہے۔ان کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے اور ان کے متعلق مزید معلومات آئندہ صفحات میں آرہی ہیں۔

	سال پیدائش	سال وفات
سعید بن المسیب	۱۴ھ	۹۳ھ
حسن بصری	۲۱ھ	۱۱۰ھ
ابن سیرین	۲۳ھ	وفات ۱۱۰ھ
عروہ بن زبیر	۲۲ھ	۹۴ھ (انہوں نے سیرت رسول پر پہلی کتاب لکھی)
علی بن حسین (زین العابدین)	۳۸ھ	۹۴ھ
مجاہد	۲۱ھ	۱۰۴ھ
شریح (حضرت عمرؓ کے عہد میں قاضی تھے)	......	۷۸ھ

۱۔معرفۃ علوم الحدیث، ۴۲؛ فتح المغیث ۴/۱۴۹؛ تدریب الراوی ۲/۲۰۷ وبعد

۲۔معرفۃ علوم الحدیث، ۴۳

۳۔علوم الحدیث و مصطلحہ، ۳۵۷

۴۔تدریب الراوی ۲/۲۱۱ وبعد؛ فتح المغیث، ۴/۴۸ اوبعد

۵۔یہ ساری فہرست مولانا مودودی نے ترجمان القرآن کے منصب رسالت نمبر کے صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳ میں نقل کی ہے

Marfat.com

قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ	۳۷ھ	۱۰۶ھ
مسروق (حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں مدینہ آئے)	......	۶۲ھ
اسود بن یزید	......	۷۵ھ
مکحول	......	۱۱۲ھ
رجاء بن حیوۃ	......	۱۱۳ھ
ہمام بن منبہ	۴۰ھ	۱۳۱ھ (انہوں نے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے اور اب شائع ہو چکا ہے۔)
سالم بن عبداللہ بن عمرؓ	......	۱۰۶ھ
نافع مولیٰ عبداللہ ابن عمرؓ	......	۱۱۷ھ
سعید بن جبیر	۴۵ھ	۹۵ھ
سلیمان الاعمش	۶۱ھ	۱۴۸ھ
ایوب السختیانی	۶۶ھ	۱۳۱ھ
محمد بن المنکدر	۵۴ھ	۱۳۰ھ
ابن شہاب زہری	۵۸ھ	۱۲۴ھ (انہوں نے حدیث کا ذخیرہ چھوڑا)
سلیمان بن یسار	۳۴ھ	۱۰۷ھ
عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ	۲۲ھ	۱۰۵ھ
عطاء بن ابی رباح	۲۷ھ	۱۱۵ھ
قتادہ ابن دعامہ	۶۱ھ	۱۱۷ھ
عامر الشعبی	۱۷ھ	۱۰۴ھ

Marfat.com

علقمہ ...... ۶۲ھ (یہ رسول اللہؐ کے عہد میں جوان تھے لیکن آپ سے مل نہ سکے)

ابراہیم نخعی ۴۶ھ ۹۶ھ

یزید بن ابی حبیب ۵۳ھ ۱۲۸ھ

بقول سید مودودیؒ: ''ان حضرات کی تواریخ پیدائش و وفات پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں نے صحابہؓ کے عہد کا بہت بڑا حصہ دیکھا ہے۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جنھوں نے صحابہؓ کے گھروں میں صحابیات کی گودوں میں پرورش پائی ہے اور بعض وہ تھے جن کی عمر کسی نہ کسی صحابی کی خدمت میں بسر ہوئی ہے۔ ان کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک شخص نے بکثرت صحابہؓ سے مل کر نبی کریم ﷺ کے حالات معلوم کیے ہیں اور آپؐ کے ارشادات اور فیصلوں کے متعلق وسیع واقفیت بہم پہنچائی ہے۔ اسی وجہ سے روایت حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ انہی لوگوں سے بعد کی نسلوں کو پہنچا ہے۔ تاوقتیکہ کوئی شخص یہ فرض نہ کرے کہ پہلی صدی ہجری کے تمام مسلمان منافق تھے، اس بات کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں نے گھر بیٹھے حدیثیں گھڑی ہوں گی اور پھر بھی پوری امت نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا ہو گا اور ان کو اپنے اکابر علماء میں شمار کیا ہو گا (۱)

تابعین نے صحابہ کرامؓ سے علوم حاصل کیے اور حدیث کی متعلق ان کے طرز عمل کو ٹھیک طور پر اپنایا۔ انہیں ان تمام پہلوؤں کا علم تھا کہ روایت حدیث میں احتیاط کا کیا مفہوم ہے؟ اور اسے عام کرنے میں کیا طریق کار اختیار کرنا چاہیے؟ اس لئے تابعین میں کچھ لوگ کتابت حدیث میں کراہت کے قائل نظر آتے ہیں اور بعض دوسرے حفاظت کے لئے بہت اہتمام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً عبیدہ بن عمرو السلمانی المرادی (م ۷۲ھ) ابراہیم بن یزید التیمی (م ۹۲ھ) جابر بن زید (م ۹۳ھ) ابراہیم النخعی (م ۹۶ھ) وغیرہم کتابت سے منع کرتے تھے۔

عبیدہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے پاس کوئی لکھے یا نہ ان کے سامنے لکھی ہوئی کوئی تحریر پڑھی جائے (۲) وفات سے پہلے آپ نے کتابیں منگوائیں اور ان کو جلا دیا اور کہا:

۱۔ منصب رسالت نمبر، ۳۴۴

۲۔ جامع بیان العلم ۱/۶۷؛ دارمی 'مقدمہ' باب من لم یر کتابۃ الحدیث ۱/۱۲۱۔۱۲۲

Marfat.com

أخشیٰ أن یلیها قوم یضعونها غیر موضعها(۱)

مجھ ڈر ہے کہ ان کے وارث وہ لوگ ہوں گے جو انہیں غیر مطلوب جگہ پر استعمال کریں گے۔

اسی طرح ابراہیم بن یزید نے نصیحت کی تھی کہ ان سے کوئی حدیث لکھی نہ جائے(۲) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث کو ایسی کاپیوں میں لکھنا پسند کرتے تھے کو جو مصاحف سے مشابہ ہوں(۳) کہا کرتے:

ماکتبت شیئاً قط(۴)

میں نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔

انہوں نے حمادؒ کو اطراف حدیث لکھنے سے منع کر دیا تھا(۵) لیکن حمادؒ، ابراہیمؒ سے لکھتے رہے۔ جب انہوں نے دوبارہ منع کیا تو کہا یہ تو صرف اطراف ہیں۔ اسی طرح عامرؒ الشعبی کی زبانی معلوم ہوتا ہے:

ماکتبت سوداء فی بیضاء ولاسمعت من رجل حدیثاً فأردت ان یعیده علی(۶)

میں نے کاغذ پر کچھ نہیں لکھا اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی آدمی سے حدیث سنی اور میں نے ارادہ کیا ہو کہ وہ میرے سامنے دہرائے۔

سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کتابت سے روکتے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم سے پہلے لوگ انہیں کتابوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے(۷)

ان واقعات کے ذکر سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ حضرات حدیث سے نہیں بلکہ کتابت سے منع کرتے تھے کہ کہیں ان کی شخصی آراء کو حدیث کے ساتھ ملا نہ دیا جائے۔ ان بزرگوں کی یہ احتیاط نئی نہیں، اس سے پہلے صحابہ کرامؓ خود اسی احتیاط کا اظہار کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان

۱۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۷؛ دارمی، مقدمہ، باب من لم یر کتابۃ الحدیث، ۱/ ۱۲۱
۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۷
۳۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۷؛ تقیید العلم، ۴۸
۴۔ تقیید العلم، ۶۰
۵۔ جامع لاخلاق الراوی، ۱/ ۲۲۷
۶۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۷
۷۔ تقیید العلم، ۴۳؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۶۵

Marfat.com

اقوال سے عدم کتابت حدیث کی بات ثابت نہیں ہوتی۔ جس طرح صحابہؓ اس بات سے ڈرتے تھے کہ قرآن و حدیث کا التباس نہ ہو جائے اسی طرح تابعینؒ احتیاط کرتے تھے کہ ان کی ذاتی آراء حدیث میں شامل نہ ہو جائیں۔ ہمارے اس نظریہ کی تائید جلیل القدر تابعینؒ کے اقوال اور ان کے طرز عمل سے ہوتی ہے۔ مثلاً سعید بن جبیر کہتے ہیں :

كنت أكتب عندا بن عباس في ألواحي، حتى أملأ ها ثم اكتب في نعلي(۱)

سعید بن جبیر عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں لکھا کرتے تھے جب صحیفے بھر جاتے تو اپنے جوتے پر لکھتے حتی کہ وہ بھر جاتا۔

وعنه قال: كنت اسير بين ابن عمرو ابن عباس فكنت اسمع الحديث منهما فاكتبه على واسطة الرحل حتى انزل فاكتبه(۲)

انہی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ عباسؓ کے پاس جاتا میں ان دونوں سے حدیث سن کر کجاوے کی تختیوں پر لکھ لیتا جب اترتا تو اسے لکھ لیتا۔

سعید بن مسیبؒ نے عبدالرحمان بن حرملہ کو لکھنے کی اجازت دی تھی کیونکہ انہوں نے سوء حفظ کی شکایت کی تھی(۳) عامر شعبیؒ جن کا قول ابھی گزر چکا ہے، فرمایا کرتے تھے :

إذا سمعتم مني شيئاً فاكتبوه ولو في حائط(۴)

جب تم مجھ سے کوئی چیز سنو تو اسے لکھ لو خواہ دیوار پر ہی لکھنا پڑے۔

ضحاکؒ بن مزاحم کا ایسا ہی قول منقول ہے(۵)۔ عہد تابعینؒ میں حدیث کے لکھے ہوئے صحیفے عام تھے۔ حسن بصریؒ کہا کرتے تھے۔

إن لنا كتبا كنا نتعا هدها(۶)

ہمارے پاس کتابیں ہیں جن کی ہم حفاظت کرتے ہیں۔

۱۔ تقیید العلم، ۱۰۲۔۱۰۳

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲ ؛ تقیید العلم، ۱۰۳

۳۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۳ ؛ تقیید، ۹۹

۴۔ تقیید العلم، ۱۰۰

۵۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲

۶۔ تقیید العلم، ۱۰۱

Marfat.com

ابو قلابہؒ سے مروی ہے

خرج علينا عمر بن عبدالعزيز لصلاة الظهر ومعه قرطاس ثم خرج علينا لصلاة العصر وهو معه فقلت له: يا أمير المئو منين ما هذا الكتاب؟ قال: حديث حدثني به عون بن عبدالله فأعجبني فكتبته(۱)

عمر بن عبدالعزیزؒ نماز ظہر کے لئے تشریف لائے تو ان کے پاس ایک کاغذ تھا۔ پھر عصر کی نماز کے وقت تشریف لائے تو بھی ان کے پاس تھا۔ میں نے ان سے کہا امیر المومنین یہ کیا کتاب ہے؟ فرمانے لگے یہ حدیث ہے جسے عون بن عبداللہؒ نے سنایا مجھے بہت اچھی لگی تو میں نے اسے لکھ لیا۔

یہ اقوال اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلی اور دوسری صدی میں حدیث کا مکتوب ذخیرہ عام شائع تھا، لوگوں میں متداول تھا اور اس سے استدلال کیا جاتا تھا۔ مثلاً ہشام بن عبدالملک اپنے عامل سے کہتے ہیں کہ رجاء بن حیوۃ (م ۱۱۲ھ) سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھیں تو اس نے کہا:

فكنت قدنسيته لو لا انه كان عندي مكتوباً(۲)

میں اس حدیث کو بھول گیا کاش وہ میرے پاس مکتوب ہوتی۔

عطاء بن ابی رباحؒ خود بھی لکھتے، بچوں کو بھی لکھنے پر آمادہ کرتے اور طلبہ بھی ان کے سامنے بیٹھ کر لکھتے تھے (۳) وہ طالب علموں کو جس طرح آمادہ کرتے تھے اس کے متعلق ابی حکیم الہمدانی کہتے ہیں:

كنت عند عطاء بن ابى رباح ونحن غلمان، فقال، يا غلمان! تعالوا اكتبوا فمن كان منكم لايحسن كتبنا له، ومن لم يكن معه قرطاس أعطيناه من عندنا(۴)

میں رباح بن عطاء کے پاس تھا اور ہم اس وقت بچے تھے۔ آپ نے فرمایا بچو ادھر آؤ اور لکھو، تم میں جو اچھا نہیں لکھ سکتا ہم لکھ دیں گے اور جس کے پاس کاغذ نہیں ہے ہم اسے اپنے پاس سے کاغذ دیں گے۔

۱۔ دارمی، مقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/۱۲۶

۲۔ دارمی، مقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/۱۲۵؛ تقیید العلم، ۱۰۸

۳۔ دارمی، مقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/۱۲۵

۴۔ المحدث الفاصل، ۳۷۳

Marfat.com

اس دور میں علمی تحریک جاری تھی اور اسے کتابت سے تقویت مل رہی تھی۔ جلیل القدر تابعین کے شغف کتابت کا ان اقوال سے بھی پتہ چلتا ہے۔

ولید بن ابی سائب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں :

رأيت مكحولاً ونافعاً وعطاء يقرأ عليهم الا حاديث(۱)

میں نے مکحولؒ، نافع اور عطاءؒ کو دیکھا کہ ان کے سامنے احادیث پڑھی جاتی تھیں۔

نافع مولى ابن عمر يملي علمه و يكتبون بين يديه(۲)

نافع مولیٰ بن عمر (اپنے طالب علموں کو) لکھواتے اور (طالب علم ان کے سامنے بیٹھ کر) لکھا کرتے تھے۔

قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) نے کتابت حدیث پر سوال کرنے والے کو بہت اچھی بات کہی :

وما يمنعك أن تكتب وأخبرك اللطيف الخبير أنه يكتب (۳) قال: علمها عند ربي في كتاب، لايضل ربي ولاينسى (۴)

تجھے لکھنے سے کون منع کرتا ہے جب کہ لطیف و خبیر کہتا ہے کہ وہ لکھتا ہے فرمایا! ان کا علم میرے رب کے پاس لکھا ہوا ہے تیرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

اس عہد میں مصاحف مدونہ کی خاصی تعداد موجود تھی۔

عہد تابعین میں جن لوگوں کے پاس مکتوب ذخیرہ موجود تھا وہ یہ ہیں :

۱۔ قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) کے پاس صحیفہ جابر تھا (۵)

حضرت جابرؓ کے صحیفے کو ابو زبیرؒ، ابو سفیانؒ اور سلیمان بن قیسؒ اور شعبیؒ نے روایت کیا ہے (۶)۔

۲۔ عروہ بن زبیرؒ (م ۹۴ھ) حدیث لکھا کرتے تھے، ان کا قول ہے :

۱۔ الکفایہ فی علم الروایہ، ۲۶۴

۲۔ دارمی، مقدمہ باب من رخص...... ۱/ ۱۲۵

۳۔ تقیید العلم، ۱۰۳

۴۔ طٰہٰ/ ۵۲

۵۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۲۲۹؛ تہذیب، ۸/ ۳۵۳

۶۔ تہذیب التہذیب، ۴/ ۲۱۵

Marfat.com

كتبت الحديث ثم محوته ، فوددت اني فديته بمالي وولدي واني لم امحه(۱)

میں نے احادیث لکھی تھیں پھر انہیں مٹادیا، میں پسند کرتا ہوں کہ میں مال واولاد فدا کردیتا اور انہیں نہ مٹاتا۔

ان کا بعض مکتوب ذخیرہ ''حرہ'' کے موقع پر جل گیا تھا جس پر افسوس کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

وددت لو أن عندي كتبي بأهلي ومالي (۲)

میں پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس اہل ومال کی بجائے کتابیں ہوتیں۔

۳۔ خالد بن معدان الکلائی الحمصی (م ۱۰۴ھ) کے پاس لکھا ہوا ذخیرہ ایک صحیفے میں موجود تھا۔

مصحف له أزرار و عري أودع فيه علمه (۳)

ایک رسالہ تھا جس کے بٹن اور کاج تھے اس میں انہوں نے اپنا علم محفوظ کیا۔

خالد بن معدان کا ایک نسخہ بحیر بن سعید کے پاس بھی تھا (۴)

۴۔ ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (م ۱۰۴ھ) نے ایوب سختیانی (م ۱۳۱ھ) کو اپنی کتابوں کے متعلق وصیت کی اور وہ ایک اونٹ کا وزن تھا (۵) اور اس نے ۲ یا ۵ اور ہم کرایہ دیا تھا (۶)

۵۔ اعمش حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

ان لنا كتباً نتعا هدها (۷)

ہمارے پاس کتابیں ہیں جن کی ہم دیکھ بھال کرتے ہیں۔

۶۔ محمد باقر علی بن الحسینؓ (م ۱۱۴ھ) کے پاس کئی کتابیں تھیں جن میں سے بعض ان کے صاحب زادے جعفر صادقؒ نے سنیں اور بعض پڑھیں (۸)

۱۔ تقیید العلم، ۶۰

۲۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۵

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۹۳؛ تہذیب، ۳/ ۱۱۹

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۷۵

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۹۴

۶۔ ایضاً، ۱/ ۹۴

۷۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۵

۸۔ تہذیب التہذیب، ۲/ ۱۰۴

Marfat.com

۷۔ مکحول شامی (۱)، حکم بن عتبہ (۲) اور بکیر بن عبداللہ بن الاشج (م ۱۱۷ھ) کے پاس کتب حدیث تھیں۔ موخر الذکر کی کتابیں ان کے بیٹے مخرمہ بن بکیر کے پاس منتقل ہو گئی تھیں (۳)

۸۔ قیسؒ بن سعد المکی (م ۱۱۷ھ) کے پاس مکتوب ذخیرہ تھا جو حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) کے پاس منتقل ہوا (۴)

ان بزرگوں کے علاوہ بھی کتب حدیث کا بڑا ذخیرہ تھا۔ تقریباً چودہ ایسے تابعین واتباع تابعین کا ذکر ملتا ہے جن کے پاس مکتوب ذخیرہ تھا۔

دوسری صدی ہجری میں مکتوب ذخیرہ کافی تعداد میں موجود اور لوگوں میں شائع تھا۔ ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد امام زہری کی کتابیں اونٹوں پر لے جائی گئی تھیں (۵)

عہد تابعین کا ذکر کرتے ہوئے علی بن المدینی کا قول بیان کیا گیا ہے:

نظرت فاذا الأسناد يدور على ستة ، فلأهل المدينة ابن شهاب (م ۱۲۷ھ) ولأهل البصرة قتادة بن دعامة السدوسى (م ۱۱۸ھ) ويحيىٰ بن أبى كثير (م ۱۲۹ھ) ولأهل الكوفة أبو إسحاق عمرو بن عبدالله السبيعى (م ۱۲۷ھ) وسليمان بن مهران الأعمش (م ۱۴۸ھ) قال على: ثم صار علم هولاء الستة إلى أصحاب الأصناف (۶)

> میں نے جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام اسناد چھ آدمیوں کے گرد گھومتی ہیں: مدینہ کے لئے ابن شہاب، اہل مکہ کے لئے عمرو بن دینار، اہل بصرہ کے لئے قتادہ بن دعامہ اور یحییٰ بن ابی کثیر اہل کوفہ کے لئے ابو اسحاق السبیعی و سلیمان بن مہران الاعمش۔ علی کہتے ہیں پھر ان چھ آدمیوں سے آگے تمام لوگوں تک علم پہنچا۔

عہد تابعین میں حفاظت حدیث کی بات ادھوری رہے گی تاوقتیکہ دو شخصیتوں کا ذکر نہ کیا جائے: ایک ہمام بن منبہ اور دوسرے عمرؒ بن عبدالعزیز۔

۱۔ ابن ندیم الفہرست، ۳۱۸

۲۔ تقدمۃ الجرح، ۱۳۰

۳۔ تہذیب، ۱/۴۹۰؛ ۱۰/۷؛ علوم الحدیث، ۱۱۰

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۰۳؛ تہذیب، ۳/۱۵

۵۔ تاریخ الاسلام للذہبی، ۵/۱۴۱

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۴۵

Marfat.com

ہمام بن منبہ

ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الیمانی ابو عقبہ الصنعانی (۱) ابناء (۲) میں سے تھے ابتدائی زندگی کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں، ہمام بن منبہ کے حالات جو بھی ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں، طبقات ابن سعد میں ہے:

وہب بن منبہ کی وفات صنعاء میں ۱۰۱ھ میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آغاز میں ہوئی (۳) ہمام بن منبہ جو ابناء میں سے ہیں (۴) اور جو اپنے بھائی وہب بن منبہ سے عمر میں بڑے تھے وہ ابو ہریرہؓ سے تعلیم کے سلسلے میں ملے اور ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ الیمونی نے احمد سے روایت کی ہے کہ ہمام غزوات میں شریک ہوتے اور بھائی وہب کے لئے کتابیں خریدتے تھے۔ انہوں نے ابو ہریرہؓ کے پاس زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے حدیثیں سنیں جو تقریباً ایک سو چالیس ہیں۔ سب کی سب ایک اسناد رکھتی ہیں۔ معمر نے ان کا زمانہ پایا جب کہ یہ بوڑھے ہو گئے اور ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں، ہمام نے معمر کو یہ حدیثیں پڑھ کر سنانی شروع کیں لیکن جب تھک گئے تو معمر نے رسالہ ہاتھ میں لے لیا اور باقی کو خود پڑھ کر سنایا۔ عبدالرزاق (راوی) یہ نہیں بتا سکے کہ کون سا حصہ انہوں نے پڑھا اور کون سا ان کو پڑھ کر سنایا گیا۔ ابن سعد نے کہا کہ ان کی وفات سن اکتیس (۵) میں ہوئی۔ بخاری کہتے ہیں: علی نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص سے جو ہمام بن منبہ سے ملا تھا، پوچھا:

۱۔ تھذیب التھذیب، ۱۱/ ۶۱؛ الجرح، ۹/ ۷/ ۱۰۷؛ شذرات الذھب، ۱/ ۱۸۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۱۱

۲۔ ابناء کی آمد یمن میں چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں آنحضرت کی ولادت کے بعد ہوئی لیکن یہاں باپ، دادا، پڑدادا، سکڑدادا سب کے نام ایرانی کی جگہ عربی میں دیئے ہیں۔ اس لئے یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمام کا تعلق ابناء سے نسباً نہیں بلکہ موالات کے باعث ہو گا اور وہ اصل میں یمن ہی کے قدیم باشندے ہوں گے اور ممکن ہے کہ دونوں اس کے جبر و تشدد کے زمانے میں آئے ہوں گے، اور ان کے آباؤ اجداد میں سے کسی نے عارضی اور ظاہری طور پر یہودیت بھی قبول کی ہو (صحیفہ ہمام بن منبہ حاشیہ صفحہ ۵۳)

۳۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۷/ ۲۷۰

۴۔ ابناء ان ایرانیوں کی اولاد کو کہتے ہیں جو یمن کو فتح کرنے کے بعد وہیں بس گئے تھے۔ یہ فوج کسریٰ نوشیروان نے سیف بن ذی یزن کی درخواست پر حبشیوں سے لڑنے بھیجی تھی۔ اسد الغابہ، ۱/ ۱۶۳

۵۔ جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر دیکھا، ابن سعد نے سنہ ایک سو ایک یا دو (سنۃ احدی واثنتین ومائۃ) اور پرانے زمانے میں کسی کاتب کے سہو کے باعث وہ اکتیس ہو گیا اور نووی وغیرہ ہر کسی نے وہی نقل کر دیا، بلکہ خود ابن سعد کی طرف بھی سنہ ۱۳۱ھ منسوب کر دیا جیسا کہ الجمع بین رجال الصحیحین ۲ صفحہ ۵۵۴ میں ہے۔ قال ابن المدینی عن رجل لقی ہماماً انہ مات سنۃ اثنتین وثلاثین ومائۃ رحمہ اللہ مگر یہ اذا فات الشرط فات المشروط کے مصداق قابل رد ہیں صحیفہ ہمام بن منبہ صفحہ ۵۴ حاشیہ)

Marfat.com

ہمام کی وفات کب ہوئی؟ کہا سنہ دو میں اور ابن عیینہ کے حوالے سے ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ میں ہمام کا دس برس تک انتظار کرتا رہا۔ میں کہتا ہوں کہ ابن سعد الخلیفہ اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات سنہ اکتیس یا بتیس میں ہوئی۔ العجلی نے بیان کیا ہے کہ یمنی تابعی اور ثقہ تھے۔(۱)

ہمام ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ ابو ہریرہؓ یمنی تھے اور ہمام بھی یمن ہی کے باشندے تھے۔ جب ہمام تعلیم کے لئے مدینہ آئے تو وہ اپنے ممتاز ہم وطن ابو ہریرہؓ ہی کے پاس حاضر ہوئے۔ ابو ہریرہؓ نے اس نوجوان ہم وطن کے لئے رسول اکرمؐ کی حدیثوں میں سے ایک ڈیڑھ صد احادیث انتخاب کیں جو زیادہ تر تربیت اخلاق کے متعلق ہیں۔ ان حدیثوں کو آپ نے ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں مرتب کر کے شاگرد ہمام کو املاء کرایا۔ اس کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ دراصل یہ صحیفہ حضرت ابو ہریرہؓ کی تالیف ہے جو انہوں نے ہمام بن منبہ کے لئے مرتب کیا تھا۔ اس کا نام بھی صحیفہ ابی ہریرۃ لھمام بن منبہ ہونا چاہیے۔ بعض سوالوں سے ...... معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام الصحیفۃ الصحیحۃ تھا۔(۲) یہ قرین قیاس ہے کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کو اگر کسی صحابی کی حدیث دانی پر رشک تھا تو وہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تھے جنہوں نے الصحیفۃ الصادقۃ کے نام سے حدیثوں کا ایک مجموعہ چھوڑا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے اپنی تالیف حدیث کا نام صحیحہ رکھا ہو(۳)

الصحیفہ الصحیحۃ

ہمام بن منبہ نے اپنے استاد سے حدیثوں کا جو مجموعہ حاصل کیا تھا اسے نہ تو ضائع کیا اور نہ اپنی ذات تک ہی مخصوص رکھا بلکہ اپنی نوبت پر اسے اپنے شاگردوں تک پہنچایا اور اس رسالہ کی روایت یا تدریس کا مشغلہ انہوں نے پیرانہ سالی تک جاری رکھا۔ آپ سے درس تو بہتوں نے لیا ہوگا لیکن خوش قسمتی سے انہیں ایک صاحب ذوق شاگرد معمر بن راشد یمنی(۴) مل گئے جنہوں نے کسی حذف و اضافہ کے بغیر ہی اس رسالہ کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔ اس

۱۔ تہذیب التہذیب، ۱۱/ ۶۷

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۵۲

۳۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۵۲

۴۔ ابو عروہ معمر بن راشد (۱۵۳ھ) نے نہ صرف صحیفہ ہمام کو بعینہ محفوظ رکھا اور اپنے شاگردوں کو املاء کرایا بلکہ "الجامع" نامی ایک کتاب حدیث پر خود بھی تالیف کی (صحیفہ ہمام بن منبہ حاشیہ صفحہ ۵۵)۔ یہ کتاب مصنف عبدالرزاق کی آخری جلد میں شامل ہے۔

Marfat.com

طرح معمر کو بھی عبدالرزاق بن نافع الحمیری (۱) جیسے شاگرد مل گئے۔ یہ بھی اسی ملک کے چشم و چراغ ہیں، جس کے بارے میں حدیث نبوی وارد ہے : "ایمان یمن والوں میں ہے۔" جہاں تک اس صحیفے کا تعلق ہے عبدالرزاق نے بجلسہ روایت کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ علم کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں دو بہت ہی اچھے شاگرد ملے ایک احمد بن حنبلؒ دوسرے ابوالحسن احمد یوسف السلمیؒ، ان دونوں نے اس صحیفے کی بڑی خدمت کی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اسے اپنی ضخیم تالیف المسند کے باب ابو ہریرہؓ کی ایک خاص فصل میں بلا حذف و اضافہ ضم کر دیا، اور جب تک مسند احمد بن حنبل دنیا میں باقی ہے صحیفہ ہمام بھی باقی رہے گا۔ دوسرے شاگرد سلمی نے اس صحیفے کی مستقل روایت کا سلسلہ جاری رکھا ان کو اور ان کے شاگردوں کو نسلاً بعد نسل ایسے شاگرد رشید ملتے گئے، جنہوں نے اس قابل قدر یادگار کو ہر آمیزش سے پاک اور محفوظ رکھا (۲)

اصولی طور پر تو اس صحیفہ کا ذکر ابو ہریرہؓ کے ضمن میں ہونا چاہئے تھا، ہمام بن منبہ چونکہ ایک تابعی ہیں اور صحیفے کا واحد ذریعہ بھی وہی ہیں اس لئے اسے یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے املاء کئے جانے کی بات بھی اتنی یقینی نہیں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے اسے خود املاء کیا یا ہمام بن منبہ سے کرایا۔

۱۔ عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمانی بھی عظیم مولف گزرے ہیں ان کی "المصنف" انڈیا اور بیروت سے حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۵۵۔۵۶

Marfat.com

عہد تدوین

حفاظت حدیث کے سلسلے میں مکتوب ذخیرہ کا ایک جائزہ آپ کی نظر سے گزر چکا ہے جس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ حدیث رسول، عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں مختلف صحف واجزاء کی صورت میں موجود تھیں مختلف قسم کی احادیث مستقل اجزاء میں بھی محفوظ تھیں لیکن احادیث کی تدوین کا کام عمر بن عبدالعزیز کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ تابعین کے آخری دور اور تبع تابعین کے زمانے میں جو علمی سرگرمیاں نظر آتی ہیں وہ اس بنیاد پر مبنی ہیں جو عمر بن عبدالعزیز نے فراہم کی تھی۔

عمر بن عبدالعزیز

عمر بن عبدالعزیز نے علمی ماحول میں پرورش پائی۔ انہیں علماء سے محبت و عقیدت تھی۔ وہ بنفس نفیس احادیث لکھتے (۱) اور علماء کو حفاظت حدیث پر آمادہ کرتے تھے۔ انہوں نے کتابت حدیث کا اہتمام کیا اور علمائے کرام نے اس کی مخالفت نہیں کی حالانکہ تابعین کا ایک گروہ کتابت کی کراہت کا قائل تھا۔ معلوم ہوتا ہے ان علماء و اکابر کے اذہان اب اسباب کراہت کے سلسلے میں صاف تھے، ورنہ وہ حضرت عمرؒ کی کسی دعوت پر بھی لبیک نہ کہتے۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ وضع حدیث کے باعث کتابت حدیث کے بارے میں ان کے نقطہ نظر میں تبدیلی آگئی تھی۔ امام زہریؒ کے بھائی ان سے روایت کرتے ہیں۔

سمعته يقول ! لولا أحاديث تأتينا من قبل المشرق تنكرها لانعرفها ماكتبت حديثاً ولا آذنته في كتابه (۲)

میں نے امام زہریؒ کو کہتے سنا ہے کہ اگر مشرق کی جانب سے ایسی احادیث ہمیں نہ

۱۔ دارمی، مقدمہ، من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۶

۲۔ تقیید العلم، ۱۰۸

Marfat.com

پہنچتیں جنہیں ہم نہیں جانتے تو میں کوئی حدیث نہ لکھتا اور نہ کتابت کی اجازت دیتا۔

اس عہد کے اکثر و بیشتر لوگوں کی یہی رائے تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ حدیث رسول ضائع نہ ہوں، اس میں کذب کی ملاوٹ ہو نہ اس میں موضوع احادیث شامل ہوں۔ یہی وہ اہم اسباب ہیں جن کی بناء پر جلیل القدر علماء خدمت حدیث کے لیے وقف تھے۔ حسن اتفاق سے نظام حکومت ایک متقی اور علم دوست شخص کے ہاتھ میں آیا جس سے حالات اور بھی سازگار ہو گئے۔ چنانچہ عمرؒ ابن عبدالعزیز نے تمام علاقوں میں یہ حکم نافذ کر دیا کہ :

انظروا حديث رسول الله فاجمعوه(۱)

رسول اکرم کی حدیث (جہاں) دیکھو اسے اکٹھا کرو۔

انظروا حديث رسول الله فاكتبوه ، فانى خفت دروس العلم وذهاب أهله(۲)

رسول اکرمؐ کی حدیث کو دیکھو تو اس کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔

ابو بکر محمدؒ بن عمرو بن حزمؒ عامل مدینہ کو آپ نے جو کچھ لکھا وہ یہ ہے :

اكتب إلى بما ثبت عندك من الحديث عن رسول الله وبحديث عمرة ، فانى خشيت دروس العلم وذهابه(۳)

جو کچھ تمہارے ہاں حدیث رسول میں سے ہے یا حدیث عمرہ میں سے ثابت ہے مجھے لکھو کیونکہ علم کے مٹنے اور غائب ہونے کا ڈر ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں :

أمره أن يكتب له العلم من عند عمرة بنت عبدالرحمان (۹۸ھ) والقاسم بن محمد (م ۱۰۷ھ) فكتبه له (۴) وفي رواية فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولا تقبل إلا حديث النبى صلى الله وليفشوا العلم وليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم ، فان العلم لا يهلك حتى يكون سرا(۵)

۱۔ فتح الباری، ۱/ ۱۹۵

۲۔ دارمی، مقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/ ۱۲۶؛ توجیہ النظر، ۷

۳۔ ایضا، ۱/ ۱۲۶؛ توجیہ النظر، ۷

۴۔ تقدمۃ الجرح، ۲۱؛ توجیہ النظر، ۷

۵۔ فتح الباری، ۱/ ۲۰۸، ۱۹۵

Marfat.com

کہ آپ نے حکم دیا کہ عمرہ بنت عبدالرحمان اور قاسم بن محمد کی معلومات حدیث دیکھئے، تو اس نے آپ کے لئے لکھا۔ ایک روایت ہے کہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فوت ہونے کا ڈر ہے حدیث رسولؐ کے سوا کچھ نہ قبول کرو، اور علم پھیلاؤ اور اس وقت بیٹھو جب بے علم عالم ہو جائے کیونکہ علم مخفی رکھنے کے سوا کسی صورت میں تباہ نہیں ہوتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے امام زہریؒ وغیرہ کو جمع سنت کے لئے کہا(۱) لیکن آپ نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ تمام علاقوں میں احیاء سنت کے احکام دیئے۔ عکرمہ بن عمارؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں :

سمعت کتاب عمر بن عبدالعزیز یقول : أما بعد فأمر أهل العلم أن ینتشروا العلم فی مساجد هم، فان السنة کانت قد امیتت (۲)

وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی کتاب کو سنا وہ کہتے ہیں اما بعد! اہل علم کو حکم دو کہ وہ مساجد میں پھیل جائیں کیونکہ سنت مٹ رہی ہے۔

کما کتب : انه لا رأی لأحد فی کتاب ، و إنما رأی الا ئمة فیمالم ینزل فیه کتاب ولم تمض به سنة من رسول الله صلی الله ، ولا رأی لأحد فی سنة سنها رسول الله صلی الله علیه وسلم (۳)

جیسا کہ لکھا گیا: کتاب میں کسی رائے کو دخل نہیں، آئمہ کی رائے تو اس میں ہے جس کے بارے میں نہ کتاب اللہ میں کچھ نازل ہوا اور نہ سنت رسول میں کچھ موجود ہو اور سنت میں جسے رسول اللہؐ نے متعین کیا، کسی کی رائے کو دخل نہیں۔

ایسی بھی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے علماء کو جمع کر کے ان سے بحث و تمحیص کی۔ ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان القرشیؒ کہتے ہیں :

رأیت عمربن عبدالعزیز جمع الفقهاء فجمعوا له أشیاء من السنن، فاذا جاء الشئی الذی لیس العمل علیه ، قال: هذه زیادة لیس العمل علیها(۴)

۱۔ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۶

۲۔ المحدث الفاصل، ۶۰۳

۳۔ دارمی سنن، مقدمہ باب فی الحدیث عن الثقات، ۱/ ۱۱۴؛ جامع بیان العلم، ۲/ ۳۴

۴۔ قبول الاخبار، ۱/ ۱۱۴ احوال السنۃ قبل التدوین، ۳۳۰

Marfat.com

میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھا کہ انہوں نے فقہاء کو جمع کیا۔ انہوں نے سنت کی کچھ چیزیں اکٹھی کیں جب کوئی ایسی شے آتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا کہتے یہ زاید ہے اس پر عمل نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمع و تدوین کا کام جن لوگوں کے سپرد کیا تھا ان میں نمایاں لوگ ابو بکر ابن محمد بن عمرو بن حزمؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ اور ابن شہابؒ ہیں۔

ابو بکر اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے، حضرت مالکؒ بن انس ان کے بارے میں کہتے ہیں:

مارأیت مثل أبی بکر بن حزم أعظم مروۃ ولا أتم حالا ...... ولی المدینة والقضاء والموسم (۱)

میں نے ابو کر بن حزم جیسا عظیم صاحب مروت اور صاحب کردار نہیں دیکھا۔ مدینہ کے والی ہوئے، عہدہ قضا بھی ملا۔

لم یکن عندنا أحد بالمدینة، عنده من علم القضاء ما کان عند أبی بکر (۲)

ہمارے نزدیک مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے پاس علم قضاء اتنا ہو جتنا ابو بکرؒ کے پاس تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سے عمرہ بنت عبدالرحمان کی احادیث لکھنے کو کہا تھا۔ یہ ان کی خالہ تھیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے ہاں پرورش پائی تھی اور حضرت عائشہ کی احادیث میں وہ سب تابعین میں زیادہ مستحکم حیثیت رکھتی ہیں۔ (۳)

قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے عالم تھے۔ اپنی پھوپھی عائشہؓ سے علم حاصل کیا اسی طرح ابن شہاب زہری جلیل القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے طالب علمی کے زمانہ میں سنن و آثار صحابہ قلمبند کیے تھے (۴) یہ اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ ان کے بارے میں ابو الزناد کی رائے بڑی وقیع ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کنا نکتب الحلال والحرام و کان ابن شہاب یکتب کل ماسمع فلما احتیج إلیه علمت انه أعلم الناس (۵)

۱۔ تہذیب التہذیب، ۳۹/۱۲

۲۔ ایضاً، ۳۹/۱۲

۳۔ ایضاً ۴۳۹/۱۲

۴۔ جامع بیان العلم، ۷۶/۱

۵۔ ایضاً، ۷۳/۱ ؛ ابن شہاب کے بارے میں تفصیلی معلومات علیحدہ دی گئی ہیں

Marfat.com

ہم حلال و حرام لکھتے تھے اور ابن شہاب جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے۔ پھر جب ہمیں ان کی ضرورت ہوئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مختلف علاقوں سے جو مکتوب ذخیرہ اکٹھا کیا ابن شہاب زہریؒ نے اسے ترتیب و تہذیب سے پیش کیا او حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سارے ملک میں بھیجا۔

زہری کہتے ہیں :

أمرنا عمر بن عبدالعزيز بحمع السنن ، فكتبنا ها دفتراً دفتراً . فبعث إلى كل أرض له عليها سلطان دفتراً.(۱)

ہمیں عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے مختلف رسالے لکھے۔ حضرت عمرؒ نے ان تمام علاقوں میں جن پر ان کا اقتدار تھا، یہ رسالے بھیجے۔

وہ کہا کرتے تھے :

لم يدون هذا العلم أحد قبل تدويني (۲)

اس علم کو مجھ سے پہلے کسی نے مدون نہیں کیا۔

آپ کی یہ بات محض ادعا نہیں بلکہ اہل علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے :

أول من دون العلم ابن شهاب (۳)

پہلا شخص جس نے علم (حدیث) مدون کیا وہ ابن شہاب ہیں۔

علماء حدیث کے نزدیک تدوین حدیث کا کام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں ہوا۔ تدوین سے مراد رسمی تدوین ہے ورنہ کتابت کے ذریعے حفاظت حدیث تو صحابہؓ کے عہد میں بھی ہوتی رہی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہد دوسری صدی کا آغاز اور پہلی صدی کا اختتام ہے لہٰذا ان لوگوں کی یہ بات بڑی بے وزن اور بے حقیقت ہے کہ تدوین حدیث کا کام حضورؐ سے دو سو برس بعد شروع ہوا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کے لئے جو اہتمام کیا اس میں ان کا ذاتی ارادے کو بڑا دخل تھا ورنہ تابعین میں سے کئی بزرگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ ان کے نزدیک

۱۔ ایضاً، ۱/۷۶

۲۔ توجیہ النظر، ۷؛ قواعد التحدیث، ۴۶

۳۔ جامع بیان العلم، ۱/۷۶

Marfat.com

کئی ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر ایسا کرنا ضروری تھا۔ ڈاکٹر صبحی صالح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اطمأن علی الأقل إلی تائید کثرتهم وإن کانت الاخبار المتضافرة توحی بتفرده فی هذه الفکرة لما له فی القلوب منزلة، ولا سیما بین معاصریه الواثقین بتقاه وورعه(۱)

عمرؒ بن عبدالعزیز تھوڑے لوگوں کی مخالفت کے باجود اکثریت کی تائید کے باعث مطمئن ہو گئے اگرچہ اس رائے میں ان کے منفرد ہونے کی خبریں ہیں لیکن ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے عام لوگ اور معاصرین ان کا اس قدر ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے کہ ان کے کسی فعل پر معترض نہیں ہوتے تھے۔

اگرچہ بعض علماء کتابت حدیث کو ناپسند کرتے تھے لیکن موضوع احادیث کے ڈر اور احادیث کے مٹنے کے خوف سے وہ بھی کتابت حدیث کے حق میں ہو گئے۔ چنانچہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی ہمنوائی کرتے ہوئے انہوں نے بھی اشاعت حدیث میں حصہ لیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مدت خلافت کل دو سال پانچ ماہ ہے۔ امام شعبیؒ، امام زہریؒ۔ امام مکحولؒ دمشقی اور قاضی ابوبکر حزمؒ کی تصانیف عہد عمری کی یادگار ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ان تصانیف کا بیشتر حصہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے تیار ہو چکا تھا(۲)

یہاں ہم تابعین میں سے ان چند شخصیات کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے حفاظت حدیث کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور علمی روایت کو مستحکم کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کا تعلق عمر بن عبدالعزیز کی تحریک تدوین حدیث سے پہلے اور بعد دونوں ادوار سے ہے۔

مسروق

مسروق بن الاجدع الھمدانی الکوفی م ۶۲ھ (۳) کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے علم و تقویٰ میں ممتاز تھے فقہ پر خصوصی دسترس تھی۔ شعبی کا قول ہے :

۱۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ۴۵

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۱۸۵

۳۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۲۳۲؛ تذکرہ، ۱/ ۴۹؛ تہذیب، ۱۰/ ۱۰۹؛ العبر، ۱/ ۶۸؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۵۳؛ طبقات، ۶/ ۷۶

Marfat.com

كان مسروق أعلم بالفتوى من شريح وكان شريح اعلم بالقضاء من مسروق وكان شريح يستشير مسروق وكان مسروق لايستشير شريحا(۱)

مسروق شریح سے زیادہ فتوی دینے میں ماہر تھے اور شریح مسروق سے زیادہ قضاء کو جاننے والے تھے۔ شریح مسروق سے مشورہ لیتے جب کہ مسروق ایسانہ کرتے تھے۔

شعبی کہتے ہیں کہ مسروق کہا کرتے تھے :

لأن افتي يوما بعدل وحق أحب الي من أن أغزو سنة(۲)

مجھے ایک دن کا برحق اور مبنی پر انصاف فتوی دینا ایک سال کے جہاد سے زیادہ پسندیدہ ہے

علقمہ بن قیس النخعیؒ

ابو شبل علقمہؒ بن قیس بن عبداللہ النخعی م ۶۲ ھ (۳) جلیل القدر تابعی تھے اسودؒ بن یزید بن قیس علقمہؒ ابن مسعود کے اصحاب میں سے تھے۔ اور ان کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے ان کے تمام معاصران کی عظمت، وقار اور غزارت علم پر متفق تھے۔ ابراہیم بن علقمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ اپنی تمام عادات میں رسول اکرم ﷺ کے مشابہ تھے اور علقمہ عبداللہ کے مشابہ تھے بہت متواضع آدمی تھے، شہرت سے گریز کرتے تھے۔ ان سے کسی نے کہا :

لوصليت في المسجد وتجلس ونجلس معك فنسأل ، فقال ! أكره ان يقال هذا علقمة(۴)

اگر آپ مسجد میں نماز پڑھیں اور بیٹھیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھیں او کچھ پوچھیں تو کہنے لگے میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کہا جائے کہ یہ علقمہؒ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے :

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۶۵ ؛ طبقات، ۶/ ۸۲

۲۔ ایضا، ۴/ ۶۶

۳۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۴۱ ؛ تذکرۃ ۱/ ۴۸ ؛ تہذیب، ۷/ ۲۷۶ ؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۵۳ ؛ الجمع بین رجال الصحیحین، ۱/ ۳۹۰

۴۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۴۳ ؛ سیر، ۴/ ۵۸، ۵۹

Marfat.com

لو دخلت علی الأمير فأمرته بخير ، فقال لن أصيب من دنيا هم شيئاً الاأصابوا من ديني أكثر منه(۱)

اگر آپ امیر کے پاس جائیں اور انہیں اچھی بات کہیں تو کہنے لگے کہ میں ان کی دنیا سے کچھ نہ پاسکوں گا مگر وہ میرے دین کو اس دنیا سے زیادہ خراب کریں گے۔

علقمہؒ بن قیس اپنے شاگردوں کو مذاکرہ علم کی تلقین کرتے اور کہتے :

تذاکروا العلم فان حياته ذكره(۲)

مذاکرہ علم کرو اس لئے کہ علم کی زندگی مذاکرہ ہے

مرہ بن شراحیل کہتے ہیں :

كان علقمه من الربانيين(۳)

علقمہ ربانی لوگوں میں سے ہیں۔

علقمہ نے جن صحابہ سے روایت کی وہ یہ ہیں

عمر بن الخطابؓ، عثمان بن عفانؓ، علیؓ، عبداللہؓ بن مسعود، حذیفہؓ، سلمان الفارسیؓ، عائشہؓ، ابو مسعودؓ، ابو الدرداءؓ وغیرہم۔

جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ان میں ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، محمد بن سیرینؒ اور عبدالرحمانؒ بن زید وغیرہ شامل ہیں۔

الاسود بن یزید

الاسود بن یزید بن قیس ابو عمرو النخعی الکوفی م ۷۵ھ (۴) علمی خانوادہ سے تعلق تھا مخضرمی تھے۔ علم و فضل اور زہد و ورع میں مسروق کے ہم پلہ تھے۔ شعبی نے ان کے زہد و تقوی کے بارے میں کہا :

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۵۸

۲۔ طبقات، ۴/ ۳۴۴

۳۔ ایضا، ۴/ ۳۴۵؛ تہذیب، ۷/ ۲۷۷؛ تاریخ بغداد، ۱۲/ ۲۹۹

۴۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۷۰؛ تاریخ البخاری، ۱/ ۴۴۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۴۸؛ العبر، ۱/ ۸۶؛ تہذیب التہذیب، ۱/ ۳۴۲؛ سیر، ۴/ ۵۰

Marfat.com

كان صوّاما قوّاما حجّاجا(۱)

وہ بہت زیادہ روزہ دار، عبادت گزار اور حج بیت اللہ کرنے والے تھے۔

شریح القاضی

شریح بن الحارث بن الجہم الکندی م ۸۷ھ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں حجاز آئے۔ قلیل الروایہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا عنایت کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ اور بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ شعبی کا قول ہے:

كان شريح اعلمهم بالقضاء(۳)

شریحؒ اپنے ہم عصروں میں قضاء کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

علی بن الحسین

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب المدنی ۳۸ھ۔ ۹۴ھ (۴) زین العابدین اہل بیت میں اپنے علم و تقوی کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتے تھے۔ زہری کا قول ہے:

لم أدرك من اهل ابيت افضل من علی بن الحسين (۵)

میں نے اہل بیت میں علی بن حسین سے بہتر کسی کو نہ پایا۔

ان کے ورع و تقوی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے گھر میں آگ لگی علی بن الحسین اس وقت محو عبادت تھے۔ لوگ شور مچا کر آگ سے باخبر کرتے رہے لیکن انہوں نے آگ بجھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ لوگوں نے جب وجہ معلوم کی تو کہنے لگے کہ مجھے دوسری آگ (جہنم کی آگ) کے خوف نے دنیا کی آگ سے غافل کر دیا تھا (۶)

بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے اور بسا اوقات ان کے ساز و سامان خود اٹھا کر لے

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۵۱۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۱۳۱؛ وفیات الاعیان، ۲/ ۴۶۰؛ تذکرۃ، ۱/ ۵۵؛ تہذیب التہذیب، ۴/ ۳۲۸؛ حلیہ، ۳/ ۱۳۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۱۰۰

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۱۰۲

۴۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۲۱۱؛ وفیات الاعیان، ۳/ ۲۶۶؛ تذکرۃ، ۱/ ۷۰؛ العبر، ۱/ ۱۱۱؛ تہذیب التہذیب، ۷/ ۳۰۴

۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۳۸۹

۶۔ ایضاً، ۴/ ۳۹۱۔۳۹۲

Marfat.com

جاتے(۱) ابن سعد نے انہیں ثقہ کثیر الحدیث عالیا ورعاً کہا ہے۔

سعید بن المسیب

ابو محمد سعید بن المسیب بن وہب القرشی المخزومی المدنی م ۹۴ھ (۲) مسلم دنیا کے عظیم ترین علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہیں سید التابعین کہا جاتا ہے۔ آپ حضرت فاروقؓ کی خلافت کے دوسرے برس پیدا ہوئے اور اسی عہد میں پروان چڑھے۔ آپ نے حدیث و علم کی باتیں فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ، زیدؓ بن ثابت، عائشہؓ، سعدؓ ابن ابی وقاص، ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ وغیر ہم سے اخذ کیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے نسبتہ زیادہ روایت کی ہیں کیونکہ آپ ان کے داماد تھے۔ حضرت سعید وسعت علم، کثرت عبادت اور اظہار حق میں زبردست جرأت کے مالک تھے، بعض لوگوں کی بیعت سے انکار پر آپ کو کوڑے مارے گئے لیکن آپ نے ان کی بیعت نہ کی(۳) آپ کی عظمت کا اندازہ مندرجہ ذیل آراء سے ہو سکتا ہے:

ابن عمر کا قول ہے:

ھو واللہ احد المفتین(۴)

بخدا وہ اہل فتوی میں سے ایک ہیں

مکحول، قتادہ اور زہری وغیرہ کہتے ہیں:

ما رأینا أعلم من ابن المسیب (۵)

ہم نے ابن المسیب سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

ابن المدینی کا قول ہے:

لا أعلم فی التابعین أوسع علماً منه وھو عندی أجل التابعین(۶)

میں تابعین میں ان سے زیادہ وسیع علم والے کو نہیں جانتا اور وہ میرے نزدیک بہت جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ ایضاً، ۴/۳۹۳؛ حلیۃ الاولیاء، ۳/۱۳۶

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۲۱۷ بعد؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۵۴؛ طبقات ابن سعد، ۳/۳۴۹ و بعد؛ تھذیب، ۴/۸۴؛ شذرات، ۱/۱۵۲؛ العبر، ۱/۸۲

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۲۲۹

۴۔ تذکرہ ۱/۵۴

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۲۲۲؛ تذکرہ، ۱/۵۴

۶۔ سیر اعلام ۴/۲۲۲؛ تذکرہ ۱/۵۴

Marfat.com

حضرت سعید نبی کریمؐ اور خلفاء راشدین کے قضایا کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ فتویٰ دیتے تھے حالانکہ بعض صحابہ زندہ تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ ان کا بڑا احترام کرتے اور انہیں بلند مقام دیتے تھے۔ علماء کا ان کی امامت، اور ان کے بلند مرتبہ پر اتفاق ہے۔ مدینہ طیبہ میں فقہ و فتویٰ کے میدان میں سرخیل تصور کئے جاتے تھے حتیٰ کہ لوگ انہیں فقیہ الفقہاء کے نام سے پکارتے تھے۔ حد درجہ متقی اور پرہیزگار تھے اور تحائف و عطایا وصول کرنے سے گریز کرتے تھے۔

جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے ان میں سے مشہور یہ ہیں:

محمد بن مسلم الزہریؒ، عمر بن دینارؒ، عطا بن ابی رباحؒ، محمد الباقرؒ، قتادہ بن دعامہ السدوسیؒ بکیر بن الاشجعؒ، یحییٰ بن سعید الانصاریؒ وغیرہم۔

عروہؒ بن زبیر

ابو عبداللہ عروہؒ بن زبیر بن العوام الاسدی المدنی م ۹۴ھ (۱)۔ فقیہ، حافظ اور جلیل القدر تابعی تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپ کی ولادت حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ۲۹ھ میں ہوئی۔ اپنی والدہ اور خالہ عائشہؓ سے قرآن حفظ کیا اور علیؓ، محمد بن مسلمہؓ، ابو ہریرہؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، عبداللہؓ بن ارقم، ابو ایوبؓ، نعمانؓ بن بشیر، معاویہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، مسور بن مخرمہؓ، زینبؓ بنت ابی سلمۃ الانصاری اور بشیر بن ابی مسعود الانصاری سے احادیث روایت کیں۔ عروہؒ بن زبیرؒ طلب علم کی شدید رغبت رکھنے والے بزرگ تھے۔ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے ہاں اکثر جاتے تھے اور حفاظت علم میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ بڑے ثقہ اور ضابط تھے۔ حضرت عمر آپ کے ہم عصر تھے، آپ کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے حتیٰ کہ آپ مدینہ کے سات فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے اسی وجہ سے آپ کو مدینہ کی مجلس شوریٰ کے لئے منتخب کیا تھا۔ حفظ حدیث کے علاوہ سیرت کے عالم، قرآن کے حافظ اور بڑے عابد تھے۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ جب فوت ہوئے تو روزے سے تھے۔ حدیث کی نشر و اشاعت کا بڑا شغف تھا۔ لوگوں کو اکٹھا کرتے، انہیں احادیث سناتے حتیٰ کہ اپنے بچوں سے بھی حدیث کا تذکرہ کرتے۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۳۹۳؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۲۱ تہذیب، ۷/ ۱۸۰؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۶۲؛ شذرات الذھب، ۱/ ۱۰۳؛ العبر، ۱/ ۸۲

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ عروہؒ نے علم، سیادت اور عبادت کو مجتمع رکھا۔ جلیل القدر علماء نے ان کے بارے میں بہت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے مثلاً

امام زہری کہتے ہیں:

رأيته بحراً لاتكدره الدلا (۱)

میں نے انہیں ایک سمندر پایا جسے کوئی چیز گدلا نہیں کر سکتی۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

كان أعظم الناس بحديث عائشة ثلاثة: القاسم، وعروه، و عمره (۲)

کہ عائشہؓ کی روایت کے سب سے زیادہ عالم تین ہیں: قاسمؒ، عروہؒ، عمرہؒ۔

محمد بن سعدؒ کہتے ہیں:

كان ثقة كثير الحديث، فقيهاً ماموناً عالماً ثبتاً(۳)

کہ عروہؒ ثقہ، بہت زیادہ حدیث بیان کرنے والے، قابل اعتماد فقیہ اور جید عالم تھے۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں سے مشہور لوگ یہ ہیں:

آپ کے بیٹے عثمانؒ، عبداللہؒ، ہشامؒ، یحیٰؒ، محمدؒ آپ کا پوتا، عمرؒ بن عبداللہ، الزہریؒ، سلیمان بن یسار، ابو الزنادؒ، ابن ابی ملیکہؒ، ابن المنکدرؒ وغیرہم۔

سعید بن جبیرؒ

سعید بن جبیر اسدی کوفی کنیت ابو عبداللہ م ۹۵ھ (۴) فقیہ، قاری اور عابد شب زندہ دار تھے۔

سفیان ثوری ان کو ابراہیم نخعی پر ترجیح دیتے اور فرمایا کرتے تھے:

خذوا التفسير عن أربعة: عن سعيد بن جبير، ومجاهد، وعكرمه،

۱۔ تذکرة الحفاظ، ۱/ ۶۲؛ سیر اعلام، ۴/ ۴۲۵؛ العبر، ۱/ ۸۲

۲۔ تہذیب، ۷/ ۱۸۲؛ ۱۲/ ۴۳۹

۳۔ تہذیب، ۷/ ۱۸۲؛ سیر، ۴/ ۴۳٦

۴۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۱۱؛ تہذیب التہذیب، ۴/ ۱۱؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۳۲۱؛ تذکرة، ۱/ ۷٦

Marfat.com

والضحاك (۱)

تفسیر کا علم چار آدمیوں سے حاصل کر: سعیدؒ بن جبیر سے، مجاہدؒ سے، عکرمہؒ اور ضحاکؒ سے۔

جب عبداللہؒ بن عتبہ بن مسعود کوفہ کے قاضی بنائے گئے تو سعید بن جبیرؒ ان کے کاتب تھے۔ پھر ابو بردہؒ بن ابی موسیٰ کے کاتب مقرر ہوئے۔ ابن الاشعث کی بغاوت میں حصہ لینے کے جرم میں حجاج نے انہیں ۹۵ھ میں شہید کر دیا۔

سعیدؒ بن جبیر نے عبداللہؓ ابن زبیر، انسؓ بن مالک، ابو سعید خدریؓ سے براہ راست حدیثیں سن کر روایت کی ہیں البتہ ان کا سماع ابو ہریرہؓ، ابو موسیٰؓ اشعری، علیؓ او عائشہؓ سے ثابت نہیں، اس لیے سعیدؒ جب ان سے روایت کرتے ہیں تو وہ روایت مرسل ہوتی ہے۔ یحییٰ بن سعیدؒ ان کی مرسلات کے بارے میں کہتے ہیں:

مرسلات سعید أحب إلی من مرسلات عطاء (۲)

سعیدؒ بن جبیر کی مرسلات مجھے عطاء کی مرسلات سے زیادہ عزیز ہیں۔

سعیدؒ بن جبیر سے مندرجہ ذیل اکابر نے حدیثیں روایت کیں:

اعمشؒ، منصور بنؒ معتمر، یعلیٰؒ بن حکیم ثقفی، سماکؒ بن حرب وغیرہم۔

میمونؒ بن مہران کہتے ہیں۔

مات سعید بن جبیر وما علی ظهر الأرض رجل إلا وهو محتاج الی علمه

سعید بن جبیرؒ نے اس حالت میں وفات پائی کہ ہر شخص ان کے علم کا محتاج تھا۔

ابراہیمؒ بن یزید النخعی

ابو عمران ابراہیمؒ بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی الکوفی م ۹۶ھ (۳) عظیم ترین تابعین میں سے تھے۔ حافظ، کثیر الحدیث اور فقیہ تھے، شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ کے پاس بچپن ہی میں چلے گئے۔ جلیل القدر تابعی تھے۔ شعبی نے ان کی وفات پر کہا:

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۳۵۱

۲۔ تہذیب، ۴/ ۱۴

۳۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۲۲۔ ۲۳؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۸۳؛ تہذیب التہذیب، ۱/ ۱۷۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۵۲۰؛ الجمع بین رجال الصحیحین، ۱/ ۱۸

Marfat.com

ماترك أحداً أعلم منه أ وأفقه ، قيل ولا الحسن وابن سيرين ؟! قال ! ولا الحسن وابن سيرين ولا من أهل البصرة ولا الكوفة ولا الحجاز ولا الشام.

کسی نے ان سے زیادہ عالم و فقیہ نہیں چھوڑا۔ کہا گیا کہ حسن اور ابن سیرین بھی ؟ فرمایا نہ حسن، نہ ابن سیرین، نہ اہل بصرہ، نہ اہل کوفہ، نہ اہل حجاز اور نہ اہل شام۔

ابوزرعہؒ کہتے ہیں :

النخعي علم من أعلام الاسلام

نخعی اسلام کے عظیم لوگوں میں سے ہیں۔

کوفہ میں وفات پائی۔ آپ نے ان لوگوں سے روایت کی :

علقمہؒ، اسودؒ، عبدالرحمانؒ بن یزید، مسروقؒ، ابی معمرؒ، ہمام بن الحارث اور قاضی شریح وغیرہم

جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے ان میں مشہور یہ ہیں :

اعمشؒ، منصورؒ بن المعتمر، عبداللہ بن عون، حمادؒ بن ابی سلیمان، مغیرہؒ بن مقسم الضبی، حبیبؒ بن ابی ثابت اور سماکؒ بن حرب وغیرہم۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی، المدنی م ۹۸ھ (۱) جلیل القدر تابعی ہیں۔ فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ اپنے زمانے میں امام مدینہ شمار ہوتے تھے۔ ان کی امامت اور عظمت، حدیث میں پختگی اور حفظ و ضبط پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حضرت انسؓ ان کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ امام زہریؒ ان کے بارے میں کہا کرتے تھے :

ماجالست عالماً إلا رأيت اني أتيت على ماعنده إلا عبيدالله بن عبدالله بن عتبه ، فاني لم آته إلا وجدت عنده علما طريفاً (۲)

میں کسی عالم کے پاس نہیں بیٹھا الا یہ میں اس کے علم پر حاوی تھا سوائے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے کیونکہ جب بھی میں ان کے پاس گیا ان کے ہاں وافر علم پایا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴ / ۴۷۵ ؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۷۸ ؛ تہذیب، ۷ / ۲۳ ؛ الجمع بین رجال الصحیحین، ۳۰۱/۱

۲۔ تہذیب، ۷ / ۲۳

Marfat.com

ان کے اس علم و فضل کے باعث عبدالعزیز بن مروان نے انہیں اپنے لڑکے عمرؒ بن عبدالعزیز کا اتالیق مقرر کیا(۱)۔ واقدی کہتے ہیں :

کان ثقة عالماً فقیهاً کثیر الحدیث (۲)

وہ ثقہ، عالم، فقیہ اور کثیر الحدیث تھے۔

قرآن و سنت میں عالمانہ بصیرت کے ساتھ شعر کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

عبیداللہ نے جن صحابہ سے علم حاصل کیا، ان میں عبداللہؓ بن عباسؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابوسعیدؓ الخدری، ابوواقدؓ اللیثی، زیدؓ بن خالد، عائشہؓ، فاطمہؓ بنت قیس، ام قیسؓ بن محصن وغیرہم بھی ہیں۔

تابعین میں سے جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ان میں سے مشہور یہ ہیں :

امام زہریؒ، صالحؒ بن کیسان اور ابو الزناد وغیرہم۔

آپ نے ۹۸ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

عامر بن شراحیل الشعبی

ابو عمرو عامرؒ بن شراحیل الحمیری الشعبی الکوفی م ۱۰۳ھ (۳) تابعین کے بلند پایہ عالم بلکہ امام العلماء تھے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ طلب علم میں بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ بےنظیر حافظے کے مالک تھے۔ اپنے حافظے پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے : "ماکتبت سوداء فی بیضاء" میں نے سفید کو سیاہ کبھی نہیں کیا۔ بڑے ذکی فقیہ تھے حتی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتویٰ دیتے۔ ان کی ثقاہت اور امامت پر علماء کا اتفاق ہے۔ ابو مجلز کہتے ہیں :

ما رأیت فیهم أفقه من الشعبی (۴)

میں نے شعبیؒ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔

ابن عیینہؒ کہتے ہیں :

کانت الناس تقول : ابن عباس فی زمانه ، والشعبی فی زمانه والثوری

۱۔ تذکرہ ۷۹/۱

۲۔ تہذیب، ۷/ ۲۳

۳۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۳؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۲۹۴؛ تہذیب، ۵/ ۱۶۵؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۷۹

۴۔ تذکرہ الحفاظ، ۸۱/۱؛ سیر، ۴/ ۲۹۹

Marfat.com

فی زمانه (۱)

لوگ کہتے تھے ابن عباسؓ اپنے زمانے میں، شعبی اپنے زمانے میں اور ثوری اپنے زمانے میں۔

قال ابن سیرین لأبی بکر الھذلی: الزم الشعبی فقد رأیته یستفتی والصحابة متوافرون(۲)

ابن سیرینؒ ابوبکر الھذلی سے کہتے ہیں کہ شعبی کی صحبت اپنے لئے لازم کرلو میں نے شعبیؒ کو فتویٰ دیتے دیکھا اور صحابہ بڑی تعداد میں موجود ہوتے۔

انہوں نے حضرت علیؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زید، زیدؓ بن ثابت، قیسؓ ابن سعید بن عبادہ، قرظہؓ بن کعب، عبادہؓ بن لصامتؓ، ابو موسی الاشعریؓ، ابو مسعود الانصاریؓ، ابو ہریرہؓ، مغیرہؓ بن شعبہ، ابو سعید الخدریؓ، عائشہؓ ام المومنین اور ام سلمہؓ وغیر ہم سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے پانچ سو صحابہؓ پائے۔

جن لوگوں نے ان سے روایت کیا ان میں سے مشہور یہ ہیں۔

ابو اسحاق السبیعیؒ، سعیدؒ بن عمرو اسماعیلؒ بن ابی خالد، سعیدؒ بن مسروق الثوری، اعمشؒ، منصورؒ، سماکؒ بن حرب، عبداللہؒ بن عون، شعبہؒ بن الحجاج،

شعبی کوفہ میں ۱۰۳ھ میں فوت ہوئے۔

مجاھد بن جبر

مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی ۲۱ھ۔ ۱۰۴ھ (۳) ابن عباس اور دوسرے صحابہ سے احادیث کا سماع کیا۔ حدیث اور بالخصوص تفسیر پر دسترس رکھتے تھے۔ خصیف کا قول ہے:

کان مجاھد اعلمھم بالتفسیر (۴)

مجاہد تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۳۰۰

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ 81؛ سیر، ۴/ ۳۰۰

۳۔ سیر، ۴/ ۴۴۹؛ طبقات ابن سعد ۵/ ۴۶۶؛ العبر، ۱/ ۱۲۵؛ تہذیب ۱۰/ ۴۲؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۸۶

۴۔ سیر، ۴/ ۴۵۱

Marfat.com

ابن عمران کی بہت زیادہ تکریم کرتے (۱) مجاہد کا اپنا قول ہے:

صحبت ابن عمر وأنا ارید أن أخدمه فکان یخدمنی (۲)

ابن عباس اور جابر بن عبداللہ وغیرہ سے سن کر احادیث کے مجموعے تیار کئے (۳)

قرآن کی تفسیر مرتب کی جسے دوسرے علماء نے ان سے نقل کیا (۴)

عکرمہ مولی ابن عباس

عکرمہ ابو عبداللہ القرشی البربری المدنی م ۱۰۵ھ (۵) جو مولی ابن عباس کے نام سے معروف ہیں۔ ابن عباس نے ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ چالیس سال تک علم حدیث کی تحصیل کی اور اپنے علم سے تشنگان علم کو سیراب کیا۔ قرآن و حدیث و فقہ پر دسترس تھی۔ شعبی کہتے ہیں:

مابقی احداعلم بکتاب الله من عکرمة (۶)

عکرمہ سے زیادہ کتاب الٰہی کو جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا

حضرت ابن عباس کے علم کے جانشین بنے۔ احادیث کا مکتوب ذخیرہ ان کے پاس تھا (۷)

طبقات میں ہے:

کان عکرمه کثیر الحدیث والعلم بحراً من البحور ولیس یحتج بحدیثه (۸)

القاسم بن محمد بن ابی بکر

القاسم بن محمد بن ابی بکر م ۱۰۵ھ (۹) مدینہ کے چوٹی کے علماء میں سے تھے کبار صحابہ سے

۱۔ ایضاً، ۴/ ۴۵۲

۲۔ ایضاً، ۴/ ۴۵۲

۳۔ الفہرست، ۳۳؛ طبقات، ۵/ ۳۴۴

۴۔ تقیید، ۱۰۵

۵۔ طبقات، ۵/ ۲۸۷؛ وفیات، ۴/ ۲۶۵؛ تھذیب، ۷/ ۲۶۳؛ شذرات، ۱/ ۱۳۰؛ سیر اعلام، ۵/ ۱۲

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۱۷

۷۔ میزان، ۳/ ۲۹۵؛ تھذیب، ۸/ ۶۱

۸۔ طبقات، ۵/ ۲۹۳

۹۔ طبقات، ۵/ ۱۸۷؛ حلیۃ، ۲/ ۱۸۳؛ تذکرہ، ۱/ ۹۶؛ تھذیب، ۸/ ۳۲۳؛ سیر، ۵/ ۵۳

Marfat.com

استفادہ کیا اور بعد میں خلق کثیر نے ان کی مجالس علم سے احادیث اخذ کیں۔ روایت حدیث میں محتاط تھے اسی لئے روایت بالمعنیٰ سے احتراز کیا (۱) العجلی اور یحییٰ بن سعید وغیرہ نے فقہ وحدیث میں ان کی جلالت شان کا اعتراف کیا ہے (۲)

سالمؒ بن عبداللہ بن عمر

ابو عبداللہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب القرشی م ۱۰۶ھ (۳) جلیل القدر تابعی ہیں۔ وہ امام باعمل اور زہد و عابد تھے۔ اپنے علم و جلالت شان کی وجہ سے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے تھے۔ بہت بلند مرتبہ انسان تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں :

كان سالم كثير الحديث عالياً في الرجال ورعاً (۴)

سالم کثیر الحدیث تھے اور تقویٰ کے اعتبار سے رجال میں بلند مقام رکھتے تھے۔

آپ نے صحابہ میں سے اپنے والد کے علاوہ ابو ایوب الانصاریؓ، ابو ہریرہؓ اور عائشہؓ ام المومنین سے روایت کی

جن تابعین نے آپ سے روایت کی ان میں سے مشہور یہ ہیں :

عمروؒ بن دینار، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ، زہریؒ، موسیٰؒ بن عقبہ، حمید الطویلؒ، صالحؒ بن کیسان وغیرہم۔ اتباع تابعین کی ایک کثیر جماعت نے بھی آپ سے روایت کی۔

سلیمان بن یسار

سلیمان بن یسار ابو ایوب المدنی م ۱۰۷ھ (۵) ام المومنین میمونہؓ کے مولیٰ تھے۔ اجل صحابہ کرام کی مجالس علم حدیث سے استفادہ کیا اور علماء کی صف میں شامل ہوئے۔ ناقدین حدیث نے انہیں ثقہ مامون اور فاضل کہا ہے۔ ابن سعد کا کہنا ہے :

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۵/ ۵۶

۲۔ ایضاً، ۵/ ۵۷

۳۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۲۰۶؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۵۷؛ تذکرہ، ۱/ ۸۸؛ تہذیب، ۳/ ۴۳۶؛ العبر، ۱/ ۹۹

۴۔ تہذیب، ۳/ ۴۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۶۳

۵۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۱۷۴؛ التاریخ الکبیر، ۴/ ۴۱؛ وفیات، ۲/ ۳۹۹؛ تہذیب، ۴/ ۲۲۸؛ العبر، ۱/ ۱۳۱

Marfat.com

كان ثقة ، عالماً ، رفيعا ، فقيها ، كثير الحديث (۱)

ثقہ، عالم بلند شان والے فقیہ اور کثیر الحدیث تھے

ان کے پاس احادیث کا مکتوب ذخیرہ تھا (۲)

محمد بن سیرینؒ

ابو بکرؒ بن ابی عمرہ محمد بن سیرین البصری الانصاری م ۱۱۰ھ (۳) جلیل المرتبہ تابعی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں دو برس باقی تھے کہ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت انسؓ کے مولیٰ تھے اس لئے آپ نے حضرت انسؓ کی آغوش میں پرورش پائی۔ علم قرآن حاصل کیا، بے شمار احادیث یاد کیں اور فقہی بصیرت حاصل کی۔ آپ کا حافظہ اور ضبط بہت مضبوط تھا، بزاز تھے اور تقویٰ وورع کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز تھے۔ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور روزے رکھنے والے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ ایک دن چھوڑ کر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اور اپنے دین کے معاملے میں بہت پختہ تھے۔ اسی طرح فقہ، ضبط، عدالت اور ورع میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ ان کی شخصیت کا اندازہ ان کے معاصرین کی آراء سے ہوتا ہے۔

ابن عونؒ کہتے ہیں:

لم أرفي الدنيا مثل ثلاثة! محمد بن سيرين بالعراق ، والقاسم بن محمد بالحجاز ورجاء بن حيوة بالشام ولم أر في هو لاء مثل محمد (۴)

میں نے دنیا میں تین آدمیوں کی مانند کوئی آدمی نہیں دیکھا: عراق میں محمد بن سیرینؒ، حجاز میں قاسمؒ بن محمدؒ اور شام میں رجاء بن حیوۃؒ اور ان میں بھی محمدؒ کی مثل کوئی نہ تھا۔

مورق العجلیؒ کہتے ہیں:

ما رأيت رجلاً أفقه في ورعه ولا أورع في فقهه من محمد (۵)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۴۶؛ طبقات، ۵/ ص ۱۷

۲۔ تہذیب، ۱۰/ ۷۰۔ ۷۱؛ میزان ۴/ ۸۱

۳۔ طبقات ابن سعد، ۵/ ۱۹۳؛ الجمع بین رجال الصحیحین، ۲/ ۴۳۹؛ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۷۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۶۰۶؛ تہذیب، ۹/ ۲۱۴؛ شذرات، ۱/ ۱۳۸

۴۔ تہذیب، ۹/ ۲۱۶

۵۔ تہذیب، ۹/ ۲۱۵۔ ۲۱۶؛ تذکرۃ، ۱/ ۷۸؛ العبر ۱/ ۱۰۳

Marfat.com

کہ میں نے محمد بن سیرینؒ سے تقویٰ میں زیادہ سمجھ رکھنے والا اور فقہ میں زیادہ متقی نہیں دیکھا۔

انس بن سیرین کا قول ہے :

لم يبلغ محمداً حديثان قط أحدهما أشد من الآخر إلا أخذ بأشد هما، قال وكان لايرى بالآخر باسا

محمد بن سیرین کو جب بھی دو حدیثیں پہنچیں تو وہ ان میں سے زیادہ قوی پر عمل کرتے اور دوسری میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے۔

محمد بن سیرینؒ اپنے طالب علموں کو طلب حدیث پر آمادہ کرتے اور انہیں کہتے کہ یہ علم دین ہے، اسے اخذ کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ آپ کی وفات بصرہ میں میں ہوئی۔

مکحول

مکحول ابو عبداللہ الدمشقی م ۱۱۲ھ (۱) شام کے چوٹی کے علماء میں سے تھے۔ ہم عصر اہل علم سے احادیث اخذ کیں اور تمام عمر خدمت حدیث میں مصروف رہے۔ کتب مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اخذ کردہ احکام سے متعلق احادیث کو ابواب کے مطابق مرتب کیا تھا۔ مصادر میں ان کی تالیفات میں کتاب السنن، مسائل فی الفقہ اور کتاب الحج کے نام ملتے ہیں (۲)

رجاء بن حیوۃ

رجاء بن حیوہ بن جرول ابو نصر الازدی م ۱۱۳ھ (۳) طبقہ تابعین سے تعلق تھا۔ شام کے چوٹی کے علماء میں سے تھے فقہ پر دسترس رکھتے تھے۔ ابن سعد کا قول ہے :

كان ثقة ، عالما ، فاضلا ، كثير العلم (۴)

ثقہ عالم، فاضل اور متبحر عالم تھے

۱۔ طبقات ابن سعد' ۷/ ۴۵۳ ؛ التاریخ الکبیر' ۸/۲۱ ؛ تہذیب' ۱۰/ ۲۸۹ ؛ تذکرہ' ۱/ ۱۰۷ ؛ وفیات' ۵/ ۲۸۰ ؛ سیر ۵/ ۱۵۵

۲۔ الفہرست' ۲۲۷ ؛ تہذیب' ۸/ ۱۸۷

۳۔ طبقات ابن سعد' ۷/ ۴۵۴ ؛ وفیات' ۲/ ۳۰۱ ؛ تذکرہ' ۱/ ۱۱۱' شذرات ، ۱/ ۱۴۵ ؛ تہذیب ، ۳/ ۲۶۵ ؛ سیر ، ۴/ ۵۵۷

۴۔ طبقات ابن سعد ، ۷ / ۴۵۴

Marfat.com

خلفاء سلیمان بن عبد الملک اور عمر بن عبد العزیز بہت قدر و منزلت کرتے (۱) مکتوب احادیث کا ذخیرہ موجود تھا (۲)

عطاء بن ابی رباح

عطاء بن ابی رباح ابو محمد القرشی المکی م ۱۱۵ھ (۳) اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے۔ حبر الامۃ ابن عباس ان کی توقیر کرتے (۴)۔ مناسک حج سے متعلق احکام پر خوب نظر تھی۔ عبد العزیز بن ابی حازم اپنے والد ابو حازم سے روایت کرتے ہیں:

مادرکت احداً أعلم بالحج من عطاء (۵)

میں نے عطاء سے زیادہ حج سے متعلق احکام جاننے والا کوئی نہ پایا۔

علم حدیث سے ان کی بے لوث محبت کا اعتراف امام ثوری نے بھی کیا ہے (۶) احادیث کتابی صورت میں موجود تھیں (۷)

قتادہ

قتادہ بن دعامہ ابو الخطاب السدوسی البصری م ۱۱۷ھ (۸) حدیث کے جلیل القدر عالم اور بہترین حافظہ کے مالک تھے۔ جب کوئی حدیث سنتے تو ایک ہی بار سننے پر ازبر ہو جاتی (۹) ابو قلابہ اور جابر بن عبد اللہ وغیرہ سے احادیث لکھیں (۱۰) قرآن کی تفسیر بھی مرتب کی (۱۱) ابن

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/۵۵۹
۲۔ تقیید العلم، ۱۰۸
۳۔ طبقات ابن سعد، ۵/۴۶۷، میزان، ۳/۷۰؛ العبر، ۱/۱۴۱؛ تہذیب التہذیب، ۷/۱۹۹؛ سیر اعلام النبلاء، ۵/۷۸
۴۔ سیر اعلام، ۵/۸۱
۵۔ سیر اعلام، ۵/۸۱؛ طبقات، ۵/۴۶۸ پر اسی مفہوم کی روایات موجود ہیں
۶۔ ایضاً، ۵/۸۴
۷۔ تقدمۃ الجرح، ۱۳۰
۸۔ طبقات ابن سعد، ۷/۲۲۹؛ وفیات، ۴/۸۵؛ تذکرہ، ۱/۱۲۲؛ میزان الاعتدال، ۳/۳۸۵؛ تہذیب، ۸/۳۵۱؛ شذرات الذہب، ۱/۱۵۳؛ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۶۹
۹۔ سیر اعلام، ۵/۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲
۱۰۔ تہذیب، ۸/۳۵۳
۱۱۔ فہرست ابن ندیم، ۳۴

Marfat.com

سعد کا قول ہے :

كان ثقة ، مامونا حجة في الحديث(۱)

ثقہ، غلطی سے محفوظ اور حدیث میں حجت تھے۔

نافع مولیٰ ابن عمر

ابو عبداللہ العدویؒ مولیٰ عبداللہ بن عمر بن الخطاب م ۱۱۷ھ (۲) جلیل القدر تابعی ہیں۔ مغرب کے رہنے والے تھے یا شمالی عراق کے کسی جنگ میں بطور قیدی آئے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ کے حصے آئے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تیس برس رہے اور اس دوران قرآن وسنت کے علوم سے مستفیض ہوئے۔ علم حدیث میں ثقہ، تام الضبط اور صحیح روایت کرنے والے تھے ان کی روایت میں کوئی خطا نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے :

لقد من الله علينا بنافع (۳)

اللہ تعالیٰ نے نافع کی صورت میں ہم پر احسان کیا ہے۔

مالک بن انسؒ کہتے ہیں :

كنت إذا سمعت من نافع يحدث عن ابن عمر لا أبالي أن أسمعه من غيره(۴)

جب میں نافع کو ابن عمرؓ سے روایت کرتے سنتا تھا تو مجھے اس کی کوئی پروانہ ہوتی کہ میں کسی اور سے نہیں سن رہا۔

نافع نے بلند مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے انہیں مصر بھیجا تھا کہ لوگوں کو حدیث وسنت سکھائیں۔ آپ نے ابن عمرؓ ابو ہریرہؓ، ابو سعید الخدری، رافعؓ بن خدیج، عائشہؓ ام سلمہؓ، ابن عمرؓ کے صاحب زادگان عبداللہؒ، عبیداللہؒ، سالم رزینؒ، قاسمؒ بن محمد، اسلمؒ مولیٰ عمر اور عبداللہؒ بن محمد بن ابی بکر الصدیقؒ سے روایت کی۔

جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ طبقات ۷/ ۲۲۹

۲۔ طبقات ابن سعد ، ۴/ ۹۶ ؛ تہذیب التہذیب ، ۱۰/ ۴۱۲ ؛ تذکرۃ الحفاظ ، ۱/ ۹۹ ؛ سیر اعلام النبلاء ، ۵/ ۹۵ ؛ الجمع بین رجال الصحیحین ، ۲/ ۵۲۸

۳۔ تہذیب التہذیب ، ۱۰/ ۴۱۳

۴۔ تہذیب التہذیب ، ۱۰/ ۴۳۱

Marfat.com

تابعین

ابو اسحاقؒ السبیعی، الحکمؒ بن عیینہ، یحییٰؒ الانصاری، محمدؒ بن عجلان، زہریؒ، صالحؒ بن کیسان، ایوبؒ، حمیدؒ الطویل، میمونؒ بن مہران، موسیٰ بن عقبہ، ابن عونؒ، الاعمشؒ،

غیر تابعین

ابن جریجؒ، الاوزاعیؒ، مالکؒ، لیثؒ، یونسؒ بن عبیدؒ، ابن ابی لیلی وغیرہم۔

امام بخاری کہتے ہیں اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ محدثین اسے سلاسل الذہب کہتے ہیں۔آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری

ابو بکر محمد بن مسلم عبید اللہ بن شہاب ابن عبد اللہ بن الحارث الزہری م ۱۲۴ھ (۱) زہری امیر معاویہؓ کے عہد خلافت ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مروان بن الحکم کے عہد میں جوان تھے۔ آپ کے والد عبد اللہ بن زبیرؓ کے حامی تھے لیکن بعد میں زہری نے عبد الملک سے راہ ورسم بڑھالی۔ قرآن حفظ کیا۔آپ نے جن جلیل القدر صحابہؓ سے علم حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالکؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، جابرؓ بن عبد اللہ، سھلؓ بن سعد، ابو الطفیلؓ، مسورؓ بن مخرمہ وغیرہم۔

تابعین میں سے جن بزرگوں سے خصوصی اکتساب فیض کیا ان میں سعیدؒ بن المسیب، عبید اللہ بن عبد اللہؒ بن عتبہ و عروہؒ بن زبیر بھی ہیں۔

جب آپ عبد الملک بن مروان سے ملے تو اس نے کہا:

فاطلب العلم، ولا تشاغل عنه بشيء، فاني أرى لك عينا حافظة، وقلبا ذكيا وآت الأنصار في منازلهم

علم حاصل کرو اور تمہیں اس سے کوئی چیز مصروف نہ رکھے کیونکہ میں تمہاری آنکھ کو محافظ اور دل کو پاکیزہ پاتا ہوں اور انصار کے ٹھکانوں پر جایا کرو۔

صالح بن کیسان نے امام زہریؒ کے طلب علم کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے ان سے حفاظت

۱۔ طبقات ابن سعد، ۴/۱۰۰ وبعد؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۰۸؛ سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۶ وبعد؛ تھذیب، ۹/۴۴۵

Marfat.com

حدیث پر بھی روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہیں :

اجتمعت انا والزهری نطلب العلم ، فقلنا : السنن فکتبنا ماجاء عن النبی ﷺ ثم قال : نکتب ما جاء عن الصحابة فانه سنة فقلت أنا : لیس بسنة فلا نکتبه ، قال فکتب ولم أکتب ، فأنجح وضیعت(۱)

میں اور زہری اکٹھے علم حاصل کرتے تھے۔ ہم نے کہا جہاں تک حضورؐ کی سنت کا تعلق ہے ہم نے لکھا پھر کہا کہ جو کچھ صحابہؓ سے منقول تھا اسے لکھا جائے کیونکہ وہ سنت ہے۔ میں نے کہا وہ سنت نہیں ہم نہیں لکھتے۔ صالح کہتے ہیں زہری نے لکھا وہ کامیاب ہوئے اور میں نے ضائع کیا۔

امام زہریؒ سے مروی ہے کہ وہ حدیثیں لکھا کرتے اور انہیں یاد کرتے تھے۔ جب یاد ہو جاتیں تو انہیں مٹا دیتے۔ وہ ذہین ترین طلب علم تھے اور طالب علم میں سرگرداں رہتے۔ علماء کے تمام حلقوں میں پھرتے، جہاں کہیں کوئی چیز معلوم ہوتی اسے حاصل کرتے۔ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم کہتے ہیں :

قلت لأبی بم فاقکم ابن شهاب ؟ قال: کان یأتی المجالس من صدورها، ولا یلقی فی المجلس کهلاً إلا ساله ولاشاباً إلا ساله ثم یأتی الدار من دور الأنصار فلا یلقی فیها شاباً إلا ساله ولا کهلاً ولا عجوزاً ولا کهلة إلا ساله حتی یحاول ربات الحجال(۲)

میں نے والد صاحب سے کہا کہ زہری کو کیسے فوقیت ہوئی تو کہنے لگے کہ وہ مجالس میں پہلے آتے اور مجلس میں بوڑھے، جوان ہر ایک سے سوال کرتے پھر وہ انصار سے سوال کرتے پھر وہ انصار کے گھروں میں سے کسی گھر جاتے تو وہاں بوڑھے، جوان، بوڑھی اور ادھیڑ عمر کی عورت جو بھی ملتا اس سے پوچھتے حتیٰ کہ پردہ دار خواتین سے بھی۔

ابو الزناد کہتے ہیں :

کنا نکتب الحلال والحرام ، وکان الزهری یکتب کل ماسمع فلما

۱۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۴۴۸

۲۔ تہذیب، ۹/ ۴۴۹

Marfat.com

احتيج إليه علمت انه أعلم الناس (۱)

کہ ہم حلال و حرام کے مسائل لکھتے اور زہری جو کچھ سنتے لکھتے تھے پھر جب مجھے ان سے واسطہ پڑا تو معلوم ہوا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

حافظہ

امام زہری کے لئے کتابت علم کے باوجود حافظہ بڑا اہم بنیاد تھا۔ آپ بے نظیر حافظے کے مالک تھے اور علم کو محفوظ کرنے میں اپنے حافظے سے کام لیتے۔ فرمایا کرتے تھے:

ما استودعت قلبي شيئاً قط فنسيته ، استعدت حديثاً إلا مرة ، فسألت صاحبي فاذا هو كما حفظت (۲)

میں نے اپنے قلب کے سپرد کبھی کوئی چیز نہیں کی کہ میں اسے بھول جاؤں۔ میں ایک حدیث کے لئے صرف ایک مرتبہ کوشش کرتا پھر اپنے ساتھی سے دریافت کرتا تو گویا وہ مجھے حفظ ہوتی۔

امام مالک بن انسؒ کہتے ہیں:

حدث الزهري بمائة حديث ، ثم التفت اليَّ ، فقال : كم حفظت يا مالك ؟ قلت : أربعين حديثاً ، قال فوضع يده على جبهته ثم قال : إنا لله كيف نقص الحفظ (۳)

امام زہریؒ نے سو حدیثیں بیان کیں پھر متوجہ ہو کر فرمایا مالک تم نے کتنی حدیثیں یاد کیں؟ میں نے عرض کیا چالیس۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا انا اللہ حافظے کیسے ناقص ہو گئے ہیں۔

ایسے عمدہ حافظے کے باوجود آپ حدیث کے سلسلے میں ہمیشہ مذاکرہ کرتے رہتے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہریؒ مذاکرہ حدیث کا خصوصی اہتمام کرتے تھے (۴)

امام زہری کے ہمعصر بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے رہتے تھے جو بھی ان سے ملتا متاثر

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۳۲؛ تہذیب، ۹/ ۴۴۸

۲۔ الجامع لاخلاق الراوی، ۲/ ۲۵۳؛ سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۴۴؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۰۹

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۳۳

۴۔ المدخل للبیہقی، ۲۹۲؛ الجامع لاخلاق الراوی، ۲/ ۲۶۸

Marfat.com

ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہم یہاں ان کے بعض ہمعصروں کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

مکحولؒ کہتے ہیں :

مارأیت أحداً أعلم بسنة ماضية من الزهری (۱)

میں نے زہریؒ سے زیادہ گذرے ہوئے حالات کو جاننے والا نہیں دیکھا۔

ابوایوب السختیانیؒ کہتے ہیں :

مارأیت أعلم من الزهری (۲)

کہ میں نے زہری سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

لیث بن سعدؒ کہتے ہیں :

مارأیت عالماً قط أجمع من ابن شهاب يحدث فی الترغيب فيقول لا يحسن إلاهذا ، وإن حدث عن العرب والأنساب قلت : لا يحسن إلا هذا ، وإن حديث ، عن القرآن والسنة كان حديثه نوعاً جامعاً (۳)

میں نے ابن شہاب سے بڑا جامع عالم نہیں دیکھا ترغیب کی احادیث بیان کرتے تو کہنے والا کہتا کہ اس سے اچھی بات نہیں ہو سکتی اور اگر عرب اور انساب کی بات کرتے تو میں کہوں گا اس سے اچھی بات نہیں ہو سکتی اور اگر قرآن و سنت کی بات کرنے لگتے تو یہ ایک جامع قسم کی بات ہوتی۔

شغف حدیث

امام زہری کو حدیث سے خاص شغف تھا اسی باعث حدیث کے ضمن میں آپ کی خدمات زیادہ ہیں۔

- امام زہریؒ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے امیر المومنین عمرؒ بن عبدالعزیز کہ کہنے پر تدوین حدیث کا کام شروع کیا۔
- وہ روایت حدیث میں منفرد تھے اگر انہیں نظر انداز کر دیا جائے تو حدیث کا اچھا خاصا ذخیرہ ضائع ہو جائے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۳۶

۲۔ ایضا، ۵/ ۳۳۶

۳۔ تہذیب التہذیب، ۹/ ۴۴۹

Marfat.com

لیثؒ کہتے ہیں:

قال لی سعید بن عبدالرحمانؒ ! یا أبا الحارث ، لولا ابن شهاب لضاعت أشیاء من السنن

مجھے سعید بن عبدالرحمنؒ نے کہا ابو الحارث ! اگر ابن شہاب نہ ہوتے تو سنت میں سے بہت کچھ ضائع ہو جاتا۔

امام مسلمؒ کہتے ہیں:

وللزهری نحومن تسعین حدیثاً یرویه عن النبی صلی الله علیه وسلم لایشارکه فیه أحد بأسانید جیاد (۱)

زہریؒ کی نوے ایسی احادیث ہیں جنہیں وہ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں ان کا کوئی شریک نہیں اور اسناد بھی عمدہ ہیں۔

☆ اسناد کو ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ، علماء اور طلبہ کو آمادہ کرتے کہ وہ اس کا التزام کریں۔ امام مالک کہتے ہیں:

أول من أسند الحدیث ابن شهاب (۲)

سب سے پہلا آدمی جس نے حدیث کو سند سے بیان کیا وہ ابن شہاب ہے

☆ آپ طلبہ کو حدیث کے لئے تیار کرتے اور ان میں سے بعض کے اخراجات بھی اپنی جیب سے برداشت کرتے اگر کسی نے کہا کہ میرے پاس مال نہیں اس لئے علم نہیں حاصل کر سکتا تو آپ نے کہا تم میرے پاس آجاؤ، میں تمہاری کفالت کروں گا۔ آپ طالبان حدیث کا احترام اور ان کی خدمت کرتے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

کان ابن شهاب یجمع الأعراب فیذاکرهم حدیثه، فاذا کان الشتاء شق لهم المکتل وجاء هم بالزبد وإذا کان الصیف شق لهم المکتل وجاء هم بالسمن (۳)

ابن شہاب بدویوں کو اکٹھا کرتے اور ان سے مذاکرہ حدیث کرتے۔ جب موسم سرما ہوتا تو زنبیل کو پھاڑتے اور انہیں مکھن کھلاتے اور اگر گرما ہوتا تو انہیں گھی دیتے۔

۱۔ مسلم الجامع ۵/۴۴

۲۔ تقدمہ المعرفۃ لکتاب الجرح والتعدیل، ۲۰

۳۔ السنۃ قبل التدوین، ۴۹۶

Marfat.com

احادیث کی تعداد

علی بن المدینیؒ کہتے ہیں آپ کی روایات کی تعداد دو ہزار ہے۔ ابو داؤد روایات کی تعداد دو ہزار دو سو بتلاتے ہیں جن میں سے نصف مسند ہیں۔ امام زہری کے اسناد کو بہترین خیال کیا جاتا ہے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں :

الزهری أحسن الناس حدیثاً وأجود الناس اسناداً (۱)

امام زہریؒ حدیث کے اعتبار سے سب سے اچھے اور اسناد کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ عمدہ ہیں۔

حضرت عائشہؓ، انسؓ بن مالک اور عمرؓ وغیرہ سے صح الاسانید امام زہریؒ ہی کے ہیں۔

آپ کی احادیث کتب ستہ، سنن بیہقی، موطا امام مالک اور مسند امام احمد وغیرہ میں ہیں۔

جن مشہور لوگوں نے آپ سے روایت کی ان کے نام یہ ہیں :

عطاءؒ بن ابی رباح، عمرؒ بن عبد العزیز، عمروؒ بن دینار، صالح بن کیسان، ایوبؒ السختیانی، معمرؒ بن راشد، ابو عمروؒ الاوزاعی، عبد الملکؒ بن جریج، مالکؒ بن انس، سفیانؒ بن عیینہ، اور آپ کے بھائی عبد اللہؒ بن مسلم الزہری

۱۲۵ھ میں ۱۹ رمضان کو آپ نے وفات پائی۔

محمد بن المنکدر

محمد بن المنکدر بن عبد اللہ ابو عبد اللہ القرشی المدنی م ۱۳۰ھ (۲) جلیل القدر صحابہ سے احادیث اخذ کیں بعدہ اپنے تلامذہ کے لئے حلقہ ہائے حدیث منعقد کیے۔ بہترین قاری اور عاشق رسول تھے۔ ابو حاتم البستی کا قول ہے :

کان من سادات القراء لا یتمالك البکاء إذا قرا حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم (۳)

چوٹی کے قراء میں سے تھے حدیث پڑھتے وقت اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ

۱۔ سیر اعلام ۵/۳۳۵

۲۔ التاریخ الکبیر، ۱/۲۱۹؛ تہذیب، ۹/۴۷۳؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۲۷؛ شذرات، ۱/۱۷۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۵۳

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۵۴

Marfat.com

سکتے تھے۔
جود و سخاء ان کا شیوہ تھا(۱) خلیفہ وقت الولید بن یزید ان کے علم و فتوی کا معترف تھا(۲)

ایوب السختیانی

ایوب السختیانی ابو بکر بن ابی تمیم البصری م ۱۳۱ھ (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت سے محبت نے حصول علم حدیث کی طرف راغب کیا۔ سند فراغت کے بعد مجالس احادیث کا اہتمام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور جھوٹی بات کے نسبت کے خوف کی وجہ سے حدیث بیان کرتے وقت رو پڑتے (۴) شعبہ نے انہیں سید الفقہاء کا لقب دیا ہے (۵) احادیث مکتوب صورت میں موجود تھیں (۶)

امام ابو حنیفہ

آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت ابن زوطی مولیٰ تیم اللہ ثعلبہ کوفی م ۱۵۰ھ (۷) ہے۔ کنیت ابو حنیفہ تھی۔ اسی کے ساتھ مشہور تھے۔ فارسی الاصل تھے۔ تابعی تھے کیونکہ آپ نے صحابہؓ میں سے حضرت انسؓ بن مالکؓ، سہل بنؓ سعد ساعدی، عبد اللہؓ بن ابی اوفی اور ابو لطفیل عامر بن واثلہؓ کو دیکھا اور بعض سے روایت بھی کی۔

امام ابو حنیفہؒ نے عطاءؒ، نافعؒ بن ہرمز، حمادؒ ابن ابی سلیمان، عمروؒ بن دینار اور دیگر اساتذہ سے حدیث و فقہ کا درس لیا۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں امام ابو یوسف، زفر، ابو مطیع، بلخی ابن المبارکؒ، حسن بن زیادؒ، داؤد طائیؒ اور وکیع جیسے اکابر شامل ہیں۔ تمام علماء آپ کی فقاہت، کثرت علم و فضل اور زور استدلال کو تسلیم کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے:

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۵۷، ۳۵۶
۲۔ ایضاً ۵/ ۳۵۷
۳۔ طبقات ابن سعد،، ۷/ ۲۴۶؛ حلیۃ، ۳/ ۲؛ تذکرۃ، ۱/ ۱۳۰؛ تھذیب، ۱/ ۳۹۷؛ شذرات، ۱/ ۱۸۱
۴۔ سیر اعلام، ۶/ ۱۷
۵۔ سیر اعلام، ۶/ ۱۹
۶۔ تہذیب ۱/ ۳۹۸
۷۔ تاریخ بغداد، ۳/ ۳۲۳؛ وفیات، ۲/ ۱۶۳؛ تہذیب، ۱۰/ ۴۴۹؛ سیر اعلام، ۶/ ۳۹۰؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۶۸

Marfat.com

الناس فی الفقه عیال علی أبی حنیفه(۱)
سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔
لیث بن سعد فرماتے ہیں :

قابلت مالکا بالمدینه فقلت له : إنی أراك تمسح العرق عن جبینك ؟ قال عرقت مع أبی حنیفة أنه لفقیه یامصری ثم لقیت أبا حنیفة ، فقلت له : ما احسن قول هذا الرجل فیك فقال ابو حنیفه ، مارأیت أسرع منه بجواب صادق ونقد تام

میں مدینہ میں امام مالکؒ سے ملا اور عرض کی کہ میں آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے دیکھتا ہوں ؟ فرمانے لگے ابو حنیفہ سے مل کر (بحث و تمحیص کی وجہ سے) مجھے پسینہ آیا۔ اے مصر کے رہنے والے لیث! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو حنیفہؒ بڑے فقیہ ہیں پھر میں نے ابو حنیفہؒ سے مل کر کہا کہ مالکؒ آپ کے بارے میں بہت عمدہ رائے کا اظہار کرتے ہیں، تو جنابؒ امام نے فرمایا "میں نے امام مالکؒ سے بڑھ کر جلد اور صحیح جواب دینے اور نقد و تبصرہ کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

آپ کی فقاہت ہی کا ذکر بالعموم زیادہ زور شور سے کیا جاتا ہے، حالانکہ آپ حدیث میں بھی اونچا مقام رکھتے تھے۔ محمد بن محمود خوارزمیؒ نے آپ کی روایت سے پندرہ مسانید جمع کی ہیں۔ امام محمدؒ بن حسن کی کتاب الآثار میں بہت سی احادیث ہیں جو موصوف نے امام صاحب سے اخذ کیں۔

امام ابو حنیفہؒ بڑے پاکباز اور متقی تھے۔ ابو جعفر منصور نے جب آپ کو بزور قاضی بنانا چاہا اور آپ نے اسے قبول نہ کیا تو اس نے آپ کو قید کر دیا اور روزانہ دس کوڑے جسد اطہر پر مارنے کا حکم دیا، مگر آپ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور بغداد میں بحالت قید و حبس ۱۵۰ھ میں وفات پائی (۲)
ابن المبارکؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں :

أفقه الناس أبو حنیفة مارأیت فی الفقه مثله ولولا أن الله تعالی أغاثنی بأبی

۱۔ سیر، ۶ / ۴۰۳ ؛ تہذیب، ۱۰ / ۴۵۰

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۶ / ۴۰۰ ؛ تاریخ بغداد، ۱۳ / ۳۲۴، ۳۲۸۔ ۳۲۹ ؛ خطیب نے لکھا ہے کہ ابن ھبیرہ نے کوفہ کا قاضی بنانا چاہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ابن ھبیرہ ہر روز سو کوڑے مرواتا لیکن آپ انکار پر مصر رہے۔ بالآخر اس نے چھوڑ دیا۔ ابن ھبیرہ مروان کے عہد میں عراق کا گورنر تھا۔ ایضاً، ۱۳ / ۳۲۶

Marfat.com

حنيفة لكنت كسائر الناس (۱)

امام ابو حنیفہؒ، افقہ الناس تھے، میری آنکھوں نے آپ جیسا فقیہ نہیں دیکھا۔ اگر ابو حنیفہؒ نہ ہوتے تو میں ایک عام آدمی ہوتا۔

ابن ابی خیثمہ کا قول ہے:

كان ورعاً سخيا (۲)

امام ابو حنیفہ بڑے پاکباز اور سخی تھے

ابو نعیم کہتے ہیں:

صاحب غوص على المسائل (۳)

امام ابو حنیفہ مسائل کی گہرائی تک پہنچنے والے تھے۔

تابعینؒ کا یہ وہ محترم گروہ ہے جس نے آنحضورؐ کے علوم کی نشر واشاعت او حفاظت و تبلیغ کے مشن کو قائم اور اپنے بے مثال حافظے کی مدد سے مذاکرہ حدیث کو جاری رکھا اور کتابت کے ذریعے اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دینے کے عمل کو بھی مسلسل انجام دیتے رہے۔ تابعینؒ میں سے بھی اگرچہ ایک گروہ کتابت کی کراہیت کا قائل تھا لیکن علم کے ضائع ہو جانے کے خوف سے ایک بڑی جماعت کتابت حدیث پر عمل پیرا رہی۔ کراہیت کے مسلک والے لوگ بھی نہ حدیث کی نشر و تبلیغ کے منکر تھے اور نہ اس کی دینی اہمیت وحجیت کے انکاری تھے۔ مثلہ صرف احتیاط و تقویٰ کا تھا وہ جانتے ہوئے بھی گریز کرتے تھے کہ کہیں کوئی غلطی نہ سرزد ہو جائے۔ اس محتاط روش کے باوجود تابعین عظامؒ نے علوم نبوی کی میراث کو آگے پہنچایا اور یہ انہی کا فیض تھا جو آگے چل کر کتب حدیث کی صورت میں مدون ہوا۔

عہد نبوی میں حفاظت حدیث کے لئے جو انتظام تھے اور جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا کم وبیش وہی طریقہ وانتظام عہد صحابہ و تابعین میں اختیار کیا جاتا رہا۔ غالباً یہ طریقہ نبوی کا انعکاس تھا کہ کتابت حدیث کے سلسلے میں ہمیں دونوں پہلو ملتے ہیں۔ صحابہ و تابعین میں ایسے لوگ بھی تھے جو کتابت حدیث میں کراہیت دیکھتے تھے اور اجازت بہ احتیاط کے قائل تھے اور ایسے بھی

۱۔ تہذیب، ۱۰/ ۴۵۰؛ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۳۹۷؛ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۴۷

۲۔ ایضاً، ۱۰/ ۴۵۰

۳۔ ایضاً

Marfat.com

تھے جو کتابت کو پسند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اس طریقہ کار میں مشغول و مصروف بھی رہے۔ یہ آنحضرتؐ کی ذات گرامی کا پرتو تھا۔ یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ عہد تابعین میں حدیث کو کراسوں، دفتروں او صحیفوں میں مدون کیا جا چکا تھا، لہٰذا یہ بات بالکل غلط ہے کہ تدوین حدیث محض ایک ہنگامی عمل تھا، عہد نبوت، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں حفاظت حدیث اور روایت حدیث کے بارے میں جو معلومات ان صفحات میں پیش کی گئی ہیں ان سے قارئین کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان حضرات کا کیا نقطہ نظر تھا اور یہ مسلسل عمل کس نہج پر جاری رہا۔

....

Marfat.com

عہدِ تصنیف و ترتیب

عہد تدوین میں مواد جمع کرنے اور اسے سادہ ترتیب سے محفوظ کرنے کی زیادہ اہمیت تھی جیسا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بیان سے واضح ہے کہ علم ضائع نہ ہو جائے (۱) اس عہد میں اس ذخیرے کو مکتوب صورت میں محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی جو حافظوں اور صحیفوں میں محفوظ تھا اگرچہ تدوین میں بھی ایک طرح کی ترتیب موجود تھی لیکن عہد تصنیف میں اس ترتیب کو زیادہ منقح کیا گیا۔ عہد تصنیف میں معلومات کو خاص ترتیب سے جمع کرنے اور ابواب کے تحت منظم کرنے کا کام ہوا۔ اس عہد کی خصوصیت تنوع ہے۔ مختلف اہل علم نے اپنے اپنے انداز پر مجموعے مرتب کرنے شروع کیے اور یوں تصنیفات کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع و تدوین کا دروازہ کھولا اور دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف، صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیے گئے (۲) اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے تصنیف و ترتیب کا کام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مختلف علاقوں میں مواد کو مرتب و منقح انداز میں جمع کرنے کی اولیت کا شرف درج ذیل حضرات کو حاصل ہے (۳)

مکہ میں	عبدالعزیز بن جریج البصریؒ (م ۱۵۰ھ)
مدینہ منورہ میں	مالک بن انسؒ (۹۳۔۱۷۹ھ)، محمد بن اسحاقؒ (م ۱۵۱ھ) محمد بن عبدالرحمان بن ابی ذئبؒ (م ۱۵۸ھ) جنہوں نے امام مالکؒ کے موطا سے بڑا موطا تصنیف کیا۔

۱۔ فتح الباری، ۱/ ۱۹۵؛ دارمی باب من رخص فی کتابۃ العلم، ۱/۱۲۶

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۱۵۸

۳۔ مقدمہ فتح الباری، ۶؛ تدریب الراوی، ۱/ ۶۶۔۶۷

Marfat.com

بصرہ میں	ربیع بن صبیح ؒ (م ۱۶۰ھ) یا سعید ابن ابی عربہ ؒ (م ۱۵۶ھ) یا حماد بن ابی سلمہ ؒ (م ۱۶۷ھ)
کوفہ میں	سفیان ثوری ؒ (۹۷۔۱۶۱ھ)، امام ابو حنیفہ ؒ
یمن میں	معمر بن راشد ؒ (۹۰۔۱۶۳ھ)
شام میں	امام عبدالرحمان ؒ بن عمرو الاوزاعی (۸۸۔۱۵۸ھ)
خراسان میں	عبداللہ ؒ بن مبارک (۱۱۸۔۱۸۳ھ)
واسط میں	ہشیم بن بشیر ؒ (۱۰۴۔۱۸۳ھ)
رے میں	(جریر ؒ بن عبدالحمید (۱۱۰۔۱۸۸ھ)
مصر میں	عبداللہ ؒ بن وہب (۱۲۵۔۱۹۷ھ)

ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی کوششیں کیں، لیکن اس قسم کے تمام اجزاء امام مالک ؒ کی اہم تصنیف موطا میں جمع ہو گئے جس میں سات سو حدیثیں اور تین ہزار مسائل ہیں (۱) ایسی ہی ایک اہم کتاب امام ابو حنیفہ ؒ کی کتاب الآثار ہے جسے بعض اصحاب کے نزدیک موطا پر بھی اولیت حاصل ہے۔ بقول مولانا عبدالرشید نعمانی آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کے ربع ثانی کی تالیف ہے۔ امام ابو حنیفہ ؒ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی۔ بلکہ ان کے جامعین نے "کیف ما اتفق" جو حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر دیا۔ امام شعبی ؒ نے بے شک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں، لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالباً چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی۔ علاوہ ازیں شعبی ؒ کے الفاظ "ھذا باب من الطلاق جسیم" سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے باب کو ٹھیک ان معنوں میں استعمال کیا ہے جس معنی میں بعد میں مصنفین لفظ کتاب کا استعمال کرتے ہیں، اس لئے احادیث کو کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جس کو امام ابو حنیفہ ؒ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے ائمہ کے لئے ترتیب و تبویب کا ایک عمدہ نمونہ قرار دیا۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر

۱۔ الرسالۃ المستطرفہ، ۱۱

Marfat.com

چونکیں اس لئے اس حقیقت کو آشکار اکرنا نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ، یہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری سے پہلے کوئی کتاب احادیث صحیحہ کی مدون نہیں کی گئی وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا (۱) ہیں۔ حافظ سیوطی تنویر الحوالک میں حافظ مغلطائی کا قول نقل کرتے ہیں :

أول من صنف الصحيح مالك وقال الحافظ ابن حجر كتاب مالك صحيح عنده وعند من يقلده على ما أقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغيرهما قلت مافيه من المراسيل فانها مع كونها حجة عنده بلا شرط وعند من وافقه من الائمة على الاحتجاج بالمرسل فهي حجة أيضا عندنا ، لأن المرسل عندنا حجة إذا اعتضد ومامن مرسل فى الموطأ إلا ولہ عاضد اوعواضد كما سابين ذلك فى هذا الشرح ، فالصواب إطلاق أن الموطأ صحيح كله لا يستثنى منه شئى (۲)

حافظ مغلطائیؒ نے کہا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ مالک ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ مالکؒ کی کتاب خود ان کے نزدیک اور ان کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ ان کی نظر مرسل اور منقطع وغیرہ سے احتجاج کی مقتضی ہے (سیوطیؒ کہتے ہیں) میں کہتا ہوں موطا میں جو مراسیل ہیں وہ علاوہ اس امر کے کہ وہ بلا کسی شرط کے مالک اور ان ائمہ کے نزدیک جو مرسل کو ان کی طرح مسند مانتے ہیں حجت ہیں، ہمارے نزدیک بھی حجت ہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک جب مرسل کا کوئی موید موجود ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور موطا میں کوئی ایسی مرسل روایت موجود نہیں جس کا ایک یا ایک سے زائد موید موجود نہ ہو۔ چنانچہ میں اپنی اس شرح میں اس کو بیان کروں گا۔ اس لئے حق یہی ہے کہ کل موطا کو صحیح کہا جائے اور اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ کیا جائے۔

مولانا نعمانی، حافظ مغلطائیؒ کی اس بات کو توضیح الافکار سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"بلا شبہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام کو حاصل ہے لیکن کتاب الآثار موطأ سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود موطأ کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطیؒ "تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ" میں تحریر فرماتے ہیں :

ا۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۱۵۹

ا۔ تنویر الحوالک، ۱/۴

Marfat.com

من مناقب أبي حنيفة التي انفرد بها إنه أول من دون علم الشريعة ورتبه أبواباً ثم تبعه مالك بن أنس في ترتيب الموطأ ولم يسبق أبا حنيفة أحد(۱)

امام ابو حنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کو ابواب میں مرتب کیا۔ پھر امام مالک بن انسؒ نے موطأ کی ترتیب میں ان کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

مولانا نعمانی کی تحقیق یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو تدوین حدیث کے سلسلے میں اولیت حاصل ہے۔ جمہور علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ موطأ کو اولیت حاصل ہے۔ مولانا نعمانی نے شاہ ولی اللہؒ اور دوسرے بزرگوں پر جو کلام کیا ہے اس سے اتفاق و اختلاف کی گنجائش ہے(۲)۔ ہم اولیت کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ حدیث کے طالب علم کے لئے یہ کافی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے حفاظت حدیث کے لئے اہم خدمات انجام دیں دونوں محترم و بزرگ شخصیتیں ہیں دونوں کی کتابیں مرجع و ماخذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان دو کتابوں کے متعلق لکھتے ہیں

کتاب الآثار

امام ابو حنیفہؒ کوفہ میں مسند عبداللہ بن مسعود کے وارث تھے اور سنت رسولؐ کی معرفت رکھتے تھے۔ آپ نے علم حدیث کی اہم خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہ روایات کا انتخاب کر کے ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا جس کا نام کتاب الآثار ہے اور آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے(۳) امام ابو حنیفہؒ نے کتاب الآثار میں ترتیب و تبویب کا جو نمونہ قائم کیا وہ بعد میں آنے والے مصنفین کیلئے رہنمائی کا ذریعہ بنا۔

روایات کا معیار

امام ابو حنیفہؒ نے اس کتاب میں وہی مرویات درج کیں جن کے بارے میں انہیں صحت کا

۱۔ تبییض الصحیفہ، ۳۶

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ابن ماجہ اور علم حدیث، ۷۰ا۔۱۷۱

۳۔ ایضاً، ۱۵۹۔

Marfat.com

یقین تھا۔انہیں نقد حدیث میں خصوصی معرفت حاصل تھی اور انہوں نے قبول حدیث کیلئے کڑا معیار مقرر کر رکھا تھا۔ صدر الائمہ موفق بن احمد کہتے ہیں :

وانتخب ابو حنیفة الآثار من اربعین الف حدیث(۱)

ابو حنیفہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کی احتیاط اور کڑے معیار کا ذکر ائمہ و محدثین کے ہاں ملتا ہے۔حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی وکیع کا قول نقل کرتے ہیں :

لقد وجدالورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیره(۲)

حدیث کے سلسلہ میں جیسی احتیاط ابو حنیفہ کے ہاں پائی گئی وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی

خطیب نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں نقاد حدیث امام یحیٰی بن معین کا قول نقل کیا ہے :

کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث الا مایحفظ ولا یحدث بمالا یحفظ (۳)

ابو حنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی اسے بیان نہیں کرتے

اہل علم سے مخفی نہیں کہ خطیب امام ابو حنیفہ کے خلاف ہیں اور انہوں نے امام کے حالات میں ان اقوال کو اکٹھا کیا ہے جن سے یہ ثابت ہو کہ وہ حدیث میں کمزور تھے اور صاحب الرای تھے لیکن اس کے باوجود انہیں وہ اقوال بھی درج کرنا پڑے ہیں جن سے امام ابو حنیفہ کے ثقہ اور صدوق ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ خطیب نے نقل کیا ہے کہ یحیٰی بن معین سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا وہ حدیث میں ثقہ ہیں یا نہیں تو یحیٰی بن معین نے کہا :

نعم ! ثقة ثقة . کان واللہ اورع من أن یکذب وھوا جل قدر أمن ذلك (۴)

ہاں !وہ ثقہ ہیں ،وہ ثقہ ہیں، بخدا وہ اس بات سے سب سے زیادہ بچنے والے تھے کہ

۱۔ مناقب الامام الاعظم ۱/ ۹۵

۲۔ مناقب الامام الاعظم ۱/ ۱۹۷

۳۔ تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۱۹

Marfat.com

جھوٹ بولیں اور اس معاملے سے کہیں زیادہ بلند مرتبے والے تھے۔

امام ابو حنیفہ کے ہاں حفظ کی بڑی اہمیت تھی محض کتابت کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ امام طحاوی سے امام ابو یوسف کا قول منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

لاینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الابما حفظه من یوم سمعه الی یوم یحدثه (۱)

کسی شخص کو اس وقت تک حدیث نہیں بیان کرنا چاہیے جب تک کہ سننے کے دن سے لے کر بیان کرنے کے دن تک اسی طرح یاد نہ ہو۔

خطیب نے الکفایہ میں کتاب سے روایت کرنے کے سلسلے میں یحیٰ بن معین کا بیان نقل کیا ہے جس سے امام ابو یوسف کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ خطیب لکھتے ہیں:

ابو زکریا یعنی یحیٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے قلم سے حدیث لکھی ہوئی پائے مگر وہ اس کو زبانی یاد نہ ہو تو کیا کرے؟ کہنے لگے:

کان ابو حنیفه یقول: لا یحدث الا بما یعرف ویحفظ

ابو حنیفہ" کہا کرتے تھے: جس حدیث کا انسان عارف و حافظ نہ ہو اسے نہ بیان کرے۔

لیکن ہم یوں کہتے ہیں:

انه یحدث بکل شئی یجده فی کتابه بخطه عرفه اولم یعرفه(۲)

اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے قلم سے لکھا ہوا پائے اسے بیان کر سکتا ہے چاہے وہ اس کا عارف ہو یا نہ ہو۔

علامہ سیوطی امام ابو حنیفہ کا مسلک نقل کر کے لکھتے ہیں:

وهذا مذهب شدید وقداستقر العمل علی خلافه فلعل الرواة فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لا یبلغون النصف(۳)

یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ غالباً صحیحین کے ان

۱۔ الجواہر المضیہ' ترجمہ امام ابو حنیفہ

۲۔ الکفایہ' باب اجازة الروایة من الکتاب الصحیح' ۲۳۱

۳۔ مناقب الی حنیفہ' ۲۰

Marfat.com

رواۃ کی تعداد جو حفظ سے متصف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔

امام ابو حنیفہ واجب العمل حدیث کے لئے رواۃ کی ثقاہت ضروری قرار دیتے ہیں۔ علامہ ذھبی نے ابو حنیفہؒ کے مسلک حدیث کے بارے میں ان کا قول نقل کیا ہے:

اخذ بکتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه آخذ بقول من شئت واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم والشعبی والحسن و عطأ فاجتهد کما اجتهدوا (۱)

میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہؐ کی سنت اور آپ کی ان صحیح حدیثوں سے جو ثقات کے ہاتھوں ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں پھر اگر یہاں بھی نہ مل سکے تو آپ کے اصحاب میں سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں۔ لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح تک آجاتا ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

حافظ ابن عبدالبر نے امام ابو حنیفہ کا مسلک حدیث کے بارے میں سفیان ثوری کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات و بالآخر من فعل رسول الله (۲)

وہ ان حدیثوں کو لیتے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتیں اور جن کو ثقات روایت کرتے نیز جو آنحضرتؐ کا آخری فعل ہوتا اسے اختیار کرتے۔

کتاب الآثار کا امتیاز

کتاب الآثار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف احادیث احکام یعنی سنن ہیں جن سے فقہی مسائل کا استنباط ہوتا ہے اسی لئے اس میں وہ سینکڑوں ابواب نہیں ہیں جو صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہ میں ہیں کیونکہ ان ابواب کا تعلق سنن سے نہیں اسی بناء پر محدثین کی اصطلاح کے مطابق کتاب الآثار کتب سنن میں شمار ہوگی چنانچہ بعض محدثین نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے (۳)

۱۔ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، ۱۴۳؛ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۶۸

۲۔ ایضاً ۱۴۴؛ مناقب ابو حنیفہ، ۲۰

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۱۶۹

Marfat.com

اس کتاب کی دوسری خصوصیت اس کی جامعیت ہے اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ کی روایات موجود ہیں اور اس عہد کی دیگر تصنیفات کی طرح صرف ایک شہر اور علاقے کی روایات پر انحصار نہیں کیا گیا۔ امام مالک نے موطا میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی روایات کو نظر انداز کیا۔ اگر ذکر ہے تو برائے نام لیکن کتاب الآثار کے رواہ میں کوفی و عراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق اور شام وغیرہ کے رواۃ سے روایتیں موجود ہیں۔ موطاء میں امیر المومنین علیؓ اور عبداللہ بن عباس کی روایات کم ہیں۔ شاہ ولی اللہ اس کمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و امام مالك از حضرت مرتضي وعبدالله بن عباس كم روايت كرده است و هارون رشيد از سبب آ ن استفسار كرد ، فرمود : لم يكونا ببلدي ولم الق رجالهما يعني نه بودند درشهر من وملاقات نه كرام بايار ان ايشان(۱)

امام مالک نے حضرت علی مرتضیٰ او حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کم روایتیں کی ہیں ہارون رشید نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے: یہ دونوں بزرگ میرے شہر میں نہیں تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی۔

موطا میں عبداللہ بن مسعود کی روایات اور بھی کم ہیں اس کے برعکس کتاب الآثار میں علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن مسعود کی روایات کے ساتھ تقریباً اتنی ہی عمر بن الخطابؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور ام المومنین عائشہؓ کی روایات بھی ہیں۔

کتاب الآثار کے نسخے

موطا اور دیگر کتب حدیث کی طرح کتاب الاثار کے بھی کئی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ جسے امام محمد نے روایت کیا ہے وہ ان کی شخصیت کی وجہ سے کتاب الآثار امام محمد مشہور ہوئی جیسا کہ موطا امام محمد ہے حالانکہ یہ دونوں تصانیف امام محمد کی نہیں انہوں نے ان کتابوں کی روایت کا جو خصوصی انتظام کیا اس کے باعث ان کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل نسخے منقول ہیں:

ا۔ امام زفر بن الھذیل کا نسخہ

اس کا ذکر ابن ماکولا نے "الاکمال" میں کیا ہے۔ امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت ان کے

ا۔ مسوی شرح موطا مقدمہ ا/ ۱۳

Marfat.com

تین شاگروں نے کی جنہوں نے ان سے علیحدہ علیحدہ سماع کیا۔ ایک ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی ہیں دوسرے شداد بن حکیم بلخی تیسرے حکم بن ایوب۔ پہلے دو نسخوں کا تذکرہ امام حاکم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

نسخة لزفربن الهذيل الجعفي تفردبها شدادبن حكيم البلخي و نسخة ايضاً لزفربن الهذيل الجعفي تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزي(۱)

زفر بن الہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں اور زفر ہی کا ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں۔

تیسرے نسخے کا تذکرہ ابو الشیخ بن حیان نے اپنی کتاب "طبقات المحدثین باصبھان الواردین علیھا" میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے (۲)

۲۔ امام ابو یوسف کا نسخہ

اس کا ذکر حافظ عبد القادر قریشی نے الجواھر المضیہ میں امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں کیا ہے۔ اسے ابو الوفا قندھاری نے تصحیح و تحشیہ کے ساتھ ۱۳۵۰ھ میں مصر میں طبع کرا کے شائع کرایا۔

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی کا نسخہ

اس کا ذکر ابتداء میں ہوا ہے یہ سب سے زیادہ متداول نسخہ ہے۔ اسی کے متعلق حافظ ابن حجر "تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الاربعہ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

والموجود من حديث ابی حنيفة مفرداً انما هو كتاب الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنه (۳)

امام ابو حنیفہ کی حدیث میں مستقل طور پر کتاب موجود ہے۔ وہ کتاب الآثار ہے جس کو امام محمد بن الحسن نے ان سے روایت کیا ہے۔

۱۔ معرفۃ علوم الحدیث، ۱۶۴

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۱۷۳

۳۔ تعجیل المنفعہ، مقدمہ

Marfat.com

۴۔ امام حسن بن زیاد لؤلؤی کا نسخہ

ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان" میں کیا ہے۔ محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

محمد بن ابراهيم بن جيش البغوى روىٰ عن محمد بن شجاع الثلجى عن الحسن بن زياد عن ابى حنيفة كتاب الآثار (۱)

محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی، محمد بن شجاع ثلجی سے وہ حسن بن زیاد سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

کتاب الآثار کے ان نسخوں کو مختلف ناموں سے لکھا جاتا رہا ہے' کبھی مسند کے نام سے کبھی سنن اور کبھی کتاب الاثار کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ لکھ دیا لیکن اس مجموعہ کا اصل نام کتاب الآثار ہی ہے (۲)

اس دور کی دوسری اہم تصنیف امام مالکؒ کی موطاً ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ موطاً کو اولین مرتب تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسے بالاتفاق کتب حدیث کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ذیل میں موطاً کے بارے میں مختصر معلومات فراہم کی جا رہی ہیں۔

موطاً

موطاً کے مولف امام مالکؒ بن انس بن مالک (۳) ہیں۔ آپ امت میں امام دار الہجرۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی (۴)۔ آپ تبع تابعین میں سے تھے۔ نوویؒ "تہذیب۔الاسماء" میں لکھتے ہیں کہ امام کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی جن میں تین سو تابعین تھے اور چھ سو تبع تابعین۔ سفیانؒ فرماتے تھے مالک سے بڑھ کر رجال کی چھان بین کرنے والا اور کوئی شخص نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ مالکؒ کو جب حدیث کے کسی حصے (جزء) میں شک پڑ جاتا تھا تو پوری کی پوری حدیث رد کر دیتے تھے۔ آپ

۱۔ لسان المیزان

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث' ۷۶ا

۳۔ سیر اعلام' ۸ / ۴۸؛ وفیات' ۴ / ۱۳۵؛ تذکرۃ الحفاظ' ۱ / ۲۰۷؛ شذرات' ۲ / ۱۲؛ تہذیب' ۱۰ / ۵

۴۔ بستان المحدثین' ۱۹

Marfat.com

کی محفل ایسی بارعب تھی کہ ملوک وسلاطین کو تاب سخن نہ تھی، ایک خاموشی کا عالم طاری رہتا(۱)

محدثین کے نزدیک اصح الاسانید میں بحث ہے۔ مشہور ہے، کہ جس کے راوی مالک نافع سے اور نافع ابن عمرؓ سے ہوں وہ اسناد سب سے صحیح ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ پانچ باتیں جیسی امام مالکؒ کے حق میں جمع ہو گئی ہیں میرے علم میں کسی اور شخص میں جمع نہیں ہوئیں:

۱۔ اس قدر دراز عمر اور ایسی عالی سند
۲۔ ایسا عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم
۳۔ آپ کے حجت اور صحیح الروایہ ہونے پر ائمہ کا اتفاق
۴۔ آپ کی عدالت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق
۵۔ فقہ وفتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت(۲)

آپ نے اہل مدینہ کے تعامل اور احادیث رسول پر مبنی کتاب مرتب کی۔ جب یہ تالیف شروع کی تو اور لوگوں نے بھی موطأ لکھنا شروع کیے لیکن حکمت الٰہی سے صرف موطأ مالک ہی کو دوام نصیب ہوا۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امام مالکؒ سے ان کے زمانے میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطأ کو سن کر جمع کیا۔ چنانچہ اس کے نسخے بہت ہیں اور لوگوں کے طبقہ سے، فقہاء، محدثین، صوفیاء وامراء اور خلفاء نے تبرکاً اس عالی مقام امام سے اس کی سند حاصل کی۔ آج کل عرب ممالک میں ان کثیر نسخوں میں سے چند نسخے پائے جاتے ہیں۔ پہلا نسخہ جس کا سب سے زیادہ رواج ہے اور جو سب سے زیادہ مشہور اور طائفہ علماء کا مخدوم ہے وہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی کا نسخہ ہے۔ چنانچہ جب مطلق یعنی بلا کسی قید کے موطأ بولا جاتا ہے تو فوراً اس کی طرف ذہن پہنچتا اور اسی پر منطبق وچسپاں ہوتا ہے(۳)۔ شاہ صاحب نے موطأ کے سولہ نسخے گنوائے ہیں(۴)۔ موطأ علماء میں بہت متداول رہا ہے اور بلاد مغرب میں تو جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے موطأ ہی فقہی مسلک کی

۱۔ تہذیب الاسماء، ۲/۷۶

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۱۲

۳۔ بستان المحدثین، ۴۲۔۴۶

۴۔ ایضاً، ۴۶

Marfat.com

بپادر ہا ہے کیونکہ اہل مغرب اور اندلس حجاز ہی کی طرف جاتے تھے اور مدینہ طیبہ اس وقت علم کا گہوارہ تھا(۱)

موطا کی مقبولیت

موطا کو تصنیف کے وقت سے اب تک قبولیت دوام حاصل ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

ماأعلم فی الأرض کتا بأکثر صوابامن کتاب مالك(۲)

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں :

ان للموطأ لوقعاً فی النفوس ومهابة فی القلوب لایوازیهاشی(۳)

بلاشبہ موطا کی دلوں میں جو وقعت اور قلوب میں جو ہیبت ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حافظ ابن حبان "کتاب الثقات" میں لکھتے ہیں :

کان مالك أول من انتقی الرجال من الفقهاء بالمدینة واعرض عمن لیس بثقة فی الحدیث ولم یکن یروی إلا ماصح ولا یحدث إلا عن ثقة(۴)

امام مالک فقہاء مدینہ میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے رواۃ کے بارے میں تحقیق سے کام لیا اور جو شخص حدیث میں ثقہ نہ تھا اس سے اعراض کیا۔وہ صحیح روایات کے علاوہ نہ تو کچھ روایت کرتے نہ کسی غیر ثقہ سے کچھ بیان کرتے۔

ابو زرعہ رازی موطا کی صحت کے بارے میں رقمطراز ہیں :

لو حلف رجل بالطلاق علی احادیث مالك فی الموطا انها صحاح لم یحنث (۵)

اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھائے کہ موطا میں امام مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ حانث نہیں۔

۱۔ مقدمہ ابن خلدون' ۴۴۹

۲۔ تدریب الراوی' ۱/ ۶۸ ؛ تذکرہ' ۱/ ۲۰۸ ؛ سیر اعلام النبلاء' ۸/ ۱۱۱

۳۔ مقدمۃ التعلیق الممجد علی موطأ امام محمد بحوالہ سیر النبلاء

۴۔ تہذیب التہذیب' ۱۰/ ۹

۵۔ تزئین الممالک بمناقب الامام مالک' ۴۴

Marfat.com

شاہ ولی اللہؒ موطأ کو حدیث کی تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب مصفیٰ شرح موطأ کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل اور وجوہ تفصیلاً بیان کئے ہیں۔

مشہور محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزریؒ المتوفی ۶۰۶ھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "جامع الاصول" میں موطأ کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے اور یہ رائے محدث رزین کی ہے اسی لئے اس کتاب میں ابن ماجہ کے حوالے سے کوئی روایت درج نہیں ہے۔

حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطیؒ لکھتے ہیں :

" أولى ماأرشد إليه ما اتفق المسلمون على اعتماد وذلك الكتب الخمسة والموطأ الذى تقدمها وضعا ولم يتأ خر عنها رتبة "(۱)

جو کچھ بتایا گیا ہے اس سب میں اولیٰ وہ کتابیں ہیں جن کے اعتماد پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ کتب خمسہ ہیں اور موطأ وہ ہے جو تصنیف میں ان سے مقدم ہے اور رتبہ میں کم نہیں ہے،

نواب صدیق حسن خاں "اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین" میں ابو زرعہ کے اس قول کو اپنے الفاظ میں نقل کرتے ہیں :

"واین وثوق و اعتماد بر کتب دیگر نیست " (۲)

موطأ پر بے شمار لوگوں نے کام کیا ہے، صرف چند ایک شروح کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

شروح موطأ

۱۔ مشارق الانوار کے مؤلف قاضی عیاض ہیں' یہ موطأ اور صحیحین کی شرح ہے۔

۲۔ کشف المغطأ فی شرح الموطأ عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) کی تالیف ہے' یہ بڑی مفصل اور جامع شرح ہے۔

۳۔ تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک کے مؤلف عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی ہیں' یہ تعلیق ہے جسے اسی سے مختصر کیا ہے۔

۴۔ التقصی لحدیث الموطأ اور التمہید لما فی الموطا کے مؤلف حافظ ابو عمر بن عبدالبر یوسف

۱۔ تدریب الراوی' ۱/ ۳۷ ؛ قوت المغتذی' ۵

۲۔ اتحاف النبلاء' ۱۶۵

Marfat.com

بن عبداللہ القرطبی ہیں۔

۵۔ شرح موطأ کے مؤلف محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان الزرقانی (۱۱۲۲ھ) ہیں' متوسط درجے کی مفید شرح ہے' چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۶۔ المحلی باسرار الموطأ شیخ سلام اللہ الحنفی کی تالیف ہے' یہ بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔

۷۔ المسوی کے مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں' ان کے اپنے مرتبہ نسخے پر عربی تعلیقات ہیں۔

۸۔ المصفی کے مؤلف بھی شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں' فارسی ترجمہ اور تعلیقات ہیں۔

۹۔ شرح الموطأ کے مولف علی بن سلطان الھروی المعروف بملا علی القاری (م ۱۰۱۴ھ) ہیں' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ المنتقی شرح موطأ' ابو الولید سلیمان الباجی (م ۴۹۴ھ) کی تالیف ہے' مطبعۃ السعادہ مصر میں ۱۳۳۱ھ میں سات جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۱۔ اوجز المسالک الی موطأ امام مالک' مولانا محمد زکریا سہارنپوری کی تالیف ہے' چھ جلدوں میں سہارنپور سے چھپی ہے' حنفی مسلک کی اچھی شرح ہے۔

۱۲۔ حاشیہ موطأ کے مؤلف مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی ہیں' کارخانہ (کراچی) نور محمد سے چھپ چکا ہے۔

۱۳۔ اضاءۃ الحالک من الفاظ موطأ مالک' اور دلیل السالک کے مؤلف محمد بن حبیب اللہ مایابی الشنقیطی ہیں' یہ دونوں کتابیں ۱۳۵۴ھ میں اکٹھی شائع ہو چکی ہیں' اس میں موطاء سے متعلق مفید معلومات ہیں۔

کتب مسانید

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ ان کے ہم عصروں اور شاگردوں نے بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھا۔ ان کے بعد تیسری صدی میں حدیث پر زیادہ عمدہ ترتیب سے کتابیں

Marfat.com

مرتب کی گئیں بعض علماء نے مخصوص مولفات ترتیب دیں ان میں احادیث رسول کو اسانید کے ساتھ ہر صحابی کی احادیث کو یکجا کیا گیا اور ان کو مسند کے نام سے تعبیر کیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مقدمہ فتح الباری میں دوسری صدی کے مشاہیر مصنفین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

إلی أن بعض الائمة ان تفرد احادیث النبی ﷺ خاصة وذلك علی رأس المائتین فصنف عبیدالله بن موسیٰ العبسی الکوفی مسنداً وصنف مسدد بن مسرهد البصری مسنداً وصنف اسد بن موسیٰ الأموی مسنداً وصنف نعیم بن حماد الخزاعی نزیل مصر مسنداً ثم اقتفی الا ئمه بعد ذلك اثرهم فقل اما م من الحفاظ إلا وصنف حدیثه علی المسانید کالا مام احمد بن حنبل و اسحاق بن راهویه و عثمان بن ابی شیبه وغیرهم من النبلاء ومنهم من صنف علی الأبواب (۱) و علی المسانید معاً کابن ابی شیبه (۲)

> یہاں تک کہ بعض ائمہ حدیث کی یہ رائے ہوئی کہ صرف آنحضرتؐ ہی کی حدیثوں کو مستقل طور پر علیحدہ جمع کیا جائے اور یہ ۲۰۰ھ کے سرے پر ختم ہوا چنانچہ عبید اللہ بن موسیٰ عبسی کوفی، مسدد بن مسرہد بصری، اسد بن موسی اموی اور نعیم بن حماد خزاعی نزیل مصر نے ایک ایک مسند تصنیف کی، پھر اور ائمہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے او حفاظ حدیث میں مشکل ہی سے کوئی امام رہا ہو گا جس نے اپنی احادیث کو مسانید پر مرتب نہ کیا ہو، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ 'عثمان ابن ابی شیبہ اور ان جیسے دیگر اکابر نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ بعض محدثین نے جیسا کہ ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں، ابواب و مسانید کے عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔

ان مسانید میں اولیت کا مرتبہ امام حاکمؒ کے بقول جن دو بزرگوں کو حاصل ہے ان کے

۱۔ ابواب و مسانید کا فرق یہ ہے کہ ابواب میں احادیث کو باب وار مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے۔ مثلاً نماز کی علیحدہ 'روزہ کی علیحدہ ؛ زہد کی علیحدہ۔ لیکن مسانید میں ہر صحابی کی جملہ مرویات کو بلا لحاظ مضمون یکجا ذکر کرتے ہیں۔ (المدخل فی اصول الحدیث صفحہ ۴'۵ طبع حلب)

۲۔ ہدی الساری مقدمہ الفتح الباری ۱/۵'۶ ؛ تدریب الراوی '۱/ ۶۷

Marfat.com

بارے میں کتانی لکھتے ہیں :

أول من صنف المسانيد على تراجم الرجال فی الاسلام عبيدالله بن موسى العبسی وأبو داود الطيالسی (۱)

اسلام میں تراجم رجال پر جنہوں نے سب سے پہلے مسند لکھے وہ عبیداللہ بن موسیٰ العبسی اور داود طیالسی ہیں۔

مولانا محمد علی کاندھلوی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں :

عبیداللہ بن موسیٰ کوفی کے مسند کو اولیت حاصل ہے کیونکہ مسند طیالسی در حقیقت ابو داود طیالسی کی تصنیف نہیں بلکہ اس کے جامع خراسان کے کچھ محدث ہیں۔ امیر یمانی فرماتے ہیں کہ اس کی حیثیت مسند شافعی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ علامہ بقائی کہتے ہیں کہ مسند طیالسی کو جن بزرگوں نے اولین مسند قرار دیا ہے ان کے پیش نظر صرف یہ ہے کہ مصنفین مسانید میں زمانی لحاظ سے ابو داوود کا زمانہ سب سے پہلے ہے اور یہ مسند ابو داوود کی تصنیف ہے مگر یہ واقعہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ :

انه ليس من تصنيف أبی داوود انما جمعه بعض الحفاظ الخراسانيين (۲)

یہ ابو داود کی تصنیف نہیں، اسے خراسان کے بعض حفاظ حدیث نے جمع کیا ہے۔

جن اہل علم نے ان مسانید کو مرتب کیا ان کی فہرست طویل ہے۔ یہاں ہم کچھ مسانید کا ذکر کریں گے۔ ان میں سے بعض مسانید زیور طبع سے آراستہ ہو کر استفادہ کا ذریعہ ہیں۔ ان مطبوعہ مسانید پر نسبتاً تفصیلی معلومات بعد میں آئیں گی۔

☆ زید بن علی ابو الحسین م ۱۲۲ھ (۳) علم حدیث اور فقہ سے خصوصی رغبت تھی۔ اہل علم سے استفادہ کے بعد نوجوان نسل کے لئے مجالس علم قائم کیں۔ مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کئی تالیفات مرتب کیں جن میں سے ایک مسند ہے جو ابواب کے مطابق مرتب ہونے کی وجہ سے مجموع الفقہ کے نام سے بھی معروف ہے۔ زید بن

۱۔ الرسالۃ المستطرفہ، ۱/ ۵۲

۲۔ توضیح الافکار، ۱/ ۲۲۹

۳۔ الروض النضیر، ۱/ ۲۵؛ تہذیب، ۳/ ۴۱۹؛ شذرات، ۱/ ۱۵۸؛ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی) ۴/ ۱۱/ ۱۱۹۳

Marfat.com

علی کی شاگرد خاص ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی (م ۱۵۰ھ) نے اسے روایت کیا (۱)۔

☆ جعفر بن محمد الصادق العلوی المدنی م ۱۴۸ھ (۲) مشہور شیعی امام حدیث وفقہ پر دسترس رکھتے تھے۔ کئی تصانیف بشمول ایک مسند ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے (۳)۔

☆ موسیٰ بن جعفر الکاظم المدنی م ۱۸۳ھ (۴) حدیث وفقہ سے خصوصی رغبت تھی۔ کئی تصانیف مرتب کیں۔ ایک مسند بھی ان کی طرف منسوب ہے (۵)۔

☆ ابو داؤد الطیالسی (م ۲۰۴ھ) تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

☆ عبیداللہ بن موسیٰ ابو محمد العبسی م ۲۱۳ھ (۶) بصرہ کے ممتاز علماء میں سے تھے اور اپنی خدا خوفی کی وجہ سے مشہور تھے۔ علم تفسیر' حدیث اور فقہ میں نمایاں مقام تھا (۷)۔ انہوں نے بھی ایک مسند تالیف کی (۸)۔

☆ حسین بن داؤد ابو علی المصیصی م ۲۲۶ھ (۹) سنید کے نام سے معروف تھے (۱۰)۔ حدیث کے طالب علم تھے اور اس علم میں اپنی خصوصی رغبت کی وجہ سے اپنے استاد حجاج بن محمد (م ۲۰۶ھ) کو بہت عزیز تھے (۱۱)۔ تفسیر کے علاوہ (۱۲) ایک مسند ان کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے (۱۳)۔

☆ مسدد بن مسرہد ابو الحسن الاسدی البصری م ۲۲۸ھ (۱۴) بصرہ کے چوٹی کے علماء میں

۱۔ سیزگین' ۱/ ۵۵۲' ۵۵۷ ؛ یہ مسند قاہرہ ۱۳۴۰ھ میں چھپ چکی ہے۔
۲۔ التاریخ الکبیر' ۱/ ii/ ۱۹۸ ؛ الجرح' ۱/ i/ ۴۸۷ ؛ وفیات' ۱/ ۳۲۷ ؛ تذکرہ' ۱/ ۱۶۶
۳۔ سیزگین' ۱/ ۵۲۹
۴۔ وفیات' ۵/ ۳۰۸ ؛ میزان' ۴/ ۲۰۱ ؛ تہذیب' ۱۰/ ۳۳۹
۵۔ کشف الظنون' ۲/ ۱۶۹۲ : مسند کے کچھ اجزاء کتب خانہ ظاہریہ میں محفوظ ہیں۔ (مجموع ۳۴)
۶۔ طبقات ابن سعد' ۶/ ۴۰۰ ؛ الجرح' ۵/ ۳۳۴ ؛ میزان' ۳/ ۱۶ ؛ تہذیب' ۷/ ۵۰' سیر ۹/ ۵۵۳
۷۔ شذرات' ۲/ ۲۹
۸۔ الرسالۃ المستطرفہ' ۷۴ ؛ سیر ۹/ ۵۵۴
۹۔ تاریخ بغداد' ۸/ ۴۲ ؛ میزان' ۲/ ۲۳۶ ؛ تذکرہ' ۲/ ۴۵۹ ؛ شذرات' ۲/ ۵۹ ؛ سیر' ۱۰/ ۶۲۷
۱۰۔ تہذیب' ۴/ ۲۴۴ ؛ سیر' ۱۰/ ۶۲۷
۱۱۔ ایضاً
۱۲۔ سیر' ۱۰/ ۶۲۷
۱۳۔ الرسالۃ المستطرفہ' ۵۱
۱۴۔ طبقات' ۷/ ۳۰۷ ؛ تذکرہ' ۲/ ۴۲۱ ؛ تہذیب' ۱۰/ ۱۰۷ ؛ شذرات' ۲/ ۶۶ ؛ سیر اعلام النبلاء' ۱۰/ ۵۹۱

Marfat.com

شمار ہوتا ہے۔ علم حدیث کی تحصیل اپنے وقت کے نامور محدثین سے کی۔ ازاں بعد اپنے شاگردوں کے لئے حدیث کے حلقہ ہائے درس قائم کئے۔ امام احمد بن حنبل ان کے ممتاز شاگرد تھے۔ اور ان کے ساتھ حد درجہ ادب و لحاظ سے پیش آتے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دو مسانید تالیف کیں (۱)۔ ذہبی کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس مسند کا کچھ حصہ سنا تھا (۲)۔ اور یہ مرفوع اور مقطوع احادیث پر مشتمل تھی (۳)

☆ یحییٰ بن عبدالحمید الیمانی ابو زکریا الکوفی م ۲۲۸ھ (۴) بصرہ کے حفاظ علماء میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کوفہ میں مسند تالیف کرنے کی اولیت کا شرف انہیں حاصل تھا (۵)۔ ابن عدی نے ان کی مسند کی بہت تعریف کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے اس میں کوئی منکر حدیث نہیں ملی۔ (۶)

☆ نعیم بن حماد ابو عبداللہ الخزاعی المروزی م ۲۲۸ھ (۷) علم حدیث اور فرائض میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے (۸)۔ سنت کے شیدائی تھے دین میں بدعات کو سخت ناپسند کرتے تھے (۹)۔ قرآن حکیم کو مخلوق نہ ماننے پر آزمائش سے گزرنا پڑا (۱۰)۔ ابتدائی مولفین مسند میں سے تھے (۱۱)۔

☆ علی بن جعد بن عبید ابو الحسن الجوہری البغدادی م ۲۳۰ھ (۱۲) نامور محدثین سے

۱۔ سیر '۱۰/ ۵۹۴

۲۔ کشف الظنون '۲/ ۲/ ۱۶۸۴؛ تہذیب '۱۰/ ۱۰۹؛ الرسالۃ '۷' ۴' ۵۱؛ سیر '۱۰/ ۵۹۲' ۵۹۴

۳۔ العبر '۱/ ۴۰۴؛ تذکرہ '۲/ ۴۲۱

۴۔ تاریخ بغداد '۱۴/ ۱۶۷؛ تذکرہ '۲/ ۴۲۳؛ میزان '۴/ ۳۹۲؛ تہذیب '۱۱/ ۲۴۳؛ سیر '۱۰/ ۵۲۶

۵۔ الرسالۃ '۷' ۴؛ سیر '۱۰/ ۵۲۷؛ تہذیب '۱۱/ ۲۴۸

۶۔ تہذیب '۱۱/ ۲۴۸

۷۔ طبقات ابن سعد '۷/ ۵۱۹؛ الجرح '۸/ ۴۶۲؛ تذکرہ '۲/ ۴۱۸؛ شذرات '۲/ ۶۷؛ سیر '۱۰/ ۵۹۵

۸۔ تہذیب '۱۰/ ۴۶۰؛ تاریخ بغداد '۱۳/ ۳۰۶؛ سیر '۱۰/ ۵۹۹

۹۔ تہذیب '۱۰/ ۴۵۹' ۴۶۰؛ سیر '۱۰/ ۵۹۹

۱۰۔ تاریخ بغداد '۱۳/ ۳۱۳' ۳۱۴؛ تہذیب '۱۰/ ۴۶۲

۱۱۔ تاریخ بغداد '۱۳/ ۳۰۶؛ تہذیب '۱۰/ ۴۵۹؛ الرسالۃ المستطرفہ '۷' ۴؛ سیر '۱۰/ ۵۹۷

۱۲۔ طبقات ابن سعد '۷/ ۳۳۸؛ تاریخ بغداد '۱۱/ ۳۶۰؛ تذکرہ '۱/ ۳۹۹؛ تہذیب '۷/ ۲۸۹' ذرات '۲/ ۶۸

Marfat.com

استفادہ کے لئے مختلف شہروں کے سفر اختیار کیے (۱)۔ حافظہ عمدہ پایا تھا (۲)۔ سنت کی شدت سے پابندی کرتے تھے (۳)۔ انہوں نے ایک مسند تالیف کی جو بارہ اجزاء پر مشتمل تھی۔ ان کے شاگرد ابو القاسم عبداللہ بن محمد البغوی (م ۳۱۷ھ) مسند کے راوی ہیں (۴)۔

☆ علی بن عبداللہ بن جعفر المشہور ابن المدینی م ۲۳۴ھ (۵) اپنے وقت کے چوٹی کے علماء میں سے تھے۔ نقد رجال و حدیث پر دسترس حاصل تھی (٦)۔ انہوں نے کئی تالیفات بشمول ایک مسند مرتب کیں (۷)۔

☆ ابو بکر بن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ (۸) اپنے وقت کے مشہور محدث و فقیہ تھے (۹)۔ انہوں نے دیگر تالیفات کے ساتھ ایک مسند بھی مرتب کی (۱۰)۔ ان کے بعض مجموعہ ہائے حدیث ظاہریہ لائبریری دمشق میں موجود ہیں (۱۱)۔ حدیث کا مجموعہ المصنف چھپ چکا ہے۔

☆ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ الواسطی الکوفی م ۲۳۷ھ (۱۲) علمی خانوادہ سے تعلق تھا۔ اپنے زمانے کے مشہور محدثین میں سے تھے۔ کئی تالیفات پیچھے چھوڑیں جن میں ایک مسند بھی بیان کی جاتی ہے (۱۳)۔

۱۔ تہذیب' ۷ / ۲۹۰
۲۔ تاریخ بغداد' ۱۱ / ۳٦۱ ؛ شذرات' ۲ / ٦٦
۳۔ تہذیب' ۷ / ۲۹۰
۴۔ الرسالۃ المستطرفہ' ٦۸
۵۔ الجرح' ۳ / ا / ۱۹۳ ؛ تاریخ بغداد' ۱۱ / ۴۵۸ ؛ تہذیب' ۷ / ۳۴۹ ؛ تذکرہ' ۲ / ۴۲۸ ؛ سیر' ۱۱ / ۴۱ ؛ العبر' ۱ / ۴۱۸
٦۔ تاریخ بغداد' ۱۱ / ۴۵۸
۷۔ ایضاً' ۱۱ / ۴٦۱ ؛ تہذیب' ۷ / ۳۵۷
۸۔ تاریخ بغداد' ۱۰ / ٦٦ ؛ العبر' ۱ / ۴۲۱ ؛ تہذیب' ٦ / ۲ ؛ شذرات' ۲ / ۱۰۰
۹۔ تہذیب' ٦ / ۴
۱۰۔ کشف الظنون' ۲ / ۱٦۷۸ ؛ الفہرست' ۳۲۰
۱۱۔ ظاہریہ' حدیث ۲۷۹' ۲۸۷ ؛ مجموع' ۸۷
۱۲۔ تاریخ بغداد' ۱۱ / ۲۸۳ ؛ تذکرہ' ۲ / ۴۴۴ ؛ میزان' ۳ / ۳۵ ؛ تہذیب' ۷ ؛ ۱۴۹ ؛ سیر' ۱۱ / ۱۵۲ ؛ البدایہ' ۱۰ / ۳۱۵
۱۳۔ الرسالۃ المستطرفہ' ۵۰ ؛ الفہرست' ۳۲۰ ؛ تاریخ بغداد' ۱۱ / ۲۸۳

Marfat.com

☆ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الحنظلی الخراسانی م ۲۳۸ھ (۱) ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ خراسان کے چوٹی کے محدثین اور فقہاء میں سے تھے۔ کئی تالیفات مرتب کیں جن میں مسند بھی ہے (۲)۔ اس مسند کی صرف چھٹی جلد دارالکتب قاہرہ میں ہے۔ یہ حصہ تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

☆ خلیفہ بن خیاط ابو عمر العصفری التیمی م ۲۴۰ (۳) اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں (۴)۔ المسند نام سے احادیث کا مجموعہ بھی مرتب کیا (۵)

☆ محمد بن اسلم ابو الحسن الطوسی م ۲۴۲ھ (۶) اپنے تقویٰ اور زہد کی وجہ سے ابدال میں شمار ہوتے تھے (۷)۔ انہوں نے کئی کتب بشمول مسند تالیف کی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسند مسدد بن مسرہد کی شرح میں لکھی (۸)۔

☆ احمد بن ابراہیم ابو عبداللہ الدورقی البغدادی م ۲۴۶ھ (۹) ایسے علمی خاندان سے تعلق تھا جنہوں نے حدیث کی تحصیل کے لئے تمام کوششیں صرف کیں (۱۰)۔ خود صاحب تالیف تھے۔ کئی تالیفات اور مسند بھی مرتب کی (۱۱)۔ کہا جاتا ہے کہ بقی بن مخلد (م ۲۶۲ھ) ان کی المسند اندلس لے گئے اور لوگوں کو اس سے متعارف کرایا (۱۲)۔

☆ عبد بن حمید ابو محمد الکسی م ۲۴۹ھ (۱۳) اپنے وقت کے صاحب تصنیف عالم تھے۔

۱۔ وفیات الاعیان '۲/ ۲۰۰؛ سیر '۱۱/ ۳۵۸؛ تہذیب '۱/ ۲۱۶؛ میزان '۱/ ۱۸۲

۲۔ تہذیب '۱/ ۲۱۹؛ سیر '۱۰/ ۷۰ '۱۱/ ۳۷۴؛ الفہرست '۳۲۱؛ مسند اسحاق '۲/ ۶۵ ۳ (الف) دارالکتب رقم ۴۵۴

۳۔ وفیات '۲/ ۲۴۳؛ تہذیب '۳/ ۱۶۰؛ تذکرہ '۲/ ۴۳۶؛ میزان '۱/ ۶۶۵؛ سیر '۱۱/ ۴۷۲

۴۔ ان کی کتاب التاریخ اور کتاب الطبقات نجف اور دمشق سے چھپ چکی ہے۔

۵۔ میزان '۱/ ۶۶۵؛ تہذیب '۳/ ۱۶۰

۶۔ تذکرہ '۲/ ۳۲؛ حلیہ '۹/ ۲۳۷؛ العبر '۱/ ۴۳۷

۷۔ تذکرہ '۲/ ۵۳۲

۸۔ الرسالۃ المستطرفہ '۴۸؛ کشف الظنون '۲/ ۱۴۸۶

۹۔ تاریخ بغداد '۴/ ۶؛ تہذیب '۱/ ۱۰؛ تذکرہ '۲/ ۵۰۵؛ العبر '۱/ ۴۴۶

۱۰۔ تہذیب '۱/ ۱۰

۱۱۔ ظاہریہ 'مجموع '۳۷

۱۲۔ المقتبس '۲۶۴

۱۳۔ العبر '۱/ ۴۵۴؛ تہذیب '۶/ ۴۵۵؛ شذرات '۲/ ۱۲۰؛ سیر '۱۲/ ۲۳۵

Marfat.com

جنہوں نے حدیث اور تفسیر پر تالیفات مرتب کیں (۱)۔ کہا جاتا ہے کہ دو مسانید السند الکبیر اور المسند الصغیر مرتب کیں (۲)۔ ان کے شاگرد ابراہیم بن خریم نے ان سے مسند کو روایت کیا (۳)۔ اس مسند کا ایک حصہ کتب خانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے (۴)۔

☆ اسحاق بن منصور ابو یعقوب الکوسج المروزی م ۲۵۱ھ (۵) اپنے وقت کے ممتاز محدث اور فقیہ تھے۔ طلب حدیث کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں (٦)۔ اسحٰق بن راہویہ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ کئی تالیفات بشمول ایک مسند تالیف کی (۷)۔

☆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابو محمد الدارمی م ۲۵۵ھ (۸) چوٹی کے عالم حدیث جو اپنے زہد و ورع کی وجہ سے معروف تھے (۹)۔ کہا جاتا ہے کہ سمرقند میں سنت کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ حافظہ عمدہ تھا۔ تحصیل علم کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر اختیار کئے (۱۰)۔ ان کی تالیفات میں کتاب الجامع کتاب التفسیر اور المسند بیان کی جاتی ہیں (۱۱)۔ ان کی المسند متداول ہے۔

☆ احمد بن سنان ابو جعفر القطان الواسطی م ۲۵۸ھ (۱۲) واسطہ کے ثقہ محدث اور عالم تھے۔ مولفین صحاح ستہ نے اپنی تالیفات میں ان کی مرویات کو شامل کیا (۱۳) صاحب تصانیف تھے ایک مسند بھی تالیف کی (۱۴)۔

۱۔ سیزگین '۱/۱۱۳؛ سیر '۱۲/۲۳۵
۲۔ الرسالۃ المستطرفہ '۵۰
۳۔ تہذیب '٦/۴۵٦
۴۔ ظاہریہ 'حدیث '۲۷۵ '۲۴۸
۵۔ تاریخ بغداد '٦/۳٦۲؛ تذکرہ '۲/۵۲۴؛ تہذیب '۱/۲۴۹؛ شذرات '۲/۱۲۳؛ سیر '۱۲/۲۵۸
٦۔ تاریخ بغداد '٦/۳٦۲
۷۔ الرسالۃ المستطرفہ '۵۱
۸۔ تاریخ بغداد '۱۰/۲۹
۹۔ ایضاً '۱۰/۲۹؛ تہذیب '۵/۲۹۵
۱۰۔ تہذیب '۵/۲۹٦
۱۱۔ تاریخ بغداد '۱۰/۲۹؛ تہذیب '۵/۲۹۵
۱۲۔ تذکرہ '۲/۵۲۱؛ شذرات '۲/۱۳۷
۱۳۔ شذرات '۲/۱۳۷
۱۴۔ الرسالۃ المستطرفہ '۵۱؛ شذرات '۲/۱۳۷

Marfat.com

☆ یعقوب بن شیبہ ابو یوسف السدوسی البصری م ۲۶۲ھ (۱) بصرہ کے ثقہ صاحب تصنیف عالم تھے۔ الذہبی کا کہنا ہے کہ ان کی مسند تمام مسانید سے بہتر تھی۔ لیکن وہ اسے مکمل نہ کر سکے (۲)۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے چالیس وراق مسند کو لکھنے کے لئے مقرر کئے ہوئے تھے (۳)۔

☆ احمد بن منصور ابو بکر الرمدی البغدادی م ۲۶۵ھ (۴) ثقہ محدث تھے جنہوں نے طلب حدیث کے لئے سفر کئے۔ محدث عبدالرزاق الصنعانی سے استفادہ کے لئے صنعاء بھی گئے (۵)۔ ایک مسند کے مولف تھے (۶)۔

☆ محمد بن ابراہیم بن مسلم الطرسوسی البغدادی م ۲۷۳ھ (۷) علم حدیث کی تحصیل اور اس کی اشاعت کے لئے طرسوس میں رہائش اختیار کر لی تھی (۸)۔ حافظہ کمزور تھا لیکن مکتوب ذخیرہ سے جو احادیث بیان کرتے ان کو مستند مانا جاتا (۹)۔ ایک مسند ان کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے (۱۰)۔

☆ بقی بن مخلد ابو عبدالرحمٰن القرطبی م ۲۷۶ھ (۱۱) اندلس کے معروف محدث جنہوں نے تحصیل علم حدیث کے لئے بلاد مشرق کا سفر کیا (۱۲)۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث و سنت

۱۔ الہدایہ' ۱۱/ ۳۵؛ تاریخ بغداد' ۱۴/ ۲۸۱؛ تذکرہ' ۲/ ۵۷۷؛ النجوم الزاہرہ' ۳/ ۳۷

۲۔ تاریخ بغداد' ۱۴/ ۲۸۱؛ العبر' ۲/ ۲۵: مسند کا ایک حصہ مسند عمر بن عبدالعزیز کے نام سے بیروت سے ۱۳۵۹ھ میں چھپ چکا ہے۔

۳۔ تاریخ بغداد' ۱۴/ ۲۸۱

۴۔ تاریخ بغداد' ۵/ ۱۵۰؛ میزان' ۱/ ۱۵۸؛ تہذیب' ۱/ ۸۳؛ تذکرہ' ۲/ ۵۶۴؛ شذرات' ۲/ ۱۴۸

۵۔ تاریخ بغداد' ۵/ ۱۵۱

۶۔ الرسالۃ' ۴۹؛ تاریخ بغداد' ۵/ ۱۵۱؛ تہذیب' ۱/ ۸۴

۷۔ تاریخ بغداد' ۱/ ۳۹۴؛ تذکرہ' ۲/ ۵۳۱' میزان' ۳/ ۴۴؛ تہذیب' ۹/ ۱۵

۸۔ تاریخ بغداد' ۱/ ۳۹۶

۹۔ تہذیب' ۹/ ۱۵۔ ۱۶

۱۰۔ شذرات' ۲/ ۶۴؛ ظاہریہ' حدیث ۳۸۷؛ مجموع' ۱۰۱: "مسند عبداللہ بن عمر" احمد الراتب کی تحقیق کے ساتھ بیروت سے ۱۳۹۳ھ میں شائع ہو گئی ہے۔

۱۱۔ ابن الفرضی' ۱/ ۱۰۷؛ نفح الطیب' ۲/ ۵۱۸؛ شذرات' ۲/ ۱۶۹

۱۲۔ العبر' ۲/ ۵۷

Marfat.com

سے ان کی والہانہ محبت کی وجہ سے اندلس نے "ارض الحدیث والسند" کی حیثیت اختیار کرلی (۱)۔ صاحب تالف تھے۔ تفسیر اور مسند مرتب کیں (۲)۔

☆ عثمان بن سعید ابو عثمان الدارمی م ۲۸۲ھ (۳) تحصیل علم حدیث کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر کیے (۴)۔ جھمیہ کے رد میں ایک کتاب نیز ایک مسند بھی تالیف کی (۵)۔

☆ ابراہیم بن اسحاق ابو اسحاق الحربی م ۲۸۵ھ (٦) اپنے زمانے کے مشہور محدث اور لغوی تھے (۷)۔ کئی تصانیف بشمول ایک مسند تالیف کی (۸)۔

☆ ابن ابی عاصم ابو بکر احمد بن عمرو الشیبانی م ۲۸۷ھ (۹) نامور محدث جنہوں نے کئی تالیفات بشمول ایک مسند مرتب کی جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں پچاس ہزار احادیث تھیں (۱۰)۔

☆ احمد بن عمرو بن عبد الخالق ابو بکر البزار م ۲۹۲ھ (۱۱) بصرہ کے ممتاز محدث تھے۔ ثقہ تھے لیکن محض حافظہ پر اعتماد کی وجہ سے غلطی بھی کرتے (۱۲)۔ ایک مسند ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس کے کچھ اجزاء دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں (۱۳)۔ ابن حجر کا قول ہے کہ انہوں نے اس مسند کو دیکھا تھا (۱۴)۔

۱۔ ابن الفرضی '۱ / ۱۰۷

۲۔ کشف الظنون '۱ / ۴۴۴ ؛ ۲ / ۱٦۷۹ ؛ الرسالۃ '۵٦

۳۔ الجرح '٦ / ۱۵۳ ؛ طبقات السبکی '۲ / ۳۰۵ ؛ شذرات '۲ / ۱۷٦ ؛ سیر '۳

۴۔ تذکرہ '۲ / ٦۲۱

۵۔ العبر '۲ / ٦۴ ؛ تذکرہ '۲ / ٦۲۲ ؛ سیر '۱۳ / ۳۱۹

٦۔ العبر '۲ / ۷۴ ؛ الفہرست '۳۲۳ ؛ تاریخ بغداد '٦ / ۲۸ ؛ تذکرہ '۲ / ۵۸۴ ؛ سیر '۱۳ / ۳۵٦ ؛ شذرات '۲ / ۱۹۰

۷۔ سیر '۱۳ / ۳۵۷

۸۔ العبر '۲ / ۷۴ ؛ سیر '۱۳ / ۳۵٦ '۳٦۹

۹۔ العبر '۲ / ۷۹ ؛ شذرات '۲ / ۱۹۵ ؛ تذکرہ '۲ / ٦۴۰ / سیر اعلام '۱۳ / ۴۳۰

۱۰۔ کشف '۲ / ۱٦۷۸ ؛ الرسالۃ المستطرفہ '۵۰ ؛ سیر '۱۳ / ۴۳۰

۱۱۔ تاریخ بغداد '۴ / ۳۳۴ ؛ تذکرہ '۲ / ٦۵۳ ؛ العبر '۲ / ۹۲ ؛ میزان الاعتدال '۱ / ۱۲۴

۱۲۔ تاریخ بغداد '۴ / ۳۳۵

۱۳۔ سیزگین '۱ / ۱٦۲ ؛ تاریخ بغداد '۴ / ۳۳۴ '۳۳۵

۱۴۔ المطالب العالیہ '۱ / ۴

Marfat.com

☆ ابراہیم بن معقل ابو اسحاق النسفی م ۲۹۵ھ (۱) نسف کے ممتاز محدث تھے۔ قاضی کے فرائض سرانجام دیتے (۲)۔ ایک تفسیر اور مسند تالیف کی (۳)۔

☆ اسماعیل بن اسحاق ابو اسحاق القاضی م ۲۹۹ھ (۴) اپنے زمانے کے ثقہ محدیث تھے۔ علوم قرآن اور حدیث پر تالیفات چھوڑیں ایک مسند بھی مرتب کی (۵)۔

اب متداول مطبوعہ مسانید کے بارے میں مختصر معلومات مہیا کی جاتی ہیں:

مسند الطیالسی

ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری م ۲۰۴ھ (۶) ایرانی النسل تھے۔ خانوادہ زبیر بن العوام سے رشتہ ولایت سے وابستہ تھے۔ تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ ان کے اساتذہ میں اہم شعبہ' الثوری اور حماد بن سلمہ تھے (۷)۔ حافظہ بلا کا پایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ۴۰ ہزار احادیث تک بغیر مکتوب ذخیرہ کو دیکھے روایت کر سکتے تھے (۸)۔ ابن حنبل نے ان کی ثقاہت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: ثقہ صدوق (۹)۔

ابن المدینی کا قول ہے:

مارایت احد احفظ من أبی داؤد (۱۰)

ان کی مسند ابتدائی مسانید میں سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مسند کے مرتب ان کے شاگرد یونس بن حبیب م ۲۶۷ھ تھے (۱۱)۔ مسند الطیالسی میں ڈھائی ہزار سے زائد احادیث ہیں جو تقریباً ۲۸۰ صحابہ سے مروی ہیں۔ مولف نے بعض مواقع پر احادیث کے مختلف طرق اور

۱۔ تذکرہ' ۲/ ۶۸۶؛ العبر' ۲/ ۱۰۰

۲۔ العبر' ۲/ ۱۰۰

۳۔ العبر' ۲/ ۱۰۰؛ کشف الظنون' ۲/ ۱۶۸۵

۴۔ طبقات الحفاظ' ۲۷۵

۵۔ ایضاً؛ الرسالۃ المستطرفہ' ۵۳

۶۔ طبقات ابن سعد' ۷/ ۲۹۸؛ التاریخ الکبیر' ۴/ ۱۰۰؛ میزان الاعتدال' ۲/ ۲۰۳؛ تاریخ بغداد' ۹/ ۲۴؛ شذرات' ۲/ ۱۲' سیر اعلام النبلاء' ۹/ ۳۷۸

۷۔ تذکرہ' ۱/ ۳۵۲؛ سیر' ۹/ ۳۸۰

۸۔ سیر اعلام' ۹/ ۳۸۰' ۳۸۱؛ تذکرہ' ۱/ ۳۵۲

۹۔ سیر' ۹/ ۳۸۴؛ تذکرہ' ۱/ ۳۵۲

۱۰۔ الرسالۃ المستطرفہ' ۴۶۔۴۷؛ تدریب الراوی' ۲/ ۱۵۴؛ شرح علل' ۱/ ۷؛ سیر' ۹/ ۳۸۳ ؛ ابوبکر خطیب کا کہنا ہے کہ ابو مسعود الرازی نے یونس بن حبیب کے لئے مسند کو مرتب کیا (سیر' ۹/ ۳۸۲)

Marfat.com

الفاظ بیان کئے ہیں۔ بعض مقامات پر وضاحتی تشریحی نوٹ بھی ملتے ہیں۔

احمد عبدالرحمٰن ساعاتی نے مسند کو ابواب پر مرتب کر کے اس کا نام منحة المعبود رکھا ہے۔ یہ کتاب المکتبہ الاسلامیہ بیروت سے ۱۳۷۳ھ اور دوبارہ ۱۴۰۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

مسند حمیدی

عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ الحمیدی المکی م ۲۱۹ھ (۱) اپنے وقت کے امام تھے۔ سفیان بن عینیہ، الولید بن مسلم اور شافعی ایسے علماء کی مجالس درس سے وابستہ رہے (۲)۔ حمیدی کے شاگردوں میں امام بخاری، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابو زرعہ رازی وغیرہ چوٹی کے علماء تھے۔ ابن عینیہ کی مجالس درس میں ۱۹ سال تک شریک ہوتے رہے جس کی وجہ سے ابن عینیہ کی روایات کے امین بنے (۳)۔

امام احمد بن حنبل اور ابو حاتم نے ان کو حدیث میں ثقہ امام قرار دیا ہے (۴)۔

اسحاق بن راہویہ اپنے زمانہ کے تین علماء میں سے ایک حمیدی کا نام شامل کیا ہے (۵)۔

حمیدی کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے اور شافعی نے مشترکہ طور پر ابن عینیہ سے استفادہ کیا۔

متعدد تصانیف ہیں جن میں سے اہم مسند (۶) حمیدی ہے مسند کے روای ابو اسماعیل السلمی م ۲۸۰ھ ہیں (۷)۔ ہم تک مسند بشر بن موسیٰ (۸) کی روایت سے پہنچی ہے۔ (۹)

مسند میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و تابعین کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ بعض مقامات پر غریب و مشکل الفاظ کی توضیح بھی ملتی ہے۔

۱۔ الجمع بین رجال الصحیحین، ۱/۲۶۵؛ تذکرہ، ۲/۴۱۳؛ تہذیب، ۵/۲۱۴؛ شذرات، ۲/۴۵؛ سیر، ۱۰/۶۱۶

۲۔ سیر اعلام، ۱۰/۶۱۶؛ تہذیب، ۵/۲۱۵

۳۔ سیر اعلام، ۱۰/۶۱۷؛ طبقات السبکی، ۲/۱۴۰

۴۔ ایضاً، ۱/۶۱۶؛ ایضاً، ۲/۱۴۰

۵۔ سیر، ۱۰/۶۱۸۔۶۱۹؛ ایضاً، ۲/۱۴۰

۶۔ سیر، ۱۰/۶۱۶

۷۔ مسند حمیدی، مقدمہ، ۱/۵۶

۸۔ سیر، ۱۳/۳۵۲۔۳۵۴؛ تاریخ بغداد، ۷/۸۶

۹۔ مسند حمیدی، مقدمہ، ۱/۵۷

Marfat.com

مسند ابن راھویہ

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی التیمی م ۲۳۸ھ (۱) ابن راھویہ کے نام سے علمی حلقوں میں معروف ہیں۔ علم حدیث کی تحصیل کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر کیے (۲)۔ قدرت نے بہترین حافظہ سے نوازا تھا (۳)۔ کئی کتابوں کے مولف تھے۔ ان کی تالیفات میں مسند کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہ مسند ماسوائے جلد ششم کے مرور زمانہ کے ساتھ ضائع ہو گئی (۴)۔ مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن راھویہ نے مسند کو اپنی زندگی میں مکمل کر لیا تھا اور اپنے شاگردوں کو اس کا املاء بھی کرا دیا تھا (۵)۔ محفوظ مخطوطہ کا آغاز ابو ھریرہ کی روایات سے ہوتا ہے اور آخر میں عبداللہ بن عباس کی روایات ہیں انہوں نے مسند کو اجزاء میں تقسیم کر رکھا تھا۔ عبداللہ بن شیرویہ (م ۳۰۶ھ) نے اس مسند کو اپنے شیخ سے روایت کیا (۶)۔ ابن حزم نے مسند ابن راھویہ کو حدیث کے دوسرے طبقہ میں رکھا ہے (۷) ابن صلاح نے بھی مسند ابن راھویہ کو دوسری مسانید پر ترجیح دی ہے (۸) ابو زرعہ نے مسند کو اس میں درج احادیث کی صحت کی بنیاد پر عمدہ کہا ہے (۹) یہ مسند چھٹی صدی ہجری میں مختلف علاقوں میں بطور نصاب رہی (۱۰) یہ جزء اب زیور طباعت سے آراستہ ہو گیا ہے،

۱۔ وفیات الاعیان، ۱/۱۹۹: تاریخ بغداد، ۲/۳۴۵؛ کتاب الانساب، ۶/۵۶ تذکرہ، ۲/۴۳۳؛ تہذیب، ۱/۲۱۶؛ العبر ۱/۴۲۶؛ سیر اعلام، ۱۱/۳۵۸

۲۔ تاریخ بغداد، ۶/۳۴۶؛ ابن عساکر، ۲/۴۱۰

۳۔ ایضاً ۶/۳۵۱۔۳۵۲؛ سیر ۱۱/۳۶۹

۴۔ جلد ششم مخطوط صورت میں دار الکتب، مصر میں موجود ہے۔ اس جزء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل تھی (مسند ابن راھویہ، ۶/الف، ۳۶۴) ابن حجر نے بھی اپنی کتاب المطالب العالیہ میں اس کی چھ جلدوں کا ذکر کیا ہے (المطالب، ۱/۳؛ تذکرہ ذیل، ۳۴۴)

۵۔ وفیات الاعیان، ۱/۲۰۰

۶۔ تذکرہ ۲/۷۰۵؛ العبر، ۲/۱۲۹

۷۔ تدریب، ۱/۱۱۰؛ عجالہ نافعہ، ۳۴۔۳۵

۸۔ الباعث، ۳۵

۹۔ تدریب، ۱/۱۷۳

۱۰۔ الطبقات للسبکی، ۵/۸

Marfat.com

مسند احمد بن حنبل

احمد بن محمد بن حنبل ابو عبداللہ الشیبانی المروزی م ۲۴۱ھ (۱) عربی النسل تھے (۲) چھوٹی ہی عمر سے تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے اور بہت جلد اپنے علم و فضل کی وجہ سے شہرت حاصل کرلی۔ عبدالرزاق الصنعانیؒ اور امام شافعیؒ نے علم میں ان کی فضیلت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے (۳)

مسند تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کا انتخاب حدیث کے ایک معتدبہ ذخیرہ سے کیا۔ یہ سات سو صحابہ کی مرویات (بشمول خواتین) پر مشتمل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے زمانہ طالب علمی ہی سے احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ متن و سند کی مقبولیت کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔ اس میں مرفوع کے علاوہ مقطوع احادیث اور آثار صحابہ بھی ہیں۔ ابن حنبل اپنی زندگی میں المسند کو مرتب نہ کر سکے البتہ اپنے بیٹے کو اس کا بیشتر حصہ سنادیا تھا (۴)۔

حافظ ابوالخیر شمس الدین جزری المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد شرع فی جمع هذا المسند فكتبه فی أوراق مفرده و فرقه فی أجزاء منفردة علی نحو ماتكون ا لمسودة ثم جاء حلول المنية قبل حصول الأمنية فبادر باسماعه لأولاده وأهل بيته ومات قبل تنقيحه وتهذيبه فبقی علی حاله (۵)

ان تمام مسانید میں امام احمد بن حنبلؒ کی مسند کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے مسند کی جمع و تدوین کا کام شروع کیا، اسے ورقوں میں الگ الگ لکھا، پھر اسے جدا جدا اجزاء میں تقسیم کیا تاآنکہ اس نے ایک مسودے کی صورت اختیار کرلی بعد ازین تکمیل سے پہلے ہی پیام موت آگیا۔ انہوں نے اپنی اولاد اہل بیت کو اسے پہلی

۱۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۳۵۴؛ تاریخ بغداد، ۴/ ۴۱۲؛ تذکرہ، ۲/ ۴۳۱؛ وفیات، ۱/ ۶۳؛ العبر، ۱/ ۴۳۵؛ شذرات، ۲/ ۹۶

۲۔ وفیات، ۱/ ۶۳۔ ۶۴؛ سیر، ۱۱/ ۱۷۷۔ ۱۷۸

۳۔ تاریخ بغداد، ۴/ ۴۱۹؛ تهذیب، ۱/ ۷۳؛ طبقات للسبکی، ۲/ ۲۸۔ ۳۱

۴۔ سبکی، ۲/ ۳۱؛ سیر، ۱۱/ ۱۸۱۔ ۳۲۹

۵۔ مسند ش، مقدمہ، ۱/ ۳۰

Marfat.com

فرصت میں سناڈالا اور قبل اس کے کہ تہذیب تنقیح پوری ہوتی آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور مسودہ جوں کا توں رہا۔ پھر ان کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے ان روایات کے مشابہ اور مماثل مسموعات بھی اس میں شامل کر دیئے۔

امام ممدوح کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں:

قلت لأبي لم كرهت وضع الكتاب وقد عملت المسند فقال عملت هذا الكتاب اماماً اذا اختلف الناس في سنة عن رسول الله رجع إليه (۱)

میں نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ آپ کتابیں مرتب کرنے سے کیوں منع کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے خود بھی مسند لکھی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ یہ کتاب میں نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے لکھی ہے۔ جب سنت رسول اللہ کے سلسلے میں لوگوں میں کوئی اختلاف رونما ہوگا تو وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔

احادیث مسند کی صحت

امام ابن تیمیہؒ احادیث مسند کی صحت کے بارے میں فرماتے ہیں: مسند میں روایت کی شرط انہوں نے یہ رکھی ہے کہ ایسے راوی سے روایت نہیں لیں گے جو دروغ گوئی میں ان کے یہاں معروف ہو۔ ہاں ان کے صاحبزادے عبداللہ نے مسند میں کچھ اضافے کئے ہیں۔ بعد ازیں عبداللہ کے شاگرد ابو بکر قطیعی نے بہت سی موضوع حدیثیں زیادہ کر دی ہیں۔ حقیقت حال سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں بھی امام احمدؒ ہی کی روایت کردہ ہیں، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے (۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "میں نے مسند کو حدیثاً حدیثاً پڑھا ہے؛ اس میں کوئی ایک دو ایسی حدیثیں نکلیں گی، لیکن اس کا بھی دفاع ہو سکتا ہے" (۳)

بقول مولانا محمد علی کاندھلوی: "بہر حال اس موضوع پر علماء کی آراء مختلف ہیں اور یہ بات

۱۔ خصائص المسند للمدینی، ۸؛ مسند (ش) مقدمہ، ۱/ ۲۲

۲۔ منہاج السنہ، ۴/ ۲۷

۳۔ تعجیل المنفعہ، ۶، حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدد میں بھی اس مسئلے پر قلم اٹھایا ہے لیکن وہاں بھی انداز دفاعی ہے

Marfat.com

ہمیشہ سے بحث و نظر کا مرکز رہی ہے کہ مسند میں کوئی روایت موضوع موجود ہے یا نہیں ہمیں اس سلسلے میں حافظ ابن تیمیہؒ کا وہ فیصلہ پسند ہے جو انہوں نے اس سے متعلق اپنی کتاب التوسل والوسیلہ میں درج کیا ہے (۱)۔ وہ فرماتے ہیں :

"اگر موضوع سے مراد ہے کہ کسی کذاب راوی کی حدیث مسند میں ہے تو یہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اگر مقصود یہ ہے کہ حضورؐ کی بات کسی ایسے راوی کی راہ سے آئی ہو جو غلط گویا حافظہ کی کمی کا شکار ہے تو یہ بالکل درست ہے۔ مسند اور سنن میں ایسی حدیثیں موجود ہیں" (۲)

اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ مسند احمد اپنی بلند حیثیت کے لحاظ سے ایک مسلم کتاب ہے اور حدیث کا طالب علم اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ گولڈ زیہر اور بعض دوسرے متعصب مستشرقین نے بھی اس کی اہمیت وافادیت کا اعتراف کیا ہے (۳)

کتب مصنفات

بعض مولفین نے اہتمام کیا کہ وہ اپنے مجموعہ ہائے احادیث میں صحیح اور مسند احادیث کا ذکر کریں گے۔ اب ایسے مجموعوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں احادیث کو ابواب کی صورت میں مرتب اور منقح کر کے پیش کیا گیا۔ ان مبوب کتابوں کو ان کے مؤلفین نے الجامع، السنن، المصنف، الموطأ وغیرہ کے نام دیئے ان میں سے بعض کے بارے میں مختصر معلومات درج ذیل ہے۔

☆ ابو عبداللہ مکحول الشامی (م ۱۱۶ھ) نے السنن نام سے ایک کتاب تالیف کی (۴)۔

عبدالملک بن عبدالعزیز م ۱۵۰ھ (۵) جو ابن جریج کے نام سے معروف ہیں حدیث و تفسیر کے جید عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا شمار ان اولین لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے

۱۔ امام اعظمؒ اور علم حدیث، ۴۲۶

۲۔ التوسل والوسیلہ، ۱۶۰

۳۔ گولڈ زیہر، مقالہ بزبان جرمن (ترجمہ) Zeitcshrift، ۴۶۶ Pat ton's Mihna

۴۔ الفہرست، ۲۲۷

۵۔ الجرح، ۵ /۳۵۶؛ تاریخ بغداد، ۱۰/ ۴۰۰؛ وفیات، ۳/ ۱۶۳؛ میزان: ۲/ ۶۹؛ تھذیب، ۶/ ۴۰۲؛ تذکرہ، ۱/ ۱۶۹؛ سیر، ۶/ ۳۲۶

Marfat.com

احادیث کو ابواب کے تحت جمع کیا(۱) صاحب تالیف تھے۔ ان کی تالیفات میں الجامع اور کتاب السنن کا بھی ذکر آتا ہے(۲) مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ مشہور محدث سعید نے ان کی جامع حجاج بن محمد (م۲۰۶ھ) سے سنی (۳)۔ علم حدیث سے شغف کی وجہ سے عظیم لقب سید شباب اہل الحجاز سے ملقب کیا گیا(۴)

☆ نعمان بن ثابت ابو حنیفہ (م۱۵۱ھ) تفصیلات گزر چکی ہیں۔

☆ معمر بن راشد ابو عروہ الازدی م ۱۵۳ھ (۵) اپنے وقت کے ممتاز عالم و محدث تھے۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کی روایت کا شرف حاصل ہوا(۶)۔ ابن حبان کے بقول تحصیل علم کے لئے یمن سب سے پہلے جانے والوں میں سے تھے (۷)۔ جامع اور مصنف دو مجموعے ان کی تالیفات میں سے ہیں (۸)۔ کتاب الجامع عبد الرزاق الصنعانی کی مصنف کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

☆ سعید بن ابی عروبہ ابو النصر البصری م ۱۵۶ھ (۹) چوٹی کے ہمعصر علماء سے اکتساب فیض کیا۔ قتادہ کی روایات کے لئے ثقہ سمجھے جاتے (۱۰)۔ ابن حنبل نے ان کو اور ان کے استاد قتادہ کو قدری کہا ہے (۱۱)۔ کئی تالیفات کے مولف ہیں جن میں الجامع اور السنن بھی تھیں (۱۲)۔ کتاب السنن کے راوی عبد الوہاب الخفاف تھے (۱۳)۔

۱۔ سیر اعلام، ۶/ ۳۲۶-۳۲۸؛ تاریخ بغداد، ۱۰/ ۴۰۰-۴۰۱

۲۔ الفہرست، ۳۱۶؛ الرسالہ، ۲۶-۲۷؛ تہذیب، ۴/ ۲۴۴

۳۔ تہذیب، ۹/ ۲۴۴

۴۔ سیر، ۶/ ۳۲۸

۵۔ میزان، ۴/ ۱۵۴؛ سیر، ۷/ ۵؛ تذکرہ، ۱/ ۱۹۰؛ تہذیب، ۱۰/ ۲۴۳؛ شذرت، ۱/ ۲۳۵

۶۔ سیر ۵/ ۳۱۱؛ تذکرہ، ۱/ ۱۹۰؛ میزان ۴/ ۱۵۴

۷۔ ایضاً، ۷/ ۷

۸۔ الرسالۃ المستطرفۃ، ۳۶

۹۔ الجرح ۴/ ۶۵؛ تہذیب، ۴/ ۶۳؛ تذکرہ، ۱/ ۱۷۷؛ سیر، ۶/ ۴۱۳

۱۰۔ سیر، ۶/ ۴۱۷؛ تہذیب، ۴/ ۶۶

۱۱۔ تذکرہ، ۱/ ۱۵۸؛ سیر، ۶/ ۴۱۴؛ تہذیب، ۴/ ۶۵؛ ذہبی کا کہنا ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ پر نادم تھے اور تائب ہو گئے تھے (سیر، ۶/ ۴۱۴)

۱۲۔ الفہرست، ۳۱۷؛ سیر، ۶/ ۴۱۷

۱۳۔ سیر، ۶/ ۴۱۷

Marfat.com

☆ محمد بن عبدالرحمن ابو الحارث م ۱۴۷ھ (۱) ابن ابی ذئب کے نام سے علمی حلقوں میں متعارف ہیں۔ مدینہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ اکتساب علم کے بعد نوجوان نسل کے لئے حدیث کی مجالس قائم کیں اور ایک کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا (۲) بہترین حافظہ کے مالک تھے عابد و زاہد تھے۔ امراء کی غیر ضروری تکریم و تعظیم سے ہمیشہ اجتناب کیا (۳)۔ الموطأ اور السنن ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں (۴)۔

☆ زائدہ بن قدامہ ابو الصلت الثقفی الکوفی م ۱۶۱ھ (۵) سنت کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا (۶)۔ صاحب تالیف تھے۔ ان کی تالیفات میں کتاب السنن اور مصنف بھی تھیں (۷)۔ کتاب السنن کے راوی معاویہ بن عمرو الازدی (م ۲۱۴ھ) تھے (۸)۔

☆ سفیان بن سعید الثوری ابو عبداللہ م ۱۶۳ھ (۹) حدیث و فقہ کے سنجیدہ طالب علم اور اپنے وقت کے ممتاز عالم۔ تحصیل علم کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا (۱۰) حدیث سے بے پناہ محبت کی وجہ سے "امیر المومنین فی الحدیث" کا عظیم لقب حاصل کیا (۱۱)۔ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے زاہد و عابد تھے (۱۲)۔ صاحب تالیف تھے (۱۳)۔

۱۔ وفیات الأعیان، ۴/۱۸۳؛ تذکرہ، ۱/۱۹۱؛ العبر، ۱/۲۳۱؛ تہذیب، ۹/۳۰۳؛ شذرات، ۱/۲۴۵؛ سیر، ۷/۱۳۹؛ تاریخ بغداد ۲/۲۹۶

۲۔ سیر، ۷/۱۴۰؛ تہذیب، ۹/۳۰۴؛ تذکرہ، ۱/۱۹۱

۳۔ ایضاً، ۷/۱۴۳

۴۔ سیر، ۷/۱۴۷، ۱۴۹

۵۔ طبقات ابن سعد، ۶/۳۷۸؛ تذکرہ، ۱/۲۱۵؛ تہذیب، ۳/۳۰۶؛ شذرات، ۱/۲۵۱؛ سیر ۷/۳۷۵

۶۔ سیر، ۷/۳۷۶، ۳۷۷؛ تہذیب، ۳/۳۰۵؛ تذکرہ، ۱/۱۲۵

۷۔ سیر، ۷/۳۷۷؛ الفہرست، ۳۳۰

۸۔ تہذیب، ۱۰/۲۱۶

۹۔ طبقات ابن سعد، ۶/۳۷۱؛ الجرح، ۱/۵۵، ۴/۲۲۲؛ تاریخ بغداد، ۹/۱۵۱؛ تہذیب، ۴/۱۱۱؛ سیر، ۷/۳۲۹

۱۰۔ سیر، ۷/۳۲۰

۱۱۔ سیر، ۷/۲۳۸؛ تہذیب، ۴/۱۱۳

۱۲۔ سیر، ۷/۲۴۱؛ تہذیب، ۴/۱۱۳، ۱۱۴

۱۳۔ سیر، ۷/۲۳۰؛ الرسالہ، ۳۱؛ الفہرست، ۳۱۵

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ نے ان کی جامع کو بہت پسند کیا(۱)۔ مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی الجامع عبداللہ بن ولید العدنی کو املاء کرائی تھی۔(۲)

☆ ابراہیم بن طہمان ابو سعید الہروی م ۱۶۳ھ (۳) حدیث کے زیرک طلباء میں سے تھے۔ تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کیے تاکہ وہاں کے شیوخ سے استفادہ کر سکیں (۴)۔ فرقہ جہمیہ کے سخت مخالف تھے اور ان کو دہریہ کہتے تھے (۵)۔ حدیث پر ان کا ایک مخطوط "مشیخہ" ظاہریہ لائبریری میں موجود ہے (۶)۔ ابن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم ان کی ثقاہت کی تعریف کرتے تھے (۷)۔ کہا جاتا ہے کہ بہت زیادہ مہمان نواز تھے (۸)۔

☆ حماد بن سلمہ ابو سلمہ البصری م ۱۶۷ھ (۹) حدیث، فقہ، عربی زبان کے استاذ اور شاگرد تھے۔ ابن حبان کا کہنا ہے کہ تحصیل علم کے لئے انہوں نے دور دراز علاقوں کے سفر کیے (۱۰) صاحب تالیف تھے الجامع کے نام سے احادیث کا مجموعہ تیار کیا جو یحییٰ بن معین نے بھی اپنے شیوخ سے لکھا۔ (۱۱) السنن نام سے بھی ایک تالیف ان کی طرف منسوب ہے (۱۲)۔ حب دنیا سے دور تھے اور ابدال میں شمار ہوتے تھے (۱۳)

۱۔ تاریخ بغداد، ۲/ ۱۱؛ رسالۃ ابو داؤد، ۷

۲۔ کتاب المعرفۃ، ۱/ ۱۸۷

۳۔ تاریخ بغداد، ۶/ ۱۰۵؛ تذکرہ، ۱/ ۲۱۳؛ میزان، ۱/ ۳۸؛ تہذیب، ۱/ ۱۲۹؛ شذرات، ۱/ ۲۵۷؛ سیر، ۷/ ۳۷۸

۴۔ سیر، ۸/ ۳۷۹؛ تہذیب، ۱/ ۱۲۹

۵۔ سیر، ۷/ ۳۸۰، ۳۸۱؛ تاریخ بغداد، ۶/ ۱۰۹؛ تہذیب، ۱/ ۱۳۰

۶۔ ظاہریہ، مجموع، ۱۰۷؛ ڈاکٹر طاہر ملک کی تحقیق ہے کہ لفظ السنن تھا جس کو "مشیخہ" کر دیا گیا دیکھئے جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (۱۹۷۶ء)، صفحہ اوبعد

۷۔ سیر، ۷/ ۳۸۰، ۳۸۱؛ تہذیب، ۱/ ۱۲۹، ۱۳۱

۸۔ ایضاً، ۷/ ۳۸۲

۹۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۲۸۲؛ الجرح، ۳/ ۱۴۰؛ تذکرہ، ۱/ ۲۰۲؛ میزان، ۱/ ۵۹۰؛ العبر، ۱/ ۲۴۸؛ تہذیب، ۳/ ۱۱

۱۰۔ صحیح ابن حبان، ۱/ ۸۵

۱۱۔ سیر، ۷/ ۴۵۲

۱۲۔ الفہرست، ۳۳۱

۱۳۔ تذکرہ، ۱/ ۲۰۳؛ وفیات، ۳/ ۳۲

Marfat.com

☆ عبداللہ بن المبارک بن واضح ابو عبدالرحمٰن الحنظلی التیمی المروزی م۱۸۱ھ (۱) حدیث و فقہ کی تحصیل کے لئے مختلف علاقوں میں مقیم شیوخ کی مجالس میں حاضر ہوئے (۲)۔ حافظہ عمدہ پایا تھا اور اپنے وقت کے جید عالم تھے (۳)۔ کئی کتب کے مولف تھے (۴) کتاب السنن نام سے مجموعہ احادیث بھی ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (۵)۔ عربی زبان اور صرف و نحو پر دسترس تھی (۶) جود و سخا ان کی طبیعت میں رچی بسی تھی اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کیلئے مشہور تھے۔ ان کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے ان کی موت سے پیدا ہونے والے خلاء کا اظہار ان الفاظ میں کیا مات الیوم سید العلماء (۷)۔

☆ اسماعیل بن عیاش ابو عتبہ العنسی الحمصی م۱۸۱ھ (۸) حمص کے مشہو عالم اور سنت کے زبردست داعی تھے (۹) حافظہ عمدہ تھا۔ محدثین پر بے دریغ خرچ کرنے والے تھے (۱۰)۔ انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ المصنف بھی مرتب کیا (۱۱)۔

☆ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ابو سعید الکوفی م۱۸۳ھ (۱۲) حدیث و فقہ کے ممتاز عالم (۱۳)

۱۔ الجرح، ۵/۱۷۹؛ وفیات، ۳/۳۲؛ تذکرہ، ۱/۲۷۴)؛ العبر، ۱/۲۸۰؛ شذرات، ۱/۲۹۵؛ سیر ۸/۳۷۹؛ تاریخ بغداد، ۱۰/۱۵۲؛ تہذیب، ۵/۳۸۲

۲۔ تاریخ بغداد، ۱۰/۱۵۵؛ کتاب الثقات، ۷/۸؛ سیر، ۸/۳۷۹

۳۔ سیر، ۸/۳۹۲، ۳۹۳؛ تاریخ بغداد، ۱۰/۱۶۵، ۱۶۶

۴۔ الفہرست، ۳۳۳؛ تہذیب، ۶/۳۸۶؛ تاریخ بغداد، ۱۰/۱۶۴، ۱۶۷

۵۔ الفہرست، ۳۳۳؛ کتاب الثقات، ۷/۸

۶۔ تذکرہ، ۱/۲۷۶

۷۔ سیر، ۷/۳۹۰، ۱۴۱۸؛ تاریخ بغداد، ۱۰/۱۶۳

۸۔ الجراح، ۲/۱۹۱؛ تذکرہ، ۱/۲۳۳؛ میزان، ۱/۲۴۰؛ العبر، ۱/۲۲۷؛ تہذیب، ۱/۳۲۱؛ شذرات، ۱/۲۴۰؛ سیر، ۸/۳۱۲

۹۔ سیر، ۸/۳۱۳، ۳۱۴

۱۰۔ سیر، ۸/۳۱۵؛ میزان، ۱/۲۴۰

۱۱۔ تہذیب، ۱/۳۲۴

۱۲۔ الجرح، ۹/۱۴۴؛ تاریخ بغداد، ۱۴/۱۱۴؛ تذکرہ، ۱/۲۳۶؛ تہذیب، ۱۱/۲۲۱؛ شذرات، ۱/۲۹۸؛ سیر، ۸/۳۳۷

۱۳۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۸؛ تہذیب، ۱۱/۲۰۷، ۲۰۹؛ سیر، ۸/۳۳۷

Marfat.com

جن کا حافظہ بھی عمدہ تھا(۱) کوفہ میں مبوب مجموعے مرتب کرنے والوں میں اولیت کا شرف حاصل تھا(۲)۔ دیگر تالیفات میں ایک کتاب السنن بھی تھی (۳)۔ مدائن میں بطور قاضی فرائض انجام دیئے (۴)۔ مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیع (م ۱۹۷ھ) نے ان کی تالیفات کو مرتب کیا(۵)

☆ ہشیم بن بشیر ابو معاویہ السلمی الواسطی م ۱۸۳ھ (۶) اپنے وقت کے نامور محدثین سے علم حدیث کی تحصیل کی (۷)۔ بہترین حافظہ کے مالک تھے بقول عبداللہ بن المبارک پیرانہ سالی میں بھی حافظہ برقرار رہا (۸)۔ طلبہ ان کی بہت توقیر کرتے اور ان پر اپنے استاد کا رعب ودبدبہ تھا(۹)

☆ معافی بن عمران ابو مسعود الازدی الموصلی م ۱۸۵ھ (۱۰) تحصیل علم کے لئے سفر اختیار کئے (۱۱) اپنے اساتذہ کی طرح نوجوانوں کے لئے مجالس علم منعقد کیں (۱۲) ضرورت مندوں پر خرچ کرنے والے زاہد وعابد تھے (۱۳)۔ تصانیف میں ایک السنن بھی تھی(۱۴)

☆ محمد بن فضیل بن غزوان ابو عبدالرحمٰن الضبی الکوفی م ۱۹۵ھ (۱۵) کوفہ کے مشہور

۱۔ ایضاً، ۱۴/ ۱۱۶

۲۔ سیر، ۸/ ۳۳۹، ۳۴۰؛ تہذیب ۱۱/ ۲۰۹

۳۔ الفہرست، ۳۱۶

۴۔ سیر، ۸/ ۳۳۹، ۳۴۰؛ تذکرہ، ۱/ ۲۶۸

۵۔ سیر، ۸/ ۳۳۹

۶۔ الجرح، ۹/ ۱۱۵؛ تاریخ بغداد، ۱۴/ ۸۵؛ تذکرہ، ۱/ ۱۴۸؛ تہذیب، ۱۱/ ۵۹؛ سیر ۸/ ۲۸۷

۷۔ تاریخ بغداد، ۱۴/ ۸۷؛ سیر ۸/ ۲۸۸؛ تذکرہ، ۱/ ۲۴۹

۸۔ تاریخ بغداد، ۱۴/؛ تہذیب، ۱۱/ ۶۱؛ سیر ۸/ ۲۹۰

۹۔ ایضاً، ۱۴/ ۸۹؛ سیر، ۹/ ۸۰، ۸۵؛ تذکرہ، ۱/ ۲۸۷

۱۰۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۴۸۷؛ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۲۲۷؛ العبر ۱/ ۲۹۱؛ تذکرہ، ۱/ ۲۸۷؛ سیر، ۹/ ۸۰

۱۱۔ تاریخ بغداد، ۸/ ۲۲۶، ۲۲۷؛ تھذیب، ۱۰/ ۱۹۹؛ تذکرہ ۱/ ۲۸۷؛ سیر، ۹/ ۸۱

۱۲۔ سیر، ۹/ ۸۱؛ تہذیب، ۱۰/ ۱۹۹

۱۳۔ سیر، ۹/ ۸۳

۱۴۔ سیر، ۹/ ۸۱؛ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۲۲۷

۱۵۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۳۸۹؛ العبر، ۱/ ۳۱۹؛ میزان، ۴/ ۹؛ تذکرہ، ۱/ ۳۱۵؛ تہذیب ۹/ ۳۰۶؛ شذرات، ۲/ ۳۴۴؛ سیر، ۹/ ۱۷۳

Marfat.com

محدث تھے۔ حدیث پر کئی تالیفات مرتب کیں (۱) ان میں ایک کتاب السنن بھی تھی (۲) وکیع بن الجراح ان کے جنازے میں شریک ہوئے (۳)

☆ ولید بن مسلم ابو العباس القرشی الدمشقی م ۱۹۵ھ (۴) اپنے وقت کے اجل شیوخ سے اکتساب حدیث کیا (۵) بعدہ اسلاف کے تتبع میں نوجوانوں کے لئے حلقہ ہائے درس حدیث منعقد کیے (۶)۔ مغازی سے متعلق احادیث کے لئے مشہور تھے (۷)۔ کئی تالیفات کے مولف تھے (۸) ایک کتاب السنن بھی مرتب کی (۹)۔ اوزاعی کی مرویات کے سلسلے میں ان پر تدلیس کا الزام تھا (۱۰)۔

☆ وکیع بن الجراح ابو سفیان الرؤاسی الکوفی م ۱۹۷ھ (۱۱) حدیث و سنت کے سنجیدہ طالب علم جنہوں نے اکتساب فیض کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کیے (۱۲)۔ مجلس درس میں مرتب احادیث ان کے پیش نظر رہیں اپنے شاگردوں کو املاء بھی کراتے (۱۳)۔ کسی نے ان سے حافظہ تیز کرنے کا طریقہ دریافت کیا تو جواب دیا کہ ترک معاصی بہترین طریقہ ہے (۱۴)۔ عقیدہ خلق قرآن کے مخالفین میں سے تھے (۱۵) کئی

۱۔ سیر، ۹/ ۱۷۴

۲۔ الفہرست، ۳۱۶

۳۔ طبقات، ۶/ ۳۸۹

۴۔ طبقات ابن سعد، ۷/ ۴۷۰؛ العبر، ۱/ ۳۱۹؛ تذکرہ، ۱/ ۳۰۲؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۵۱؛ شذرات ۱/ ۳۴۴؛ سیر اعلام، ۹/ ۲۱۱

۵۔ سیر، ۹/ ۲۱۱، ۲۱۲؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۵۱۔۱۵۲؛ تذکرہ، ۱/ ۳۰۲

۶۔ سیر، ۹/ ۲۱۲؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۵۲؛ تذکرہ، ۱/ ۳۰۳

۷۔ تہذیب، ۱۱/ ۱۵۳؛ سیر ۹/ ۲۱۴۔۲۱۶

۸۔ سیر، ۹/ ۲۱۵

۹۔ الفہرست، ۳۳۲

۱۰۔ تہذیب، ۱۱/ ۱۵۴

۱۱۔ طبقات ابن سعد، ۶/ ۳۹۴؛ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۴۶۶؛ تذکرہ، ۱/ ۳۰۶؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۲۳؛ شذرات: ۱/ ۳۴۹، سیر، ۹/ ۱۴۰

۱۲۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۴۶۶

۱۳۔ شرح علل، ۱۷۶؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۲۹

۱۴۔ سیر، ۹/ ۱۰۱؛ تہذیب، ۱۱/ ۱۲۹

۱۵۔ سیر، ۹/ ۱۶۵

Marfat.com

تالیفات بشمول ایک مصنف مرتب کیں ۔ (۱)۔ جسے عباس بن غالب وراق (م ۲۲۳ھ) نے روایت کیا (۲)

☆ عبداللہ بن وھب بن مسلم ابو محمد القرشی المصری م ۱۹۷ھ (۳) چوٹی کے علماء سے اکتساب کیا (۴) اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد نوجوانوں کے لئے مجالس حدیث منعقد کیں (۵)۔ امام مالک ان کے تبحر علمی کے معترف تھے اور مفتی مصر کے لقب سے یاد کرتے (۶) زاہد و عابد تھے کہا جاتا ہے کہ ساٹھ سے زیادہ بار حج کیا (۷) قاضی کا منصب پیش کیا گیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا (۸)۔ امام مالک کی موطأ کی روایت کی (۹)۔ صاحب تصنیف تھے (۱۰)۔ حدیث کا مجموعہ الجامع اور موطأ کے نام سے بھی مرتب کیا (۱۱)۔

☆ سفیان بن عیینہ ابو محمد الھلالی لکوفی م ۱۹۸ھ (۱۲) بچپن سے علم کی تحصیل کا آغاز کیا (۱۳) اور اس غرض کے لئے مختلف علاقوں کے سفر بھی کئے (۱۴)۔ مصادر سے معلوم ہوتا

۱۔ الرسالۃ، ۳۵ ؛ الفہرست، ۵۱، ۳۱۷، ۳۳۱ ؛ سیر ۹ / ۱۵۴ ؛ تذکرہ، ۱ / ۳۰۸

۲۔ طبقات ابن سعد، ۷ / ۳۶۲

۳۔ طبقات، ۷ / ۵۱۸ ؛ العبر ۱ / ۳۲۲ ؛ میزان ۲ / ۵۲۱ ؛ تھذیب، ۶ / ۷۱ ؛ شذرات، ۱ / ۳۴۷ ؛ سیر، ۹ / ۲۲۳

۴۔ سیر، ۹ / ۲۲۳، ۲۲۴ ؛ تھذیب : ۶ / ۷۱

۵۔ ایضا ۹ / ۹۹۴ ؛ ایضا ۶ / ۷۱۔۷۲

۶۔ ایضا ۹ / ۲۲۷ ؛ ایضا ۶ / ۷۴

۷۔ ایضا ۹ / ۲۲۶ ؛ ایضا ۶ / ۷۴

۸۔ ایضا ۹ / ۲۲۹، ۲۳۲ ؛ میزان، ۲ / ۵۲۳

۹۔ ترتیب المدارک، ۲ / ۴۱۵

۱۰۔ سیر، ۹ / ۲۲۵ ؛ میزان ۲ / ۵۲۳

۱۱۔ ایضا، ۹ / ۲۲۵ ؛ کشف الظنون، ۲ / ۵۷۶

۱۲۔ طبقات ابن سعد، ۵ / ۴۹۷ ؛ تاریخ بغداد، ۸ / ۱۷۴ ؛ تذکرہ، ۱ / ۲۶۲ ؛ وفیات، ۲ / ۳۹۱ ؛ تھذیب، ۴ / ۱۱۷ ؛ سیر اعلام، ۷ / ۴۵۴ ؛ شذرات، ۱ / ۳۵۴

۱۳۔ تاریخ بغداد، ۹ / ۱۷۶ ؛ سیر ۸ / ۳۵۵

۱۴۔ میزان، ۲ / ۱۷۰ ؛ سیر، ۸ / ۴۵۵

Marfat.com

ہے کہ وہ ابتداء میں کتابت حدیث کی حق میں نہ تھے لیکن بعد میں انہوں نے احادیث کو کتابی صورت میں محفوظ کیا(۱) مودب شاگرد تھے اور آداب مجلس کا لحاظ رکھتے (۲)۔ قرآن، حدیث اور فقہ میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ امام فی الحدیث کا لقب حاصل کیا (۳)۔ حدیث اور تفسیر پر تالیفات آنے والی کچھ نسلوں تک محفوظ رہیں (۴)۔ انہوں نے ایک کتاب السنن بھی تالیف کی۔

☆ موسیٰ بن طارق ابو قرہ الزبیدی م ۲۰۳ھ (۵) صنعاء کے ممتاز محدث و فقیہ تھے۔ ابن جریج کے ساتھ طویل عرصے تک وابستہ رہے اور صاحب ابن جریج کہلائے (۶)۔ علم حدیث میں رسوخ حاصل تھا لہٰذا مجالس علم میں طلبہ کی بڑی تعداد حاضر ہوتی (۷)۔ کئی کتب بشمول الجامع فی السنن تالیف کیں (۸) جس میں امام مالک، امام ابو حنیفہ اور معمر کے شرعی فیصلے تھے (۹) زبید کے قاضی بھی رہے (۱۰)۔

☆ ابو بکر عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الیمنی م ۲۱۱ھ (۱۱)۔ یمن کے اجل علماء میں سے تھے۔ طلب حدیث کے لئے دور دراز مقامات کے سفر کئے۔ وہ کتابت حدیث کی افادیت کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنے ذخیرہ احادیث تحریر میں لانے کا اہتمام کیا، اور مجالس العلم میں عموماً مکتوب ذخیرہ ہی استعمال کیا۔ ان کی جلالت علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے استاد سفیان بن عیینہ نے ان سے روایت کی۔ ان کے

۱۔ ایضاً، ۹/ ۱۷۵، ۱۷۶

۲۔ تقدمۃ الجرح، ۵۰

۳۔ وفیات، ۲/ ۳۹۲؛ تہذیب، ۴/ ۱۱۹، ۱۲۰

۴۔ کشف الظنون، ۱/ ۴۴۰؛ الفہرست، ۳۱۶

۵۔ میزان الاعتدال، ۴/ ۲۰۷؛ تہذیب، ۱۰/ ۳۴۹؛ سیر، ۹/ ۳۴۶

۶۔ میزان، ۴/ ۲۰۷

۷۔ سیر، ۹/ ۳۴۶؛ تہذیب، ۱۰/ ۳۴۹

۸۔ کشف، ۱/ ۱۰۰۶؛ تہذیب، ۱۰/ ۳۵۰؛ الرسالۃ، ۲۷؛ ابن حجر نے ان کی کتاب السنن ایک جلد میں دیکھی تھی (تہذیب، ۱۰/ ۳۵۰)

۹۔ طبقات جعدی، ۶۹۔ ۷۰

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ طبقات، ۵/ ۵۴۷؛ التاریخ الکبیر، ۶/ ۱۳۰؛ الجرح والتعدیل، ۶/ ۳۷؛ تذکرہ، ۱/ ۲۶۴؛ تہذیب، ۶/ ۳۱۰؛ سیر اعلام النبلاء، ۹/ ۵۶۳

Marfat.com

تلامذہ میں مشہور احمد بن حنبل، ابن راھویہ، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی ایسے محدثین تھے۔ علی بن المدینی ان کی جلالت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:
کان اعلمنا و أحفظنا.
شیعیت کی طرف میلان کی سبب بعض ائمہ نے ان کی مرویات پر اعتماد نہیں کیا صاحب تالیف تھے مغازی، تفسیر اور کتاب السنن ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان کی مصنف حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔ کتاب کی آخری جلد میں معمر کی طرف منسوب الجامع بھی موجود ہے۔

☆ سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المروزی م ۲۲۷ھ (۱) ہمعصر محدثین عظام سے استفادہ کیا اور اس مقصد کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اساتذہ میں مالکؒ اور لیث زیادہ مشہور ہیں۔ علم و حدیث میں ان کی ثقاہت و عبور کا اعتراف ہمعصر محدثین اور متاخرین نے بھی کیا ہے۔ احمد بن حنبل نے ان کی خدمات حدیث کا اعتراف کیا۔ ابن حبان اور ابو حاتم کا کہنا ہے۔ ثقة من المتقنين الأثبات ممن جمع و صنف. ان کے حلقہ تلامذہ میں سے مشہور مسلم، ابو داؤد، ابو زرعہ رازی۔ احمد بن حنبل وغیرہ ہیں۔ ابو زرعہ الدمشقی نے ان کے مثالی حافظہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کان حافظا. ذھبی کا قول ہے: کان ثقه صادقا من أوعية العلم۔ صاحب تالیف تھے امام حاکم کا قول ہے:
احدا ئمة الحديث له مصنفات كثيرة.
ان کی تالیفات مفقود ہیں کچھ عرصہ پہلے ان کی کتاب السنن کی تیسری جلد کے دو حصے حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ہندوستان میں ۱۹۸۲ء میں طبع ہو چکی ہے۔ السنن کے دستیاب اجزاء کتاب الولایۃ سے شروع ہوتی ہے اور کتاب الشھادۃ پر ختم ہوتی ہے۔ درمیان میں جہاد، نکاح اور طلاق سے متعلق روایات کا معتدبہ حصہ موجود ہے۔ اس کتاب کو مصنف سے محمد بن علی بن زید الصائغ (م ۲۹۱ھ) اور احمد بن نجدہ بن العریان نے روایت کیا ہے

☆ روح بن عبادہ بن حسان ابو محمد القیسی البصری م ۲۰۵ھ (۲) علم سے محبت و شغف نے اپنے اساتذہ بالخصوص شعبہ اور ابن جریج کی توجہ کا خصوصی مرکز رہے (۳) اسلاف کا

۱۔ طبقات ابن سعد، ۵ / ۵۰۲؛ التاریخ الکبیر ۳ / ۴۱۶؛ تذکرہ، ۲ / ۴۱۶؛ تھذیب، ۴ / ۸۹؛ شذرات، ۲ / ۵۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۰ / ۶۸۶

۲۔ طبقات ابن سعد، ۷ / ۲۹۶؛ تاریخ بغداد، ۸ / ۴۰۱؛ العبر، ۱ / ۳۴۷؛ تھذیب، ۳ / ۲۹۳؛ سیر، ۹ / ۴۰۲

۳۔ الجرح، ۱ / ۱۱ / ۴۹۸؛ تاریخ بغداد، ۸ / ۴۰۱، ۴۰۵

Marfat.com

مکتوب ذخیرہ ان کے پاس تھا جسے بعد میں عثمان بن عمر (م ۲۰۸ھ) نے ان سے عاریتاً بھی لیا(۱) امام مالک کی موطا اور ابن جریج کی بعض کتب کی روایت کی (۲) متعدد کتب بشمول کتاب السنن ان کی طرف منسوب ہیں (۳)۔

☆ المعافی بن عمران ابو عمران الحمیری الحمصی م ۲۰۷ھ (۴) حدیث کے سنجیدہ طالب علم تھے۔ اپنے وقت کے نامور اساتذہ امام مالک، ابن لھیعہ وغیرہ سے اکتساب علم کیا (۵) ثقہ تھے (۶) کتاب السنن کے مولف تھے (۷)۔

☆ حفص بن عمر ابو عمر الضریر البصری م ۲۲۰ھ (۸) تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر اختیار کئے (۹)۔ فقہ، علم الفرائض اور شاعری سے بھی دلچسپی تھی (۱۰) متعدد کتابوں کے بشمول کتاب السنن کے مولف تھے (۱۱)۔

☆ محمد بن صباح ابو جعفر الدولابی م ۲۲۷ھ (۱۲) نے محنت سے علم حدیث کا اکتساب کیا (۱۳)۔ بعدہ شاگردوں کے لئے مجالس حدیث منعقد کیں۔ اپنی ثقاہت کے لئے معروف تھے (۱۴)۔ کتاب السنن کے مولف تھے (۱۵)۔

۱۔ تاریخ بغداد، ۸/ ۴۰۵

۲۔ الجرح، ۱/ ۱۱/ ۳۹۸؛ تاریخ بغداد، ۸/ ۴۰۵

۳۔ تاریخ بغداد، ۸/ ۴۰۱ ۴۰۳، ۴۰۴؛ تذکرہ، ۱/ ۳۵۰؛ سیر: ۹/ ۴۰۵

۴۔ الجرح، ۸/ ۴۰۰؛ تہذیب، ۱۰/ ۲۰۰؛ میزان الاعتدال، ۴/ ۱۳۴؛ سیر اعلام النبلاء، ۹/ ۸۶

۵۔ سیر، ۹/ ۹۶؛ تہذیب، ۱۰/ ۲۰۱

۶۔ ایضاً، ۹/ ۸۶؛ میزان، ۴/ ۱۳۴؛ تہذیب، ۱۰/ ۲۰۱

۷۔ الجراح، ۴/ ۱/ ۴۰۰

۸۔

۹۔ تہذیب، ۲/ ۴۱۱

۱۰۔ تذیب، ۲/ ۴۱۱، ۴۱۲؛ تذکرہ، ۱/ ۴۰۶

۱۱۔ الفہرست، ۷ ۳۳

۱۲۔ تاریخ بغداد، ۵/ ۳۶۵؛ الجمع بین رجال الصحیحین، ۲/ ۴۴۰؛ تذکرہ، ۲/ ۴۴۱؛ میزان، ۳/ ۵۸۴؛ شذرات، ۲/ ۶۲؛ سیر اعلام، ۱۰/ ۶۷۰

۱۳۔ تاریخ بغداد، ۵/ ۳۶۵۔۳۶۶؛ تہذیب، ۹/ ۲۲۹، ۲۳۰؛ سیر، ۱۰/ ۶۷۱

۱۴۔ میزان، ۳/ ۵۸۴؛ سیر، ۱۰/ ۶۷۱

۱۵۔ الرسالۃ، ۳۱

Marfat.com

☆ عبد اللہ بن محمد بن القاضی ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان م ۲۳۵ھ (۱) اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔ تبحر علمی کی وجہ سے ذہبی نے بحراً من بحور العلم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ناقدین حدیث نے انہیں حدیث میں ثقہ کہا ہے۔ اسی ثقاہت کا نتیجہ ہے کہ صحاح ستہ کے مولفین ماسوائے ترمذی کے ان سے روایت کیا ہے۔ بہترین حافظہ کے مالک تھے۔ عمرو بن علی الفلاس کا کہنا ہے: ماراَیت احداً احفظ من ابی بکر بن ابی شیبة.

خطیب کا قول ہے کان ابو بکر متقناً حافظا.

متعدد کتب تالیف کیں جن میں سے اہم "المسند" "الاحکام" "التفسیر" اور "المصنف" ہیں۔ المصنف ہندوستان اور بیروت میں چھپ چکی ہے۔

مصنف میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آثار صحابہ بھی موجود ہیں۔

☆ سریج بن یونس بن ابراہیم ابو حارث البغدادی م ۲۳۵ھ (۲) اپنے وقت کے ممتاز عالم جنہوں نے کبار شیوخ سے اکتساب فیض کیا (۳)۔ ثقہ تھے (۴)۔ کتاب السنن تالیف کی (۵)

☆ اسحاق بن ابراہیم الحنظلی المشہور بابن راھویہ م ۲۳۸ھ (۶) نے دیگر تالیفات کے ساتھ ایک کتاب السنن بھی تالیف کی (۷)

☆ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ابو الحسن العبسی الکوفی م ۲۳۹ھ (۸) ثقہ راوی تھے (۹)۔ کئی کتابوں بشمول کتاب السنن کے مولف تھے۔ (۱۰)

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۰/ ۶۶؛ تذکرہ، ۲/ ۴۳۲؛ تہذیب، ۶/ ۱؛ شذرات، ۲/ ۸۵؛ سیر، ۱۰/ ۱۲۲

۲۔ تاریخ بغداد، ۹/ ۲۱۹؛ العبر، ۱/ ۴۳۱؛ تہذیب، ۳/ ۴۵۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۱/ ۲۴۶

۳۔ سیر، ۱۱/ ۱۴۶؛ تہذیب، ۳/ ۴۵۷-۴۵۸

۴۔ ایضا، ۱۱/ ۱۴۶؛ ایضا، ۳/ ۴۵۷

۵۔ الفہرست، ۳۳۴

۶۔ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ

۷۔ الفہرست، ۳۲۱

۸۔ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ

۹۔ تاریخ بغداد، ۱۱/ ۲۸۴

۱۰۔ الفہرست، ۲۳۰؛ الرسالۃ المستطرفہ، ۵۰

Marfat.com

☆ الحسن بن علی ابو محمد الحلوانی الخلال م ۲۴۲ھ (۱) حدیث کے پرجوش طالب علم جنہوں نے حصول علم کی غرض سے مختلف علاقوں کے سفر کیے (۲) ان کے شاگردوں میں کتب ستہ کے مولفین ماسوائے امام نسائی شامل تھے (۳) علم الرجال پر دسترس تھی (۴) عقیدہ خلق قرآن کے مخالف تھے (۵)۔ کتاب السنن تالیف کی (۶)

☆ محمد بن اسماعیل بخاری م ۲۵۶ھ (۷)

☆ احمد بن محمد بن ھانی الاسکافی الاثرم م ۲۶۲ھ (۸) ابن حنبل کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے (۹) حدیث کے ذہین طالب علم تھے حافظہ بھی عمدہ تھا (۱۰) کئی کتب تالیف کیں (۱۱) جن میں ایک کتاب السنن بھی تھی (۱۲)۔ امام ذہبی نے ان کی کتاب السنن کی تعریف کی ہے۔

☆ حنبل بن اسحاق ابو علی الشیبانی م ۲۷۳ھ (۱۳) حدیث کے سنجیدہ طلبا میں سے تھے جنہوں نے اجل شیوخ سے استفادہ کیا (۱۴) احمد بن حنبل سے قریبی رشتہ داری تھی

۱۔ تاریخ بغداد، ۷/ ۳۶۵؛ تھذیب، ۲/ ۳۰۲؛ العبر، ۱/ ۴۳۷؛ سیر، ۱۱/ ۳۹۸

۲۔ تھذیب، ۲/ ۳۰۲۔۳۰۳؛ سیر، ۱۱/ ۳۹۸

۳۔ ایضاً، ۲/ ۳۰۳؛ سیر، ۱۱/ ۳۸۹۔۳۹۹

۴۔ سیر، ۱۱/ ۳۹۹؛ تھذیب، ۲/ ۳۰۸

۵۔ تاریخ بغداد، ۷/ ۳۶۵؛ سیر، ۱۱/ ۳۰۵

۶۔ تھذیب، ۲/ ۳۰۳؛ کشف الظنون، ۲/ ۱۶۸۲

۷۔ تفصیلات آگے آرہی ہیں

۸۔ تذکرہ، ۲/ ۵۷۰؛ العبر، ۲/ ۲۲؛ تھذیب، ۱/ ۷۸؛ شذرات، ۲/ ۱۴۱؛ سیر، ۱۲/ ۵۲۳

۹۔ سیر، ۱۲/ ۶۲۴؛ تھذیب، ۱/ ۷۸؛ تاریخ بغداد، ۵/ ۱۱۰

۱۰۔ سیر، ۱۲/ ۶۲۶؛ تذکرہ، ۲/ ۵۷۱

۱۱۔ تاریخ بغداد، ۵/ ۱۱۰؛ تذکرہ، ۲/ ۵۷۰

۱۲۔ تذکرہ، ۲/ ۵۷۱

۱۳۔ تاریخ بغداد، ۸/ ۲۷۵؛ تذکرہ، ۲/ ۶۰۰؛ العبر، ۲/ ۵۱؛ شذرات، ۲/ ۱۶۳؛ سیر، ۱۳/ ۵۱

۱۴۔ سیر، ۱۳/ ۱۵۲؛ تذکرہ، ۲/ ۶۰۰

Marfat.com

اور شاگرد بھی (۱)۔ کئی تالیفات مرتب کیں (۲)۔ ایک کتاب السنن بھی ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے (۳)۔

☆ بقی بن مخلد ابو عبدالرحمٰن القرطبی م ۲۷۶ھ (۴) نے کئی تالیفات مرتب کیں جن میں تفسیر، مسند اور ایک مصنف بھی تھی (۵) جس میں صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی تھے (۶) کہا جاتا ہے کہ ان کی مصنف، عبدالرزاق ابن ابی شیبہ اور سعید منصور کی مصنف سے فائق تھی (۷) زاہد و عابد مستجاب الدعوات تھے (۸)۔

☆ اسماعیل بن اسحاق ابو اسحاق الازدی القاضی البصری م ۲۸۲ھ (۹) فقہ و حدیث کے ممتاز شاگرد اور استاد تھے (۱۰) اسلامی علوم پر دسترس تھی کئی کتب بشمول ایک کتاب السنن اور الموطأ تالیف کیں (۱۱) بغداد کے قاضی رہے (۱۲) مالکی مذہب کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا (۱۳)۔

☆ ابراہیم بن عبداللہ ابو مسلم البصری الکجی م ۲۹۲ھ (۱۴) بچپن سے طلب حدیث کا آغاز کیا (۱۵) بغداد میں مجالس علم منعقد کیں اور طلبہ کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا (۱۶)

۱۔ سیر، ۱۳/ ۵۱؛ تذکرہ، ۲/ ۶۰۰

۲۔ تذکرہ، ۲/ ۵۰۱؛ سیر، ۱۳/ ۵۲۔۵۳

۳۔ الرسالۃ، ۳۳

۴۔ تفصیلات گزر چکی ہیں

۵۔ کشف الظنون، ۱/ ۴۴۴؛ ۲/ ۱۶۷۹؛ الرسالۃ، ۵۶

۶۔ میسر، ۱۳/ ۲۹۱

۷۔ سیر، ۱۳/ ۲۹۱

۸۔ ایضاً، ۱۳/ ۲۸۷، ۲۸۹؛ تذکرہ، ۲/ ۶۳۱

۹۔ الجرح، ۲/ ۱۵۸؛ تذکرہ، ۲/ ۶۲۵؛ العبر، ۲/ ۶۷؛ شذرات، ۲/ ۱۷۸؛ سیر، ۱۳/ ۳۳۹؛ تاریخ بغداد ۶/ ۲۸۴

۱۰۔ سیر، ۱۳/ ۳۳۹؛ تذکرہ: ۲/ ۶۲۵

۱۱۔ سیر، ۱۳/ ۳۳۹، ۳۴۰؛ تذکرہ، ۲/ ۶۲۵، ۶۲۶؛ الرسالۃ، ۳۳

۱۲۔ سیر، ۱۳/ ۳۴۱

۱۳۔ سیر، ۱۳/ ۳۴۰؛ تذکرہ، ۲/ ۵۲۵؛ تاریخ بغداد، ۶/ ۲۷۴

۱۴۔ تاریخ بغداد، ۶/ ۱۲۰؛ تذکرہ، ۲/ ۶۲۰؛ العبر، ۲/ ۹۲؛ شذرات، ۲/ ۲۱۰؛ سیر، ۱۳/ ۴۲۳

۱۵۔ تذکرہ، ۲/ ۶۲۰؛ سیر، ۱۳/ ۴۲۳۔۴۲۴

۱۶۔ سیر، ۱۳/ ۴۲۴

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مجالس میں سات مستملی کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں(۱) ایک کتاب السنن تالیف کی(۲)۔

☆ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ابو جعفر العبسی الکوفی م ۲۹۷ھ (۳) علمی خاندان سے تعلق تھا (۴) اجل علماء سے استفادہ اور فراغت کے بعد اپنے شاگردوں کے لئے مجالس حدیث منعقد کیں اور خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا (۵) صاحب تالیف تھے ایک کتاب السنن ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے (۶)۔

☆ یوسف بن یعقوب ابو محمد الفقیہ الکبیر البغدادی م ۲۹۷ھ (۷) چھوٹی عمر ہی سے علم کی تحصیل کا آغاز کیا (۸) علمی خانوادہ سے تعلق تھا(۹) بغداد میں مجالس حدیث منعقد کیں اور بصرہ واسط اور بغداد کی مشرقی حصہ کے قاضی بھی رہے (۱۰) کئی کتابوں کے مولف ہیں ایک کتاب السنن بھی ان کی طرف منسوب کی گئی ہے (۱۱)۔

☆ محمد بن عبداللہ بن سلیمان ابو جعفر الحضرمی م ۲۹۷ھ (۱۲) جو مطین کے نام سے معروف ہیں اپنے وقت کے اجل علماء سے استفادہ کیا (۱۳) اور بعد ازاں اپنے شاگردوں کے لئے حلقہ ہائے درس قائم کئے (۱۴) کئی کتب تالیف کیں (۱۵) جن میں ایک کتاب السنن

۱۔ سیر، ۱۳/ ۴۲۴

۲۔ سیر، ۱۳/ ۵۲۵

۳۔ سیر، ۱۳/ ۴۲۳؛ تذکرہ، ۲/ ۶۲۰؛ الرسالۃ، ۳۱

۴۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۵۲؛ تذکرہ، ۲/ ۶۶۱؛ العبر، ۲/ ۸۰؛ شذرات، ۲/ ۲۲۶؛ سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۳۱

۵۔ سیر، ۱۴/ ۲۱؛ تذکرہ ۲/ ۶۶۱

۶۔ ایضا، ۱۴/ ۲۱

۷۔ الفہرست، ۳۳۴

۸۔ تاریخ بغداد، ۱۴/ ۳۱۰؛ تذکرہ، ۲/ ۶۶۰؛ شذرات، ۲/ ۲۲۷؛ سیر، ۱۴/ ۸۵

۹۔ سیر، ۱۴/ ۸۵؛ تذکرہ ۲/ ۶۶۰

۱۰۔ سیر، ۱۴/ ۸۵

۱۱۔ ایضا، ۱۴/ ۸۵

۱۲۔ ایضا، ۱۴/ ۸۵؛ الرسالۃ، ۳۳

۱۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۶۶۲؛ العبر ۲/ ۱۰۸؛ شذرات، ۲/ ۲۲۶؛ سیر اعلام، ۱۴/ ۴۱

۱۴۔ سیر، ۱۴/ ۴۱؛ تذکرہ، ۲/ ۶۶۲

۱۵۔ ایضا، ۱۴/ ۴۱؛ ایضا، ۲/ ۶۶۲

Marfat.com

بھی تھی (۱)۔

☆ جعفر بن محمد ابو بکر الفریابی م ۳۰۱ھ (۲) تحصیل علم کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر کئے (۳)۔ ازاں بعد خود بھی مجالس علم قائم کیں اور خلق کثیر نے استفادہ کیا (۴) کہا جاتا ہے کہ ان کے درس میں حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ ان ہیں مستملی کی خدمات حاصل کرنا پڑیں (۵)۔ دینور میں قاضی بھی رہے (۶) کئی کتب بشمول کتاب السنن تالیف کیں (۷)۔

۱۔ الفہرست، ۳۳۸

۲۔ تاریخ بغداد، ۷/۱۹۹؛ تذکرہ، ۲/۶۹۲؛ العبر، ۲/۱۱۹؛ سیر، ۱۴/۹۶

۳۔ سیر، ۱۴/۹۶۔۹۷

۴۔ سیر، ۱۴/۹۷

۵۔ سیر، ۱۴/۹۸؛ تذکرہ، ۲/۶۹۳

۶۔ ایضاً، ۱۴/۹۸؛ تذکرہ، ۲/۶۹۲

۷۔ ایضاً، ۱۴/۹۸؛ ایضاً، ۲/۶۹۲؛ الفہرست، ۳۳۸

Marfat.com

عہد انتخاب

دوسری صدی ہجری کے پہلے نصف میں تصنیف وترتیب کی جو سرگرمی شروع ہوئی تھی وہ تیسری صدی کے ابتدائی حصے میں ایک نئی علمی تحریک کو وجود میں لانے کا باعث بنی۔ یعنی منتخب مجموعوں کی تصنیف و تالیف اگرچہ تیسری صدی کے پہلے نصف تک اہل علم مسانید اور دیگر اصناف حدیث کی تالیف کرتے رہے تاہم نقد احادیث اور تجریح تعدیل رجال کی بناء پر انتخاب حدیث پر مجموعے مرتب ہونا شروع ہوئے۔ ان مجموعوں کے مصنفین نے قبولیت حدیث کیلیے شرائط وضع کیں' نقد وجرح کے معیارات طے کیے اور حدیث کے ردو قبول کے اصول طے کیے۔ ان اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس دور میں جو کتابیں مرتب ہوئیں وہ آئندہ کیلیے معیار بن گئیں۔ روایت کے معیار اور مواد کی نوعیت کی وجہ سے انہیں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا اور ان کی مختلف اقسام قرار دی گئیں۔ اس عہد میں کئی کتابیں تصنیف کی گئیں جن سے حدیث کے طلبہ استفادہ کرتے ہیں لیکن جن کتابوں کو امت مسلمہ میں قبولیت حاصل ہوئی درج ذیل ہیں :

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔

یہ کتب قرن ثالث کی مدونہ ہیں اور علم حدیث میں سب سے زیادہ مستند اور صحیح سمجھی جاتی ہیں انہیں صحاح ستہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ دینی ادب میں ان کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور انہیں سنت رسول سے معرفت کا مستند ذریعہ تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے :

Marfat.com

صحیح بخاری

صحیح بخاری کے مولف کا نام محمد بن اسماعیل البخاری ہے (۱) امام صاحب ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ شوال ہفتہ کی شب سمر قند کے قریب قریہ خرتنگ میں وفات پائی۔ نماز ظہر کے بعد آپ کو دفن کیا گیا (۲)

بچپن میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ والدہ کی دعا سے بینائی لوٹ آئی (۳)۔ خطیب نے طلب علم کے اشتیاق کو خود ان کی زبانی بیان کیا (۴) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں حدیث میں بے پناہ انہماک تھا۔ امام بخاری کی فضیلت علمی کے بارے میں دارمی فرماتے ہیں: کہ بخاری فن حدیث میں مجھ سے کہیں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ خدا کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر عقلمند ہیں۔ اللہ کے اوامر و نواہی کو انہوں نے خوب سمجھا ہے۔ جب قرآن پڑھنے بیٹھتے ہیں تو اس کے معانی سمجھنے میں ہمہ تن غرق ہو جاتے ہیں۔ اس کے حلال و حرام کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ کیا کہنا (۵)

جمہور محدثین کے نزدیک یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ امام بخاری کی "الجامع الصحیح" صحت کے اعتبار سے تمام کتب حدیث پر مقدم ہے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں یہ مقولہ زبان زد عام ہو گیا:

أصح الکتب بعد کتاب اللہ البار ی الجامع الصحیح للبخاری (۶)

صحیح بخاری کا شمار صحاح ستہ کی کتب میں سر فہرست کیا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ احادیث میں سے صحیح ترین احادیث کو منتخب کر کے کتاب کو مرتب کیا۔ انہوں نے یہ کام بڑی عرق ریزی اور سخت محنت و مشقت سے سولہ سال کے عرصہ میں انجام دیا (۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ۲ / ۴؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۲ / ۳۹۱؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲ / ۵۵۵؛ تھذیب، ۹ / ۴۷؛ شذرات، ۲ / ۱۳۴؛ العبر، ۱ / ۳۶۷

۲۔ تاریخ بغداد، ۲ / ۶

۳۔ ایضاً ۲ / ۱۰

۴۔ ایضاً ۲ / ۱۴

۵۔ مقدمہ فتح الباری، ۴۸۴۔۴۸۵

۶۔ ابن الصلاح، ۱۸؛ الرسالۃ المستطرفہ، ۱۱؛ تھذیب، ۱ / ۶۸

۷۔ تاریخ بغداد، ۲ / ۱۴

Marfat.com

احتیاط کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں : "میں نے کتاب الصحیح میں کوئی حدیث اس وقت تک درج نہیں کی جب تک کہ لکھنے سے پہلے غسل کر کے دو گانہ ادا نہ کر لیا ہو اور اس کی صحت کا یقین نہ ہو گیا ہو" کتاب کی تصنیف کا آغاز بیت الحرام میں ہوا اور ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے (۱)

صحیح بخاری کی تصنیف کا واقعہ خود ان ہی سے منقول ہے کہتے ہیں : ایک دن اسحاقؒ بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا، امام اسحاقؒ نے فرمایا کاش ! تم حدیث کی کوئی ایسی کتاب جمع کرتے جس میں صرف صحیح صحیح حدیثیں ہوتیں۔ یہ باتیں سب نے سنی لیکن میرے دل میں اتر گئیں۔ غالباً یہ سعادت ازل سے میرے ہی لئے مقدر تھی۔ اس مجلس کے بعد میں اس خدمت کے لئے تیار ہو گیا۔ اس اثناء میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا پنکھا جھل رہا ہوں اور مکھیاں اڑا رہا ہوں۔ فن تعبیر کے ماہرین سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا تم آنحضرتؐ کے کلام سے کذب افتراء کی مکھیاں اڑاؤ گے (۲)

اس محنت و کاوش کے بعد جو حدیثیں کتاب میں درج ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی ہے۔ یہ تعداد اگرچہ ان حدیثوں کا دسواں حصہ بھی نہیں جو امام بخاری۔ کو یاد تھیں لیکن آپ کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب تصنیف کرنے کے بعد اسے علی بن المدینیؒ، احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ کے سامنے پیش کیا امام بخاریؒ انہیں اپنے زمانہ کے اہل علم تصور کرتے تھے۔ ان سب حضرات نے اس کتاب کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی۔ البتہ چار احادیث کے بارے میں اختلاف کیا۔ لیکن عقیلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں امام بخاریؒ ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں۔ (۳)

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں :

آنحضرت ﷺ نے جن بہت سے خوابوں میں اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ محمد بن مروزی مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے، آپ نے خواب میں حضور سرور کائناتؐ کو فرماتے دیکھا کہ "ابو زید کتاب

۱۔ مقدمہ فتح الباری، ۷، ۱۳

۲۔ ایضاً، ۷

۳۔ مقدمہ فتح الباری، ۴۸۹

Marfat.com

شافعی کا درس کب تک دو گے ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے ؟" محمد بن احمد نے حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ !آپ پر میری جان قربان ہو، آپ کی کتاب کون سی ہے ؟ فرمایا جامع محمد بن اسماعیل (۱) اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص میں ایسی برکت دی کہ نوے ہزار اشخاص نے اس کتاب کو بلاواسطہ امام بخاریؒ سے سنا۔ اس کی ۵۳ شرحیں لکھی گئیں جن میں سے بعض شروح سولہ ضخیم جلدوں میں ہیں۔ ۲۲ مستخرج لکھے گئے۔ محدثین کے علاوہ نحویوں اور صرفیوں نے بھی اعراب و تصریف کی جو خدمت بن پڑی انجام دی۔ شاہ عبد العزیزؒ اور عبد الرحمان مبارکپوری نے چند شروح کا ذکر کیا ہے (۲)۔ صاحب کشف الظنون نے بھی کافی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

شروح بخاری

۱۔ فتح الباری کے مولف احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) ہیں' نئے ایڈیشن میں اس کی سولہ جلدیں ہیں اور ۱۷ ویں جلد مقدمہ ہے جس کا نام ھدی الساری ہے، اس میں دو جزء ہیں اور دس فصول ہیں۔

۲۔ عمدۃ القاری کے مولف علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی (م ۸۵۵ھ) ہیں' اس کتاب کی گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں مصنف نے فتح الباری کی بحثوں پر تبصرہ کیا اور اپنے دلائل دیئے ہیں۔

۳۔ شرح البخاری کے مولف ابو الحسن علی بن خلف الشھیر بابن بطال المغربی المالکی (م ۴۴۴، ۴۴۹ھ) ہیں' مالکی مسلک پر عمدہ تشریح کی ہے۔ چھپی نہیں ہے

۴۔ الدراری فی شرح البخاری کے مولف شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (م ۷۸۶ھ) ہیں' اس میں الفاظ کی لغوی اور نحوی تشریح ہے۔ ضبط الفاظ اور رجال کی بحث کی ہے۔ طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ شرح ابن الملقن سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی (م ۸۰۴ھ) کی تالیف ہے' جو بیس جلدوں پر مشتمل بڑی شرح ہے۔ طبع نہیں ہوئی۔

۱۔ ایضاً

۲۔ بستان المحدثین (اردو)، ۱۷۴۔۱۷۵؛ مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱۲۹

Marfat.com

۶۔ التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح کے مؤلف بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی (م ۷۹۴ھ) ہیں' حافظ مغلطائی کے شاگرد ہیں فقہ وحدیث میں خصوصی مقام رکھتے ہیں۔ مختصر شرح ہے طبع نہیں ہوئی۔

۷۔ ارشاد الساری کے مولف شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر...... القسطلانی (م ۹۲۳ھ) ہیں' یہ کتاب کرمانی اور فتح الباری کا اختصار ہے نہ طویل نہ مختصر۔ طبع ہو چکی ہے۔

۸۔ تعلیق المصابیح ابواب الجامع الصحیح کے مولف محمد بن ابی بکر بن بن ابوبکر قرشی ہیں' مصنف ادب ونحو پر عبور رکھتے تھے اس لئے ان کا رنگ جھلکتا ہے۔ مصنف ہندوستان بھی آئے تھے۔ طبع نہیں ہوئی۔

۹۔ اللامع الصحیح فی شرح جامع الصحیح کے مولف شمس الدین محمد بن عبدالدائم برماوی شافعی ہیں' کرمانی اور زرکشی کی شروح کو جمع کیا ہے۔

۱۰۔ بہجۃ النفوس کے مولف ابو محمد عبداللہ (ابن سعد) ابی جمرہ ہیں' تین سو احادیث کا انتخاب کر کے اس کی شرح دو جلدوں میں کی ہے۔ طبع ہو چکی ہے۔

۱۱۔ التوشیح علی الجامع الصحیح عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی کی تالیف ہے اور چھپ چکی ہے۔

۱۲۔ فتح الباری کے مولف ابن رجب حنبلی ہیں' طبع نہیں ہوئی۔

۱۳۔ فیض الباری سید انور شاہ کاشمیری کی تالیف ہے۔ چار جلدوں میں جامع تعلیقات ہیں۔

۱۴۔ حاشیہ سندھی ابوالحسن محمد بن عبدالہادی کی تالیف ہے۔ چھپ چکا ہے

۱۵۔ عون الباری شرح تجرید البخاری نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) کی تالیف ہے۔ دو جلدوں میں مصر اور ہندوستان میں چھپ چکی ہے۔

صحیح مسلم

صحیح مسلم کے مولف حجۃ الاسلام امام مسلم بن الحجاج القشیری ہیں (۱) آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک سن پیدائش ۲۰۴ھ ہے اور بعض ۲۰۶ھ بیان کرتے ہیں۔ ابن الاثیر نے "جامع الاصول" کے مقدمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ سب کا اتفاق ہے کہ آپ

۱۔ وفیات، ۵/ ۱۹۴؛ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۱۰۰؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۲/ ۵۵۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۵۸۸؛ الجرح، ۳/ ۱۶؛ تھذیب، ۱۰/ ۱۲۶؛ شذرات، ۲/ ۱۴۴

Marfat.com

کاانتقال یک شنبہ کی شام کورجب ۲۶۱ھ میں ہوااور ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں دوشنبہ کے دن دفن ہوئے۔ خطیب بغدادی ان کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے حدیث کی تلاش میں عراق، حجاز، مصر اور شام وغیرہ کا سفر کیا ہے۔ قتیبہ، اسحاق بن راہویہ اور امام احمد جیسے ائمہ واجل محدثین سے علم حاصل کیا ہے۔ ابتداء میں امام بخاریؒ سے کچھ مانوس نہ تھے لیکن جب امام بخاری آخری عمر میں نیشا پور آئے اور امام مسلم نے حدیث کے سلسلے میں ان کے محیر العقول معرفت اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ان کے تمام پہلے خیالات، عقیدت و محبت میں بدل گئے، امام کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور قدموں کو بوسہ دینے کی خواہش ظاہر کی۔ استاذ الاساتذہ ، سید المحدثین اور طبیب الحدیث فی علله کے محبت بھرے خطابات سے یاد کیا۔ خلق قرآن کے مسئلے میں محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاریؒ کا اختلاف جب حد سے بڑھ گیا اور ذہلی نے یہ اعلان کر دیا کہ جو امام بخاریؒ کے مشرب پر ہو ہمارے حلقہ درس میں شریک نہ ہو تو اکثر لوگ امام بخاری سے کٹ گئے، لیکن امام مسلمؒ تھے جو امام بخاری کے تبحر علمی سے اتنا متاثر تھے کہ انہیں کسی دوسرے محدث کے علوم میں اب کوئی انہماک نہ تھا، فوراً چادر سنبھال، عمامہ سر پر رکھ ذہلی کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے علوم کا جس قدر ذخیرہ اب تک حاصل کیا تھا وہ بھی ایک خادم کے سر پر رکھ کر ان کے مکان پر واپس کر دیا اور امام بخاریؒ کے مقابلے میں اپنے استاد محمد بن یحییٰ ذہلی کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا(۱) امام مسلمؒ نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ ایسی روایات سے کیا ہے جن کو انہوں نے براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا، پھر جامع الصحیح میں صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفاء نہ کی بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں جن کی صحت پر مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں :

لیس کل شئی عندی صحیح وضعته ھھنا انما وضعت ھھنا ماأجمعوا علیه(۲)

ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا میں نے تو یہاں صرف ان حدیثوں کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔

بقول مولانا عبدالرشید نعمانی جب یہ کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابوزرعہؒ کی خدمت میں لے جا کر پیش کی، جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے۔ جس روایت کے بارے میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا۔ اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ سے بارہ ہزار (۳) احادیث صحیحہ کا

۱۔ مقدمہ فتح الباری، ۴۹۰؛ تذکرہ، ۲/۵۸۹؛ ابن خلکان، ۲/۹۱

۲۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد، ۲/۱۵؛ ابن الصلاح، ۲۰؛ مقدمہ شرح مسلم للنووی، ۱/۱۶

۳۔ اگر مکررات کو شامل نہ کیا جائے تو تعداد چار ہزار ہوتی ہے (تدریب الراوی '۱' /۸)

Marfat.com

ایسا مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش ادعا میں کہا تھا۔

لو أن أهل الحديث يكتبون مائتى سنة الحديث فمدارهم على هذا المسند يعنى صحيحه (۱)

محدثین اگر دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں جب بھی ان کا دارو مدار اسی المسند اصحیح پر ہو گا۔

مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی، آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر چکے ہیں مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح ہے۔(۲)

کتب حدیث میں مسلم کا مقام

حافظ مسلم بن قاسم قرطبی لکھتے ہیں:

لم يضع فى الاسلام مثله (۳)

اسلام میں کسی نے ایسی تصنیف پیش نہیں کی۔

شیخ ابو محمد تجیبی نے اپنی فہرست میں ابن حزم ظاہری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری پر ترجیح دیا کرتے تھے (۴)

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد اصح الکتب بخاری اور مسلم ہیں۔ اگرچہ بعض وجوہ سے بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت اور فضیلت ہے۔ مگر ائمہ علوم حدیث علماء کرام کا یہی مسلک ہے۔ حافظ ابن صلاحؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے علوم حدیث میں بخاری نے الجامع الصحیح تصنیف کی، اس کے بعد امام مسلم نے صحیح مسلم تصنیف فرمائی۔ باوجودیکہ مسلم نے بخاری سے استفادہ کیا ہے مگر ان دونوں کتابوں کا مقام مختلف ہے اور صحت میں قرآن کریم کے بعد مسلم ہے۔ گو امام مسلمؒ نے فن حدیث میں بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں لیکن صحیح مسلم اس پایہ کی کتاب ہے کہ بعض مغاربہ اسے بخاری پر ترجیح دیتے ہیں۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں:

۱۔ مسلم بشرح نووی، مقدمہ، ۱/۱۵؛ سیر، ۱۲/۶۵۸

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۱۶

۳۔ فتح الباری، مقدمہ، ۱۳

۴۔ ایضاً، ۱۲

Marfat.com

سمعت أبا علي نیسا بوری یقول ، ومارأیت أحفظ منه : ماتحت أديم السماء أصح من کتاب مسلم (۱)

میں نے ابو علی نیشاپوری کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گزرے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان تلے مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ خود ان کی بھی یہی رائے ہے (۲) محدث قاضی عیاضؒ نے الالماع میں ابو مروان طبنی سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے (۳)۔ حافظ عبدالرحمان بن علی الربیع شافعی مسلم کے بارے میں رقم طراز ہیں:

تنازع قوم فی البخاری و مسلم لدی وقالوا ای ذین تقدم ...... فقلت لقد فاق البخاری صحة کمافاق فی حسن الصناعة مسلم (۴)

میرے سامنے کچھ لوگوں نے بخاری اور مسلم کے بارے میں تنازعہ کیا اور کہا کہ ان دونوں میں (مرتبہ کے لحاظ سے) کون سی اعلیٰ ہے؟ میں نے کہا صحت کے اعتبار سے بخاری اور حسن ترتیب وغیرہ میں مسلم قابل ترجیح ہیں۔

ابو عمرو بن حمدانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العباس بن عقدہ سے دریافت کیا کہ بخاری اور مسلم میں سے کسے فوقیت حاصل ہے؟ فرمایا وہ بھی محدث یہ بھی محدث۔ میں نے دوبارہ دریافت کیا تو فرمایا کہ بخاری اکثر اسماء وکنی کے مغالطہ میں آجاتے ہیں مگر مسلم اس مغالطہ سے بری ہیں۔ غرضیکہ مسلم کا سرد اسانید، متون کا حسن سیاق، تلخیص طرق، اور ضبط انتشار صحیح بخاری پر فائق ہے۔ متون احادیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ احادیث کے معانی موتیوں کی طرح چمکتے چلے جاتے ہیں (۵)

۱۔ فتح الباری، مقدمہ، ۱۲؛ سیر، ۱۲/ ۵۶۶؛ تذکرہ، ۲/ ۵۸۹

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۱۶۔۲۱۷

۳۔ مقدمہ فتح الباری، ۱۲

۴۔ بستان المحدثین (اردو)، ۱۸۰

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۵۸۹

Marfat.com

شاہ عبدالعزیزؒ "بستان المحدثین" میں لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں خصوصیات کے ساتھ فن حدیث کے عجائبات بیان کیے گئے ہیں اور ان میں بھی اخص خصوص سرد اسانید اور متون کا حسن سیاق ہے۔ روایت میں تو آپ کا ضبط تام اور احتیاط اس قدر ہے جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے۔

مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے۔ یہاں تک سلسلہ اسناد ان (مسلم) پر آکر منتہی ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت ہی کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ شہادت کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ بخاریؒ کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔ اور حدیث "انما الاعمال بالنیات" جو صحیح مسلم میں موجود ہے اس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اہل مغرب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں بنظر ترک اور بخیال صحیح مشہور ہونے کا تذکرہ کیا ہے (۱)

امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمؒ نے حدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ صحیح اور مشہور یہ کتاب ہے اور یہ کتاب بتواتر امام مسلمؒ سے مروی ہے اس لئے اسے مسلم کی کتاب کہنا صحیح اور درست ہے۔ امام مسلمؒ نے ہر حدیث کو اس کے مناسب مقام پر ذکر کیا، اس کے تمام طریقوں کو اسی مقام پر بیان کیا اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی جگہ پر کھول کر بتایا تاکہ ناظرین کو آسانی ہو اور طالب ان چیزوں سے متمتع ہو سکے۔ یہ بات صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے حافظ عبدالرحمان بن علی شافعیؒ کے چند اشعار جو مسلم کی تعریف میں کہے گئے ہیں بیان کئے ہیں۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ: اے پڑھنے والے صحیح مسلم علم کا دریا ہے، پانی بہنے کے راستے نہیں یعنی تمام پانی ایک ہی مقام پر موجود ہے، اور مسلم کی روایتوں کی سلاست بخاری کی روایتوں سے بلند اور فائق ہے۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ مسلم کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو، اول سے لے کر آخر تک ایک ثقہ دوسرے ثقہ سے روایت نقل کرتا ہو اور اس میں کسی قسم کا شذوذ اور علت نہ ہو: (۲)

۱۔ تحفۃ الاحوذی، مقدمہ، ۵۶؛ بستان المحدثین، ۱۷۸

۲۔ ابن صلاح، ۲۰

Marfat.com

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ راوی مسلمؒ کے نزدیک ثقہ ہو کیونکہ مسلمؒ نے (۴۳۴) احادیث ایسے راویوں سے ذکر کی ہیں جن سے بخاریؒ نے روایت نہیں کی۔ پھر مسلمؒ کی کتاب کو صحیح بخاریؒ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ یہ کہ امام مسلمؒ حدیث کے تمام طرق اور متون کو ایک ہی مقام پر جمع کر دیتے ہیں، باب کے ترجمہ میں اس کے اجزاء نہیں کرتے۔ حتی الوسع الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں نقل بالمعنی نہیں کرتے(۱)

امام مسلم اپنی کتاب میں روایوں کے الفاظ کو بھی علیحدہ علیحدہ بیان کر دیتے ہیں کہ فلاں نے اخبرنا سے روایت کی اور فلاں نے تحدیث اور انبانا کی شکل اختیار کی اور فلاں راوی نے عن کے ساتھ حدیث کو بیان کیا ہے۔ حدیث کے ساتھ اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ نہیں لاتے۔

ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام احادیث جن کا امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں صحت کے ساتھ فیصلہ کر دیا ہے یقینی طور پر صحیح اور درست ہیں اور جن باتوں کی بناء پر مسلمؒ کی کتاب بخاریؒ کی کتاب سے ممتاز ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمؒ نے اپنی کتاب میں تعلیقات بہت کم ذکر کی ہیں بخلاف بخاریؒ کے کہ ان کی کتاب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمؒ نے اپنی کتاب میں عمدہ طریقوں کو اختیار کیا اور اتنی احتیاط اور ورع کے ساتھ احادیث کو نقل کیا جس سے ان کا علو مرتبہ، کمال ورع، علم و تقویٰ اور جلالت شان ظاہر ہے۔ مسلم کے بعد اور بھی حضرات نے ان کی طرح کتابیں لکھیں، اور عالی سندوں کو حاصل کیا۔ لیکن شیخ ابو عمرو ابن صلاح فرماتے ہیں یہ کتابیں اگرچہ صحیح احادیث کے ساتھ مدون کی گئی ہیں، مگر صحیح مسلم کا کسی شکل میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ابو علی زاغونی کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا: کس عمل کی بنا پر تمہیں نجات ملی؟ انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ان اجزاء کی بدولت مجھے نجات ملی"(۲)

۱۔ مسلم بشرح النووی، ۱/ ۱۴

۲۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از نوویؒ

Marfat.com

احادیث صحیح مسلم

امام مسلم نے انتہائی تورع اور احتیاط کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے اس کا انتخاب کیا۔ جزائری کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حذف مکررات کے بعد چار ہزار احادیث ہیں (۱)۔ شیخ ابن صلاحؒ کے قول کے مطابق صحیح مسلم کی احادیث چار ہزار اور مکررات کو شامل کر کے ۵۷۷۲ بنتی ہیں (۲)۔ احمد بن مسلمہ کے بیان کے مطابق اس میں ۱۲ ہزار احادیث ہیں (۳) اور ابو حفص کے نزدیک آٹھ ہزار ہیں (۴)۔ غرضیکہ مکررات سمیت اس میں بارہ ہزار احادیث ہیں۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے طوالت کی وجہ سے ابواب کو صحیح مسلم میں داخل نہیں فرمایا ورنہ در حقیقت آپ نے ابواب کے ساتھ اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے (۵)

شروح مسلم

صحیح مسلم بہت ہی عالی مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔ علماء کرام نے اس کی بکثرت شروح لکھی ہیں جن کی تعداد تیس سے بھی متجاوز ہے، ان میں سب سے عمدہ اور معروف و مشہور شرح ابوزکریا نووی شافعیؒ کی ہے جو علماء امت میں مقبول ہے اور صحیح مسلم کے ساتھ ہندوستان میں بھی طبع ہو چکی ہے (۶) برصغیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملھم کے نام سے ایک مبسوط شرح لکھی تھی افسوس کہ وہ مکمل نہ ہو سکی ورنہ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہوتی۔

ذیل میں شروح کی تفصیل درج کی جاتی ہیں (۷)

۱۔ تدریب، ۱/۷۹؛ ابن صلاح حاشیہ، ۲۱

۲۔ ابن صلاح، حاشیہ، ۲۱

۳۔ تدریب الراوی، ۱/۸۰

۴۔ ایضاً، ۱/۸۰

۵۔ مسلم بشرح النووی، مقدمہ، ۱/۲۱

۶۔ مقدمہ مسلم شریف (اردو ترجمہ) ۱۹

۷۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی

Marfat.com

۱۔ المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج کے مصنف ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی (م ۶۷۹ھ) ہیں' متوسط ہے اور مفید۔ مصنف کہتے ہیں کہ اگر ہمتوں کی کمی نہ ہوتی تو سو جلدوں میں مفصل لکھتا۔

۲۔ الاکمال فی شرح مسلم کے مولف قاضی عیاض بن موسیٰ مالکیؒ (م ۵۴۴ھ) ہیں' جرمنی میں مخطوطہ موجود ہے۔

۳۔ المعلم بفوائد کتاب مسلم کے مولف ابو عبداللہ محمد بن علی المازری (م ۵۳۶ھ) ہیں' مختصر شرح ہے اور خصوصی بحث اعراب کی ہے۔

۴۔ المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم کے مولف احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) ہیں' مکمل مخطوطہ جرمنی میں ہے۔

۵۔ اکمال المعلم شرح مسلم کے مولف ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ الوشتانی المالکی (م ۸۲۷ھ) ہیں' سات جلدوں میں ہے اور پچھلی چاروں شروح کی جامع ہے۔

۶۔ الدیباج علی مسلم بن الحجاج کے مولف عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ) ہیں' مکمل مخطوطہ جرمنی میں ہے خلاصہ چھپا ہے۔

۷۔ منہاج الابتھاج بشرح مسلم بن الحجاج احمد بن محمد الخطیب القسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) کی تالیف ہے' ۸ جلدوں میں بڑی شرح ہے، طبع نہیں ہوئی۔

۸۔ شرح مسلم ملا علی القاری الھروی (م ۱۰۱۶ھ) کی تالیف ہے۔ چار جلدوں میں ہے، طبع نہیں ہوئی۔

۹۔ المفہم فی شرح غریب مسلم کے مؤلف عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی (م ۵۲۹ھ) ہیں' طبع نہیں ہوئی۔

۱۰۔ شرح مسلم کے مولف ابی الفرج عیسیٰ بن مسعود الزواوی (م ۷۴۴ھ) ہیں' پانچ جلدوں میں بڑی شرح ہے المعلم، الاکمال، المفہم اور المنہاج کی جامع ہے

۱۱۔ فتح الملہم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تالیف ہے پہلی جلد کی شرح تین جلدوں میں چھپ چکی ہے، نامکمل ہے اب مولانا تقی عثمانی اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔

Marfat.com

۱۲۔ حاشیہ سندھی محمد بن عبدالہادی (م ۱۱۳۸ھ) کی تالیف ہے۔ چھپ چکا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم کا موازنہ

ان دنوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان کے متعلق عقیدہ ہے کہ یہ تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ ان کو صحیح باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں تحریر فرماتے ہیں: صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مضمون تک متواتر ہیں۔ صحیحین کی احادیث کے مراتب میں تفاوت اس امر پر مبنی ہے کہ صحیحین کی مقبولیت پر علماء کا اتفاق ہے اور دونوں میں ترجیح کس کو دی جائے اس میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "شرح نخبة الفكر" (۱) میں اس پر مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

جمہور کے نزدیک صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر تقدم حاصل ہے البتہ بو علی نیشاپوری کی رائے یہ ہے کہ:

ماتحت اديم السماء أصح من كتاب مسلم (۲)

روئے زمین پر مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں۔

بعض مغربی علماء نے مسلم کو ترجیح دی ہے لیکن وہ ترجیح بلحاظ صحت نہیں بلکہ بلحاظ تدوین و ترتیب ہے اس لئے ان دونوں اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی بخاری کا مقام اونچا ہے اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری کی صحت کا مدار جن اوصاف پر ہے وہ صحیح مسلم کے اوصاف سے اقویٰ و اکمل ہیں۔

اتصال سند

بخاری کے نزدیک راوی کا مروی عنہ سے کم از کم ایک مرتبہ ملنا ضروری ہے بخلاف مسلم کے، ان کے نزدیک معاصرت ہی کافی ہے، ملاقات ضروری نہیں ہے۔ امام بخاری کی حدیث معنعن (بالفاظ عن فلان عن فلان) پر اعتراض وارد ہوتا ہے لیکن ابن حجر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جب راوی اور مروی عنہ کی ملاقات شرط ہے تو نام کے درج نہ کرنے سے

۱۔ اصل کتاب "نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر" ہے اور شرح "نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" ہے۔

۲۔ فتح الباری، مقدمہ، ۱/ ۱۲؛ تدریب، ۱/ ۷۰

Marfat.com

کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عدالت و ضبط رواۃ

عدالت اور ضبط رواۃ کے لحاظ سے بھی بخاری کا مقام ارفع ہے کیونکہ مسلم کے رواۃ بہ نسبت بخاری تعداد میں زیادہ مجروح ہیں۔ بخاری کے مجروح رواۃ کی تعداد کم ہے نیز بخاری کے بلاواسطہ شیوخ ایسے ہیں جن کی حدیث سے وہ خوب واقف تھے بخلاف مسلم، کہ ان کے بالواسطہ شیوخ ایسے ہیں جن کی احادیث سے وہ واقف نہ تھے۔

عدم شذوذ و اعلال

اس اعتبار سے بھی صحیح بخاری کا مقام اونچا ہے، کیونکہ بخاری میں مسلم کی نسبت شاذ اور معلل احادیث کم ہیں۔ علماء کے نزدیک بخاری کا درجہ علوم میں عموماً اور حدیث میں خصوصاً زیادہ ہے او مسلم تو ان کے شاگرد ہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں: اگر امام بخاریؒ نہ ہوتے تو فن حدیث میں مسلم اتنی شہرت حاصل نہ کرتے چونکہ صحیح بخاری کی شرائط اقویٰ و اکمل ہیں اس لئے یہی سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد مسلم سب کتابوں سے مقدم متصور ہو گی، احادیث کی دوسری کتابوں کا درجہ ان کے بعد ہو گا۔

سنن ابی داؤد

سنن ابی داؤد کے مولف ابو داؤد سجستانی ہیں (۱)۔ ان کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی اور انتقال ۴ شوال ۲۷۵ھ میں ہوا۔ آپ کو بصرہ میں دفن کیا گیا (۲) آپ نے مصر و شام، حجاز و عراق او خراسان وغیرہ کا سفر کیا۔ حفظ اتقان، روایت و ثقاہت' عبادت اور تقویٰ و صلاح میں یگانہ روزگار تھے۔ حاکمؒ کہتے ہیں کہ ابو داؤدؒ بلا تردد اپنے زمانے کے امام تھے (۳)

ان کے معاصر موسیٰ بن ہارون فرمایا کرتے تھے کہ: ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں (۴)

۱۔ تاریخ بغداد، ۹/ ۵۵؛ تہذیب، ۴/ ۱۶۹؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۲۰۳؛ تذکرہ، ۲/ ۵۹۱؛ شذرات، ۲/ ۱۶۷

۲۔ الرسالۃ المستطرفہ، ۱۱؛ تذکرہ الحفاظ، ۲/ ۵۹۱؛ وفیات، ۱/ ۲۱۴

۳۔ تذکرہ الحفاظ، ۲/ ۵۹۲؛ سیر اعلام، ۱۳/ ۲۱۲

۴۔ ایضاً، ۱/ ۵۹۲؛ سیر، ۱۳/ ۲۱۳

Marfat.com

فضلیت کتاب

اس کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کو نو جلیل القدر لوگوں نے روایت کیا ہے۔ ان تمام نسخوں میں ابو علی لؤلؤی (۱) کے نسخے کو اس اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا جب امام ابو داؤد نے اس کی آخری املاء کرائی تھی۔ اس کے بعد اسی سال امام ممدوح نے اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کی (۲)۔ جب اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اسے لے کر امام احمد بن حنبلؒ کے پاس گئے۔ امام صاحب نے اسے بہت ہی پسند فرمایا (۳)۔ سنن ابی داؤد کے متعلق ابراہیم حربی (محدث) فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ابو داؤد کے لئے علم حدیث ایسا نرم کیا ہے جیسا حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا، (۴) اسی مضمون کو حافظ ابو طاہر سلفی نے ایک قطعہ میں نظم کیا ہے (۵) امام سجستانی نے اپنی کتاب کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث کو سامنے رکھ کر کیا تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے :

كتبت عن رسول اللهؐ خمس مائة ألف حديث انتخبت منها ماضمنته هذا الكتاب (۶)

میں نے رسول اللہ کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جن سے ان روایات کا انتخاب کیا ہے جو اس کتاب میں درج ہیں۔

مولف نے اس کتاب کو صرف احادیث احکام کے لئے مختص کیا ہے۔ اس کتاب میں فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے وہ آپ کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں بھی نہیں ملے گا۔ چنانچہ امام حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ولأبي داؤد في حصر أحاديث الأحكام و استيعابها ماليس لغيره (۷)

اور احادیث فقہ کے حصر واستیعاب کے سلسلے میں ابو داؤد کو جو مقام حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔

۱۔ محمد بن احمد بن عمرو اللولوی، تہذیب التہذیب، ۴/ ۱۷۰

۲۔ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد، مقدمہ، ۱/ ۷

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۲۰۹؛ تذکرۃ، ۲/ ۵۹۱

۴۔ تہذیب التہذیب، ۴/ ۱۷۲

۵۔ بستان المحدثین، ۱۸۱

۶۔ مقدمہ تلخیص سنن ابی داؤد، ۷؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۲۰۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۵۹۳؛ تاریخ بغداد، ۹/ ۵۷

۷۔ تدریب الراوی، ۱/ ۱۳۷

Marfat.com

سنن ابی داوٗد کی احادیث واہمیت کے پیش نظر امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ ایک مجتہد کے لئے صرف یہی کتاب کافی ہے (۱)۔ محدث زکریا ساجی کے الفاظ ہیں :

كتاب الله عز وجل أصل الاسلام و كتاب السنن لأبى داؤد عهد الاسلام (۲)

اصل اسلام کتاب اللہ ہے، اوز فرمان اسلام سنن ابی داوٗد۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کا ترجمہ ستون اسلام کیا ہے (۳)۔ حافظ ابو عبداللہ بن مندہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں :

الائمة الأربعة الذين أخرجوا الصحيح و ميزوا الثابت من سقيمه ، وخطاه من صوابه هم البخاری و مسلم وابو داؤد والنسائی (۴)

وہ چار ائمہ کہ جنہوں نے صحیح حدیث کی تخریج اور ثابت کو سقیم سے اور خطا کو صواب سے جدا کیا یہ ہیں : بخاری، مسلم ابو داوٗد اور نسائی۔

حافظ محمد بن مخلد دوری المتوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ :

لما صنف السنن وقرأه على الناس، صار كتابه لأهل الحديث كالمصحف يتبعونه (۵)

جب انہوں نے کتاب تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لیے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی

امام احمد بن محمد ابو سلیمان خطابیؒ المتوفی ۳۸۸ھ اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داوٗد میں فرماتے ہیں :

ان كتاب السنن لأبى داؤد كتاب شريف لم يصنف فى علم الدين كتاب مثله وقد رزق القبول من الناس كافة : فصار حكماً بين فرق العلماء و طبقات الفقهاء على اختلاف مذاهبهم فلكل فيه ورد ومنه مشرب وعليه معول أهل العراق وأهل مصر و بلاد المغرب وكثير من مدن أقطار الأرض ، فأما أهل خراسان فقد أولع أكثر هم بكتاب محمد بن اسمعيل و مسلم بن الحجاج ومن نحا نحوهما فى جمع الصحيح على شرطهما فى السبك والانتقاد إلا ان كتاب

۱۔ فتح المغیث، ۱/۸۸

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/۵۹۳؛ سیر اعلام، ۱۳/۲۱۵

۳۔ بستان المحدثین، ۱۸۳

۴۔ تہذیب التہذیب، ترجمہ عکرمہ مولیٰ ابن عباس، ۷/۲۷۲؛ ایضاً، ۴/۱۷۲

۵۔ تہذیب التہذیب، ۴/۱۷۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۱۲

Marfat.com

أبی داؤد احسن وضعاً وأکثر فقهاً (۱)

امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلا شبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اور اس نے سب لوگوں کی طرف سے سند قبولیت حاصل کی۔ چنانچہ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقات میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے۔ سب لوگ اس کے گھاٹ پر آتے ہیں اور اسی سے سیراب ہوتے ہیں۔ اسی پر اہل عراق، اہل مصر، بلاد مغرب اور روئے زمین کے بہت سے شہروں کے رہنے والوں کو اعتماد ہے۔ البتہ اہل خراسان میں بیشتر لوگ محمد بن اسماعیل، مسلم بن الحجاج اور ان لوگوں کی کتابوں کے دلدادہ ہیں کہ جو جمع صحیح میں ان دونوں حضرات کے قدم بقدم چلے ہیں اور جنہوں نے جانچ پڑتال میں انہی شرائط کو ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن ابو داؤد کی کتاب ترتیب کے اعتبار سے بہت اچھی اور فقہ کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔

غرض ابو داؤدؒ کی یہ سنن مرجع خلائق ہے۔ حدیث کا طالب علم اسے نظر انداز نہیں کر سکتا متعدد علماء محدثین نے اسکی شروح لکھی ہیں۔ یہاں ہم چند شروح کا ذکر کرتے ہیں (۲)

شروح سنن ابی داؤد

۱۔ معالم السنن کے مولف احمد بن محمد ابو سلیمان الخطابی (م ۳۸۸ھ) ہیں، یہ کتاب چھپ چکی ہے اور متداول ہے۔

۲۔ عجالۃ العالم من کتاب المعالم ابو محمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی (م ۷۶۹ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب معالم السنن کی تلخیص ہے طبع نہیں ہوئی۔

۳۔ شرح سنن ابی داؤد کے مولف امام نوویؒ ہیں، مکمل نہیں ہو سکی۔

۴۔ شرح تہذیب السنن شرح مختصر سنن ابی داؤد کے مولف حافظ ابن قیمؒ ہیں، طبع ہو چکی ہے

۵۔ السراج الوھاج شرح تلخیص صحیح مسلم بن حجاج کے مولف نواب صدیق حسن خان ہیں، دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۶۔ شرح سنن ابی داؤد کے مولف شیخ قطب الدین ابی بکر احمد الیمنی الشافعی (م ۶۵۲ھ) ہیں، چار بڑی جلدوں میں ہے۔ طبع نہیں ہوئی۔

۷۔ شرح سنن ابی داؤد کے مولف امام ولی الدین ابی زرعہ احمد بن الحافظ ابی الفضل زین

۱۔ معالم السنن، ۱/ ۶: شروط الائمۃ الستۃ، ۱۱

۲۔ تحفۃ الاحوذی، مقدمہ، ۶۲۔ ۶۳

Marfat.com

الدین العراقی (م ۷۶۲ھ) ہیں' مبسوط اور بے نظیر شرح ہے۔ طبع نہیں ہوئی۔

۸۔ شرح سنن ابی داؤد تالیف حافظ علاؤالدین مغلطائی (م ۷۶۲) 'مکمل نہیں ہو سکی۔

۹۔ انتحاء السنن و اقتضاء السنن کے مولف شیخ شہاب الدین ابی محمد احمد بن ابراہیم بن ہلال المقدسی (م ۷۶۵ھ) ہیں' طبع نہیں ہوئی۔

۱۰۔ شرح سنن ابی داؤد کے مولف احمد بن حسین ارسلان (م ۸۴۴ھ) ہیں' علامہ حسین بن محسن الانصاری یمانی کہتے ہیں کہ میں نے بعض عرب ممالک میں یہ شرح دیکھی ہے آٹھ جلدوں میں ہے طبع نہیں ہو سکی۔

۱۱۔ مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد کے مولف حافظ سیوطیؒ ہیں' تلخیص چھپی ہے

۱۲۔ فتح الودود علیٰ سنن ابی داؤد کے مولف ابو الحسن محمد بن عبد الھادی السندی (م ۱۱۳۹ھ) ہیں' نفیس شرح ہے طبع نہیں ہوئی۔

۱۳۔ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد کے مولف مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۰ھ) ہیں' ایک پارہ چھپ چکا ہے۔

۱۴۔ عون المعبود کے مولف شرف الحق المشہور محمد اشرف صدیقی ہیں' یہ مولانا شمس الحق کی تصنیف ہے جو ان کے بھائی کے نام پر چھپ چکی ہے

۱۵۔ بذل المجہود مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تالیف ہے' جامع اور مکمل ہے

۱۶۔ المنھل العذب المورود محمود محمد خطاب سبکی (م ۱۳۵۰ھ) کی تالیف ہے' مصر سے چھپ چکی ہے دس حصے انہوں نے لکھے اور دس ان کے صاحبزادے نے مکمل کئے۔

علامہ بدر الدین عینی نے بھی سنن ابی داؤد کے بعض حصوں کی شرح لکھی ہے۔

جامع ترمذی

الجامع الصحیح کے مولف کا اسم گرامی ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ ہے۔ ان کا سن ولادت ۲۰۹ھ ہے اور ۱۷ رجب ۲۷۹ھ کو وفات پائی (۱) یہ امام بخاریؒ کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ سے ان کے حق میں بہت سے کلمات تعریف منقول ہیں۔ محدثین ان کو امام بخاریؒ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ ان کے افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ امام بخاری نے خود بھی ان سے روایت کی ہے۔ امام ترمذیؒ، مسلمؒ، ابو داؤدؒ اور ان کے شیوخ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ کوفہ، بصرہ، ری، خراسان اور حجاز میں طلب حدیث کے لئے سالہا سال سفر کرتے رہے۔ حفظ و اتقان اور علم و فہم کے ساتھ بہت ہی خدا ترس تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت

۱۔ وفیات الاعیان، ۴/۲۷۸؛ تذکرہ، ۲/۶۳۳؛ تھذیب التھذیب، ۹/۳۸۷؛ شذرات، ۲/۱۷۴؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۷۰

Marfat.com

ان پر اتنا غالب تھا کہ روتے روتے آخر کار ان کی بینائی جاتی رہی۔

جامع ترمذی کی خصوصیات

مولف کی فن حدیث میں متعدد تصانیف ہیں جو اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ جامع ترمذی / سنن ترمذی ان کی بہت مشہور و مقبول تصنیف ہے۔ مجموعی حدیثی فوائد کے اعتبار سے اس کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی ہے۔

اول : اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔

دوم : اس میں فقہاء کا مذہب اور اس کے ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے۔

سوم : اس میں حدیث کی انواع مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معلل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تبویب فقہ، علل حدیث، صحیح و ضعیف، اسماء وکنی، جرح و تعدیل، شذوذ، موقوف اور مدرج وغیرہ کا بیان ہے

چہارم : اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب اور کنیت کے علاوہ ان فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کا علم الرجال سے تعلق ہے۔

پنجم : امام ترمذیؒ کی کتاب امام بخاریؒ اور امام ابو داؤدؒ دونوں طریقوں کی جامع ہے۔

ششم : ایک طرف اس کتاب میں احادیث احکام میں سے ان احادیث کا تذکرہ کیا گیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے، دوسری طرف اس کو صرف احکام کے لئے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاریؒ کی طرح سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا گیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اپنی کتاب میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا ایک گلدستہ بن گئی ہے۔

فضلیت کتاب

حافظ ابو جعفر بن الزبیر المتوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وللترمذی فی فنون الصناعة الحدیثیه مالم یشارکه غیره(۱)

امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب التقیید فی رواۃ الکتب والمسانید میں امام ترمذی ہی کی زبانی ناقل ہیں :

۱۔ مقدمہ قوت المغتذی علی جامع ترمذی، ۵۔۶

Marfat.com

صنفت هذا المسند الصيحيح و عرضته علی علماء الحجاز فرضوا به عرضته علی علماء العراق فرضوا به' عرضتة علی علماء خراسان فرضوا به' ومن کان فی بیته هذا الکتب فکأنما فی بیته نبی ینطق وفی روایة یتکلم (۱)

میں نے المسند الصحیح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا، اور علماء خراسان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا، اور جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا پیغمبر گفتگو کرتے ہیں اور ایک روایت میں (ینطق کی جگہ یتکلم ہے)

حافظ ابو الفضل محمد بن مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک بار ہرات میں امام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاریؒ کے سامنے امام ترمذیؒ اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے:

کتابه عندی انفع من کتاب البخاری و مسلم لأن کتابی البخاری و مسلم لایقف علی الفائدة منها إلا المتبحر العالم و کتاب ابی عیسیٰ یصل إلی فائدته کل أحد من الناس (۲)

ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم تبحر ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

شروح جامع ترمذی

جامع ترمذی کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہر دور کے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں (۳)

۱۔ عارضۃ الاحوذی کے مولف قاضی ابو بکر بن العربی اندلسی (م ۵۴۳ھ) ہیں' یہ ترمذی کی مشہور شرح ہے جس سے حافظ ابن حجر جیسے لوگوں نے بھی استفادہ کیا ہے پوری کتاب مصر سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ شرح جامع ترمذی کے مولف محمد بن محمد المعروف بابن سید الناس (م ۶۵۹ھ) ہیں' صاحب کشف الظنون کے مطابق جامع ترمذی کے دو تہائی حصے کی شرح ۱۰ جلدوں میں کی لیکن مکمل نہ کر سکے۔

۳۔ شرح جامع ترمذی حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) کی تالیف ہے' اس شرح کو

۱۔ البدایہ و النہایۃ ۱۱/ ۶۷؛ بستان المحدثین، ۱۸۶

۲۔ شروط الائمۃ الستۃ، ۲۵

۳۔ تحفۃ الاحوذی، مقدمہ، ۱۸۱

Marfat.com

ابن سید الناس کی کتاب کا تکملہ جاننا چاہیے۔

۴۔ شرح ترمذی کے مولف ابن رجب البغدادی الحنبلی (م ۷۹۵ ھ) ہیں۔ طبع نہیں ہوئی۔

۵۔ شرح جامع ترمذی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تالیف ہے' حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس شرح کا ذکر کیا ہے۔ طبع نہیں ہوئی۔

۶۔ العرف الشذی کے مولف حافظ عمر بن ارسلان البلقینی (م ۸۰۵ھ) ہیں' نا مکمل ہے طبع نہیں ہوئی

۷۔ قوت المغتذی علی جامع الترمذی کے مؤلف حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ہیں' صرف ایک حصہ طبع ہوا ہے

۸۔ شرح ترمذی کے مولف محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) ہیں' شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ شرح (فارسی) کے مؤلف سراج احمد سرہندی (م ۱۲۲۰ھ) ہیں' شروح اربعہ کے نام سے آدھی چھپی ہے۔

۱۰۔ شرح (عربی) ابوالطیب السندی کی تالیف ہے۔

۱۱۔ شرح (عربی) کے مولف ابوالحسن محمد بن عبدالھادی السندی (م ۱۱۳۹ھ) ہیں' یہ شرح جامع ترمذی کے ساتھ مصر میں شائع ہوئی۔

۱۲۔ تحفۃ الاحوذی کے مولف مولانا عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) ہیں' ہندوستان اور مصر سے چھپ چکی ہے ایک جامع شرح ہے۔

۱۳۔ حاشیہ ترمذی کے مؤلف احمد محمد شاکر وغیرہ ہیں' پانچ حصوں میں مکمل شائع ہو چکا ہے۔

۱۴۔ العرف الشذی مولانا محمد چراغ کی تالیف ہے' مولانا محمد چراغ صاحب نے سید انور شاہ کاشمیری کی تعلیقات کو جمع کیا ہے۔

سنن نسائی

احمد بن شعیب ابو عبدالرحمان نسائیؒ (۱) ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳ صفر

۱۔ وفیات الاعیان، ۱/۷۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲/۶۹۸؛ العبر، ۲/۱۲۳؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۱۲۵؛ تہذیب التہذیب، ۱۰/۳۶

Marfat.com

۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ آپ نے طلب حدیث میں حجاز، عراق، شام اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔ بڑے بڑے شیوخ سے ملاقات کر کے ان سے علمی استفادہ کیا۔ سب سے پہلے قتیبہ بن سعد کے پاس گئے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی اور ایک سال دو ماہ ان کی خدمت میں قیام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ فروع میں آپ شافعی مسلک پر تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ پہلے انہوں نے سنن کبریٰ تصنیف فرمائی، امیر وقت نے آپ سے پوچھا کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں آپ نے جمع کی ہیں کیا وہ سب صحیح ہیں؟ فرمایا نہیں حسن بھی ہیں۔ اس نے کہا میرے لئے ایک ایسا مجموعہ مرتب فرما دیجئے جس میں صرف صحیح حدیثیں ہوں۔ اس کے بعد امام نے سنن صغریٰ تالیف کی جس کو مجتبیٰ بھی کہا جاتا ہے

مولانا عبدالرشید نعمانی نے نسائی کی اہمیت کے پیش نظر اس کو مسلم کے بعد ذکر کیا ہے۔ (۱) امام نسائی نے بھی سنن میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی طرح صرف صریح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے۔ ان کی تصنیف بخاری و مسلم دونوں طریقوں کی جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ بن رشید فرماتے ہیں:

انه أبدع الكتب المصنفة فى السنن تصنيفاً وأحسنها توصيفاً وهو جامع بين طريقتى البخارى و مسلم مع حظ كثير من بيان العلل (۲)

یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے، نیز علل حدیث کے بھی ایک خاصے حصہ کا اس میں بیان آگیا ہے۔

مغرب کے بعض محدثین اس کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۱۸

۳۔ نسائی، مقدمہ، ۱/ ۴

Marfat.com

صرح بعض المغاربة بتفضيل كتاب النسائی علی صحیح البخاری (۱)

بعض مغاربہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی ؒ کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے۔

محدث ابن الاحمر نے تو اپنے بعض مکی شیوخ سے یہاں تک نقل کر دیا ہے کہ :

انه اشرف المصنفات کلها وما وضع فی الاسلام مثله (۲)

یہ (اس فن کی) تمام تصنیفات سے بڑھ چڑھ کر اور اسلام میں اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

ناقدین کے نزدیک جلالت علمی کے اعتبار سے امام نسائی ؒ کا پایہ امام مسلم ؒ سے بھی بڑھا ہوا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ مقدمہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں :

قدمه قوم من الحذاق فی معرفة ذلك علی مسلم بن الحجاج ، و قدمه الدارقطنی وغیره علی إمام الائمة أبی بکر بن خزیمة صاحب الصحیح (۳)

فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم ؒ بن حجاج پر بھی فوقیت دی ہے، اور دار قطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ ابو بکر بن خزیمہ صاحب الصحیح پر بھی مقدم رکھا ہے۔

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں :

هو أحذق بالحدیث و علله ورجاله من مسلم والترمذی وأبی داود ، وهو جار فی مضمار البخاری و أبی زرعه (۴)

یہ مسلم، ترمذی اور ابو داؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابو زرعہ کے ہم سر ہیں۔

نسائی کی شرائط :

نسائی کی صحت کے بارے میں امام نسائی ؒ کا اپنا بیان ہے :

۱۔ فتح المغیث، ۱/۳۴؛ نسائی، مقدمہ ۱/۴

۲۔ ایضاً

۳۔ مقدمہ فتح الباری ۱۱؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/۲۵۸

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۱۳۳

Marfat.com

كتاب السنن صحيح كله و بعضه معلول . والمنتخب المسمي بالمجتبى صحيح كله(۱)

کتاب السنن تمامتر صحیح ہے اور اس کے بعض حصے میں علت ہے۔ منتخب مجتبیٰ نامی کتاب تمام تر صحیح ہے۔

جب محدثین نے اس کتاب کے رجال کی جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تنقید رجال اور صحت اسناد کے بارے میں امام نسائی” کی شرائط امام بخاری” و مسلم” سے بھی زیادہ سخت ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی” فرماتے ہیں:

فكم من رجل أخرج له أبو داود والترمذى تجنب النسائى اخراج حديث جماعة من رجال الصحيحين (۲)

بہت سے ایسے اشخاص ہیں کہ جن سے ابو داؤد اور ترمذی نے روایتیں لی ہیں مگر امام نسائی” نے ان کی روایتوں سے احتراز کیا ہے بلکہ امام نسائی” نے صحیحین تک کے راویوں کی ایک جماعت کی تخریج میں اجتناب کیا ہے۔

حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی شروط الائمۃ الستۃ میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی” سے مکہ معظمہ میں ایک راوی کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے اس کی توثیق کی۔ میں نے عرض کیا کہ امام ابو عبدالرحمان نسائی” نے اس کی تضعیف کی ہے، اس پر امام موصوف نے فرمایا:

يابنى لأبى عبدالرحمن فى الرجال شرطاً أشد من شرط البخارى و مسلم (۳)

بیٹا! رجال کے بارے میں ابو عبدالرحمان نسائی” کی شرط بخاری” و مسلم” کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی بناء پر مشہور محدث امام ابوالحسن معافری المتوفی ۴۰۳ھ جو محدث دار قطنی اور حاکم کے معاصر ہیں، فرماتے ہیں:

اذا نظرت إلى مايخرجه أهل الحديث فما خرجه النسائى أقرب إلى الصحة مما

۱۔ نسائی، مقدمہ، ۱/ ۵

۲۔ ایضاً، ۱/ ۴

۳۔ شروط الائمۃ الستۃ، ۲۶

Marfat.com

خرجہ غیرہ(۱)

جب تم محدثین کی روایت کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائیؒ نے تخریج کی ہو گی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہو گی۔

سنن نسائی کی مقبولیت کے پیش نظر بہت سے علماء نے اس کی شرحیں تحریر کیں اور حواشی لکھے۔ذیل میں چند ایک کے نام دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ الامعان فی شرح سنن النسائی کے مولف ابوالحسن علی بن خلف بن محمد بن عبدالرحمان بن عبدالملک الانصاری (م ۵۶۷ھ) ہیں' اس کتاب کا ذکر صرف سیوطی نے کیا، غالباً یہ کہیں موجود نہیں۔

۲۔ زھر الربی علی المجتبیٰ کے مولف ابو بکر عبدالرحمان جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) ہیں' یہ کتاب مصر اور ہندوستان میں چھپ چکی ہے

۳۔ تعلیق السندھی نورالدین ابوالحسن محمد بن عبدالھادی کی تالیف ہے' یہ کتاب زھر الربی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے

۴۔ عرف زھر الربی علی المجتبی علی بن سلیمان الدمنتی کی تصنیف ہے' یہ تعلیق ہے اور مصر میں ۱۲۹۹ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ التعلیقات السلفیہ کے مولف مولانا عطاء اللہ حنیف ہیں' دو حصوں میں لاہور سے چھپ چکی ہے۔

اس کتاب کی شرح و تعلیق پر کم لوگوں نے توجہ دی ہے غالباً اس لئے کہ یہ آسان ہے جبکہ علماء نے دوسری کتابوں کی شروح کی طرف زیادہ توجہ دی ہے

سنن ابن ماجہ

یہ سنن ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ (۱) کی تصنیف ہے جو ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو وفات پائی۔ ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں کہ ابن ماجہؒ متفق علیہ ثقہ تھے۔ فن حدیث و تفسیر کے علاوہ علم تاریخ کے بڑے عالم تھے۔ ان کا قول قابل

۱۔ نسائی، مقدمہ، ۱/۴

۱۔ وفیات الاعیان، ۴/۲۷۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲/۲۳۶؛ العبر، ۲/۵۱؛ تھذیب، ۹/۵۳۰؛ سیر اعلام النبلاء' ۱۳/۲۷۷

Marfat.com

حجت تھا۔ حدیث کی تلاش میں انہوں نے کوفہ، بصرہ، عراق، شام، مکہ مکرمہ اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔ ابن ماجہؒ کہتے ہیں کہ تصنیف کرنے کے بعد میں نے جب یہ کتاب حافظ ابو زرعہ کے سامنے پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں تیس سے زیادہ ضعیف حدیثیں نہیں ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اگر اس میں چند کمزور حدیثیں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت عمدہ ہوتی (۱) یہ کتاب دو حیثیتوں سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز ہے:

ا۔ حسن ترتیب یعنی جس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ احادیث کی تبویب کسی تکرار کے بغیر کی ہے وہ دوسری کتابوں میں نہیں۔ اس کی یہی خوبی دیکھ کر حافظ ابو زرعہ رازی کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے تھے کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ بقول مولانا نعمانی حافظ ابو زرعہ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صادق ہوئی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حدیث کی بہت سی کتابیں جو صحت اسناد اور جودت روایات کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں وہ اتنا قبول عام حاصل نہ کر سکیں جو سنن ابن ماجہ کو حاصل ہے جیسے صحیح ابن حبان جس کے متعلق مورخ ابن العماد حنبلی نے تصریح کی ہے کہ:

وأكثر النقاد على ان صحيحه أصح من سنن ابن ماجه (۲)

اکثر ناقدین فن کی یہ رائے ہے کہ ان کی صحیح، سنن ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہے۔

لیکن اصح ہونے کے باوجود اس کتاب کو وہ فروغ نصیب نہ ہوگا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ خود صحاح ستہ میں سنن نسائی پر جو صحت میں اس سے کہیں فائق ہے، اتنا کام نہیں ہوا اور اس کے اتنے شروح و حواشی نہیں جتنے سنن ابن ماجہ کے لکھے گئے ہیں (۳)۔ شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی بستان المحدثین میں حافظ ابو زرعہ کے مذکورہ بالا بیان کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وفی الواقع از حسن ترتیب و سرد احادیث بے تکرار و اختصار آنچہ این کتاب دارد ہیچ یک از کتب نہ دارد (۴)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۲۷۸۔۲۷۹

۲۔ شذرات الذہب، ۳/ ۱۶

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۳۱

۴۔ بستان المحدثین، ۱۱۲

Marfat.com

اور فی الواقع ترتیب کی خوبی اور بغیر کسی تکرار کے احادیث کا لے آنا اور اختصار جو یہ کتاب رکھتی ہے کوئی کتاب نہیں رکھتی۔

حافظ ابن کثیرؒ سنن ابن ماجہ کے بارے میں رقم طراز ہیں :

وھو کتاب مفید قوی التبویب فی الفقه (۱)

یہ مفید کتاب ہے اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی نہایت عمدہ تبویب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

وکتابه فی السنن جامع جید (۲)

ان کی کتاب سنن (احکام) میں نہایت عمدہ جامع ہے۔

یہ بات درست ہے کہ یہ کتاب ایسی احادیث پر مشتمل ہے جن سے دوسری کتابیں خالی ہیں۔

ابن ماجہ اور صحاح ستہ

حافظ ابن السکن (م ۳۵۳ھ) نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی ہیں (۳) اسی طرح حافظ ابن مندہ نے بھی مخرجین صحاح میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابو داؤدؒ اور امام نسائیؒ کے ذکر پر اکتفا کیا ہے (۴)۔ بعد کو حافظ ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو شامل کرتے ہوئے کہا :

فقد اتفق علی صحتها علماء الشرق و الغرب . (۵)

ان کی صحت پر مشرق و مغرب کے علماء کا اتفاق ہے

ابن صلاح المتوفی ۶۴۲ھ اور علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ تک نے انہی پانچ کتابوں کو معتمد علیہ قرار دیا ہے (۶) اور ابن ماجہ کو نظر انداز کر دیا ہے (۷)۔ بقول مولانا نعمانی :

"تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۳۱

۲۔ تہذیب التھذیب، ۹/ ۵۳۱

۳۔ نسائی، مقدمہ، ۱/ ۵

۴۔ شروط الائمة الخمسة، ۳۱، حاشیہ ۲؛ نسائی، مقدمہ، ۱/ ۵

۵۔ ابن صلاح، ۴۰

۶۔ ابن صلاح، ۳۷، ۳۸؛ تقریب، ۵

۷۔ فتح المغیث

Marfat.com

کے بالمقابل جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی المتوفی ۷ ۵۰ ھ ہیں جنہوں نے شروط الائمۃ الستۃ اور اطراف الکتب الستۃ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں .... بعد کو تمام مصنفین اطراف ورجال نے ان کی رائے سے اتفاق کیا(۱)۔ چنانچہ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں :

فتابعه أصحاب الأطراف والرجال (۲)

پھر مصنفین اطراف ورجال نے ان کی متابعت کی۔

ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی ۶۰۰ ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھ کتابوں کے رجال کو یکجا مدون کیا ہے۔

ابن ماجہ کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے کیونکہ اس میں ضعیف حدیثوں کی تعداد زیادہ ہے علامہ محمد ابراہیم المعروف بابن الوزیر یمانی لکھتے ہیں :

وأما سنن ابن ماجه فانها دون هذين الجامعين والبحث عن أحا ديثها لازم وفيها حديث موضوع في الفضائل (۳)

اور رہی سنن ابن ماجہ سو وہ ان دونوں جامعوں (سنن ابی داؤد اور نسائی) کے بعد ہے اور اس کی احادیث سے بحث لازم ہے اور اس میں فضائل کے اندر ایک موضوع حدیث بھی ہے۔

مولانا نعمانی اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں : "لیکن واضح رہے کہ یہ ترجیح بحیثیت مجموعی ہے یعنی صحاح ستہ کی بقیہ کتابوں کو بلحاظ صحت مجموعی حیثیت سے اس پر ترجیح حاصل ہے، یہ نہیں کہ کتب خمسہ کی ہر روایت سنن ابن ماجہ کی ہر روایت سے صحت میں زیادہ ہے کیونکہ ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو صحت میں بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں" (۴)۔

انہی ضعیف احادیث کے باعث ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں آخری درجہ دیا گیا ہے۔ ابن ماجہ کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں :

سنن أبي عبدالله كتاب حسن لو ما كدره احاديث واهية ليست بالكثيرة (۵)

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۴۳

۲۔ تدریب الراوی، ۱/ ۷۷

۳۔ تنقیح الانظار متن توضیح الافکار، ۱/ ۲۲۲، ۲۲۳

۴۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۴۲

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۶۳۶

Marfat.com

سنن ابو عبداللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند واہی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

ابن ماجہ کی حیثیت کو مکدر بنانے والی ان روایات کی تعداد کے بارے میں محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہر رے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حافظ ابو حاتم کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے :

قال ابوزرعه الرازی طالعت كتاب أبي عبدالله ابن ماجه فلم أجدفيه إلا قدر اً يسيراً مما فيه شئي و ذكر قريب بضعة عشر (۱)

ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ (ابن ماجہ) کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی چنانچہ انھوں نے کچھ اوپر دس روایات ایسی ذکر کی ہیں۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں امام ابن ماجہؒ کے اپنے الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

عرضت هذه السنن على أبي زرعة فنظر فيه وقال أظن إن وقع هذا في أيدى الناس تعطلت هذه الجوامع أو أكثرها ثم قال ثلاثين حديثاً مما في أسناده ضعف (۲)

میں نے اس سنن کو حافظ ابوزرعہ کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا تو فرمانے لگے کہ میرے خیال میں یہ کتاب اگر لوگوں کے ہاتھوں پڑ گئی تو یہ جوامع یا ان میں سے اکثر تصنیفات بیکار ہو کر رہ جائیں گی۔ پھر فرمایا شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔

حافظ سیوطی زہر الربی علی المجتبیٰ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں :

وأما ما حكاه ابن طاهر عن أبي زرعة الرازى انه نظر فيه فقال لعله لايكون فيه تمام ثلاثين حديثاً مما فيه ضعف فهي حكاية لاتصح لانقطاع سندها وإن كانت محفوظة فلعله أرادما فيه من الأحاديث الساقطة ألى الغاية أو كان مارأى من الكتاب الا جزء ا منه فيه هذا القدر وقد حكم أبوزرعه على أحاديث كثيرة منه بكو نها باطلة أو ساقطه أو منكرة وذلك محكي في كتاب العلل لا بن

۱۔ شروط الائمۃ الستہ، ۲۴

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۶۳۶؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۲۷۸

Marfat.com

أبی حاتم(۱)

ابن طاہر نے ابوزرعہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ نکلیں کو جن میں ضعف ہو تو یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے اور اگر یہ روایت محفوظ ہے تو شاید انہوں نے انتہائی ساقط روایات کو مراد لیا ہے یا پھر انہوں نے کتاب کا ایک حصہ ہی دیکھا ہوگا جس میں ان کو اس قدر مل سکا اور یہ واقعہ ہے کہ ابوزرعہ نے اس کی بہت سی حدیثوں کے متعلق باطل یا ساقط یا منکر ہونے کا فیصلہ کیا ہے جو ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں منقول ہے۔

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

وقول أبی زرعة لعل لایکون فیه تمام ثلاثین حدیثاً مما فی سنده ضعف أو نحو ذلك ان صح کانما عنیٰ بثلاثین حدیثاً الاحادیث المطرحة الساقطه، واما الاحادیث التی لاتقوم بها حجة، فکثیرة لعلها نحو الألف(۲)

اور ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی سند میں ضعف ہے اگر صحیح ہے تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے حجت قائم نہیں ہوتی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔

مولانا نعمانی فرماتے ہیں: یہ واضح رہے کہ ضعیف روایتیں سنن ابن ماجہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں کم ہیں اور اس میں زیادہ ہیں اور ان کتابوں کو جو صحاح ستہ کہا جاتا ہے وہ محض تغلیباً ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کی ہر روایت صحیح ہے(۳) چنانچہ نواب صدیق حسن خاں مسک الختام میں فرماتے ہیں۔

این هر شش کتاب رااصول سته وکتب سته وامهات ست خوانند، شیخ عبدالحق محدث دهلوی در اشعة اللمعات گفته کتب سته که مشهور اند در اسلام گفته اند صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی

۱۔ نسائی، مقدمہ، ۱/۵

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۷۹

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۴۱

Marfat.com

دائود و سنن نسائی و سنن ابن ماجه است و نزد بعضے موطا است بدل ابن ماجه و صاحب جامع الاصول موطا را اختیار کرده و درین کتب آنچه اقسام حدیث است از صحاح و حسان و ضعاف همه موجود است ، و تسمیه آن بصحاح بطریق تغلیب است(۱)

ان چھ کتابوں کو اصول ستہ ، صحاح ستہ ، کتب ستہ اور امہارت ستہ کہتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں کہا ہے کہ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں وہ یہ بتاتے ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور بعض کے نزدیک بجائے ابن ماجہ کے موطا ہے اور صاحب جامع الاصول نے موطا ہی کو اختیار کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف سب موجود ہیں اور ان کو صحاح کہنا تغلیب کے طور پر ہے۔

شروح ابن ماجہ

ابن ماجہ کی اس اہمیت کے پیش نظر کئی جلیل القدر لوگوں نے اس کی شروح و حواشی لکھے ہیں:

۱۔ شرح سنن ابن ماجہ کے مولف امام حافظ علاؤالدین مغلطائی بن قلیچ بن عبداللہ الحنفی (م ۷۶۳ھ) ہیں' ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۔ شرح سنن ابن ماجہ کے مولف ابن رجب زبیری ہیں' یہ مشہور ابن رجب نہیں بلکہ اور بزرگ ہیں۔

۳۔ ماتمس الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ کے مولف شیخ سراج الدین عمر بن الملقن (م ۸۰۴ھ) ہیں' صرف زوائد کی شرح لکھی ہے جو کتب خمسہ میں نہیں۔

۴۔ مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجہ کے مولف علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) ہیں' یہ بھی ایک مختصر سا حاشیہ ہے۔

۵۔ شرح سنن ابن ماجہ کے مولف محدث ابو الحسن محمد بن عبد الهادی سندھی حنفی (م ۱۱۳۸ھ) ہیں' یہ سیوطی کی شرح سے زیادہ جامع ہے۔

۶۔ انجاح الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی (م ۱۲۹۵ھ) کی تالیف ہے' یہ بھی ایک مختصر مگر جامع اور عمدہ شرح ہے۔

۱۔ مسک الختام، ۱/۱۷

Marfat.com

۷۔ حاشیہ بر سنن ابن ماجہ مولانا فخر الحسن گنگوہی کی تالیف ہے' نہایت مشہور و متداول حاشیہ ہے علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی دونوں کی شرحوں کو مزید اضافے کے ساتھ جمع کر دیا ہے

۸۔ مفتاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ کے مولف شیخ محمد علوی ہیں' یہ بھی حاشیہ ہے اور اصح المطابع لکھنو میں طبع ہو چکا ہے۔

۹۔ الدیباجہ علی سنن ابن ماجہ کے مولف کمال الدین محمد بن موسیٰ ابو البقا الدمیری (۸۰۸ھ) ہیں' پانچ جلدیں ہیں۔ طبع نہیں ہوئی۔

سنن ابن ماجہ، موطا اور سنن دارمی

محدثین میں یہ بحث بھی اٹھی کہ صحاح میں چھٹی کتاب موطا ہے، یا سنن ابن ماجہ یا سنن دارمی؟ محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب جامع الاصول میں محدث رزین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اسی لئے اپنی کتاب میں ابن ماجہ کے حوالہ سے کوئی روایت درج نہیں کی ۔اسی طرح حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی کی تصریح ہے ؛۔

اولی ما أرشد الیه ما اتفق المسلمون علی اعتماده و ذلك الکتب الخمسة والموطأ الذی تقدمها وضعاً ولم یتأخر عنها رتبة (۱)

جو کچھ بتایا گیا ہے اس سب میں اولیٰ وہ کتابیں ہیں کہ جن کے اعتماد پر مسلمانوں کا اتفاق ہے او یہ وہی کتب خمسہ ہیں اور موطا ہے جو تصنیف میں ان سے مقدم ہے اور رتبہ میں کم نہیں ہے

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ اپنی مشہور کتاب ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

وقد اختلف فی السادس فعند المشارقة هو کتاب السنن لأبی عبدالله محمد بن ماجه القزوینی وعند المغاربة کتاب الموطأ للامام مالك بن أنس الاصبحی

چھٹی کتاب کے بارے میں اختلاف ہے، اہل مشرق کے نزدیک وہ ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ قزوینی کی کتاب السنن ہے اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالکؒ بن انس اصبحی کی کتاب موطا۔

۱۔ تدریب الراوی، ۱/ ۱۳۷

Marfat.com

لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہؒ ہی کے حق میں ہے۔ محدث ابوالحسن سندھی لکھتے ہیں :

غالب المتأخرین علی أنه سادس الستة (۱)

عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ وصحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔

حافظ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں :

وقدموه علی الموطأ لکثرة زوائده علی الخمسة بخلاف الموطأ (۲)

ان علماء نے اس کو موطا پر اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کتب خمسہ سے بہت سی روایتیں زائد ہیں بر خلاف موطا کے کہ اس میں ایسا نہیں

مولانا نعمانی نے لکھا ہے :

یہ یاد رہے کہ موطا پر اس کو مقدم کرنے کی وجہ وہی اس کی مزید افادیت ہے جو بہت سی زائد حدیثوں کے درج کرنے سے اس میں پیدا ہو گئی ہے...... ورنہ صحت و قوت روایات کے لحاظ سے سنن ابن ماجہ کیا صحاح ستہ کی کوئی کتاب بھی موطا کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی...... یہ پچھلوں کی صریح بے انصافی ہے کہ وہ سلف مجتہدین کی کتابوں کا مقابلہ بعد کے ان محدثین کی تصانیف سے کرتے ہیں جو فضل و کمال، علم واجتہاد او تحقیق تنقید کسی چیز میں ان کے برابر نہ تھے (۳) اسی سے ملتی جلتی بات مولانا محمد علی کاندھلوی نے کی ہے (۴) نواب صدیق حسن خان مسلک الختام میں فرماتے ہیں :

نزد شاہ ولی اللہ محدث دھلوی و من قال بقوله اصح کتب در حدیث و فقه موطا است پستر بخاری پستر مسلم . در اوائل مصفیٰ شرح موطا در ترجیح وے بر سائر کتب روئیے زمین اطالت بسیار کردہ وھو الصواب (۵)

شاہ ولی اللہ محدیث دہلویؒ اور ان حضرات کے نزدیک جو ان کے ہمنوا ہیں حدیث و فقہ میں صحیح ترین کتاب موطا ہے، پھر بخاری، پھر مسلم چنانچہ شاہ صاحب نے مصفیٰ شرح موطا کے اوائل میں روئے زمین کی تمام کتابوں پر موطا کی ترجیح کے سلسلے میں بڑی طویل بحث کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۔ مقدمہ شرح ابن ماجہ از سندی، ۲

۲۔ فتح المغیث، ۱/ ۱۰۲

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۳۴۴

۴۔ امام اعظم اور علم حدیث، ۴۴۲

۵۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام، ۱/ ۱۸

Marfat.com

ابن ماجہ اور موطا کے بعد محدثین میں یہ بحث بھی اٹھی کہ چھٹی کتاب ابن ماجہ کی ہے کہ دارمی کی؟

حافظ سخاوی نے بعض لوگوں کا خیال نقل کیا ہے:

ینبغی أن یکون کتاب الدارمی سادساً للخمسه بدله فانه قلیل الرجال الضعفاء، نادر الأحادیث المنکرة والشاذة، وإن کانت فیه أحادیث مرسلة موقوفة فهو مع ذلك أولیٰ منه (۱)

بجائے سنن ابن ماجہ کے مناسب یہ ہے کہ دارمی کی کتاب پانچوں کتابوں کے ساتھ مل کر چھٹی کتاب ہو کیونکہ اس میں ضعیف راوی کم اور منکر و شاذ حدیثیں نادر ہیں اور اگرچہ اس میں احادیث مرسلہ و موقوفہ موجود ہیں تاہم وہ سنن ابن ماجہ سے زیادہ بہتر ہے۔

حافظ صلاح الدین کے اس قول کی تائید حافظ ابن حجرؒ نے بھی کی ہے۔ حافظ سیوطیؒ کہتے ہیں:

قال شیخ الاسلام لیس دون السنن الأربعة فی الرتبة بل لوضم إلی الخمسة لکان امثل من ابن ماجة فانه أمثل منه بکثیر (۲)

شیخ الاسلام (ابن حجر) کا بیان ہے کہ دارمی کی کتاب رتبہ میں سنن اربعہ سے کم نہیں ہے بلکہ اگر اس کو کتب خمسہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو ابن ماجہ کی بہ نسبت یہ اولیٰ ہے کیونکہ وہ سنن ابن ماجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

لیکن اس تصریح کے باوجود شیخ الاسلام کا عمل اس کے بر خلاف ہے چنانچہ محدث محمد بن اسماعیل امیر یمانیؒ فرماتے ہیں:

وقد ألحق بالخمسة الموطا کما صنعه ابن الأثیر فی جامع الأصول وغیره الحق بها عوضاً عنه سنن ابن ماجه وعلی هذا بنی الحافظ المزی فی تهذیب الکمال ومن تبعه من مختصری کتابه کالحافظ ابن حجر والخزرجی (۳)

اور کتب خمسہ کے ساتھ موطا کا بھی الحاق کیا گیا ہے جیسا کہ ابن الاثیرؒ نے جامع

۱۔ فتح المغیث، ۱/ ۱۰۲

۲۔ تدریب الراوی، ۱/ ۱۴۰

۳۔ توضیح الافکار، ۱/ ۵۵

Marfat.com

الاصول میں کیا ہے اور دیگر علماء نے ان کتابوں کے ساتھ موطا کی بجائے ابن ماجہ کو رکھا ہے اور اسی پر تہذیب الکمال میں حافظ مزیؒ کی بنیاد ہے اور ان کے متبعین کی جنہوں نے تہذیب الکمال کا اختصار کیا ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ او خزرجیؒ ہیں۔

مولانا نعمانی فرماتے ہیں: ''بہر حال دارمی کی کتاب کو سنن ابن ماجہ پر فوقیت ہو یا نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صحاح ستہ کی بزم میں دارمی کو بار نہ مل سکا اور مدت ہوئی کہ چھٹی کتاب کی جگہ ابن ماجہ سے پر کی جا چکی ہے''(۱)

چنانچہ ابو القاسم رافعی متوفی ۶۲۲ھ کا قول ہے کہ حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے اور جو روایات اس کتاب میں موجود ہیں ان سے سند پکڑتے ہیں۔ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں:

وکتابه فی الحدیث احد الصحاح الستة(۲)

حدیث میں ان کی کتاب صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں:

وأبو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجه القزويني صاحب السنن التى كمل بها الكتب الستة والسنة الأربعة بعد الصحيحين التى اعتنىٰ بأطر افها الحافظ ابن عسا كر وكذلك شيخنا الحافظ المزى اعتنى بر جا لها وأطرافها (۳)

اور ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی اس سنن کے مصنف ہیں کہ جس سے صحاح ستہ نیز صحیحین کے بعد سنن اربعہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جن کے اطراف سے حافظ ابن عساکر نے اعتنا کیا ہے اور اسی طرح ہمارے شیخ حافظ مزی نے بھی ان کے رجال و اطراف کو جمع کیا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشی الجواہر المضیہ کی کتاب الجامع میں لکھتے ہیں: ''جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہتا ہے تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الائمہ کہا جاتا ہے تو بخاری، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الخمسۃ کہا جاتا ہے تو بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی مراد ہوتے ہیں۔

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۳۷

۲۔ وفیات، ۲۷۹/۴

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث، ۲۳۷

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ صحاح ستہ کو بے پناہ قبولیت نصیب ہوئی، لیکن حفاظت حدیث کے جس نیک عمل کا آغاز عہد نبوی میں ہوا وہ ختم نہیں ہوا، صحاح ستہ کے علاوہ بھی لوگوں نے حدیث پر کام کیا اور تدوین کے بنیادی کام ختم ہو جانے کے بعد بھی علمائے امت حفاظت حدیث کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ علوم حدیث پر اتنا عظیم الشان ذخیرہ تیار ہوا ہے کہ ایک طالب علم کی پوری زندگی صرف ہو سکتی ہے۔ اب تک خدام حدیث اس کی چھان بین میں مختلف طریقوں پر حفاظت کے لئے کام کر رہے ہیں، حجیت حدیث، تدوین حدیث، اصول حدیث، علم الرجال اور دیگر بے شمار پہلو ہیں جن سے علماء نے اعتناء کیا ہے۔ غرض حفاظت حدیث ایک فریضہ ہے جسے امت مسلمہ ہر دور میں ادا کرتی رہی ہے اور ادا کرتی رہے گی ان شاء اللہ۔

....

Marfat.com

کتب حدیث کی اقسام و طبقات

گزشتہ صفحات میں آپ کے سامنے تین صدیوں کی علمی سرگرمیوں کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا گیا۔ علم حدیث حفظ و کتابت کے مراحل سے ہوتا ہوا مرتب اور منقح صورت میں محفوظ ہوا۔ یادداشتوں کے سادہ اسلوب سے ارتقاء پذیر ہو کر رواۃ کے ناموں، موضوع کے حوالوں اور ابواب کی ترتیب سے مزین کتابوں کی شکل میں محفوظ ہوا، عہد نبوت سے لے کر عہد انتخاب تک احادیث و آثار کو مختلف صورتوں میں منضبط کیا جاتا رہا۔ جو چھوٹی بڑی تصنیفات و تالیفات ہوئیں وہ علماء حدیث کے زیر استعمال آئیں اور ان کے بارے میں تنقیدی جائزے لئے جاتے رہے محدثین احادیث کو انفرادی حیثیت سے اور مجموعوں کو خصوصی طور پر تنقید و تحقیق کے کڑے معیار سے پرکھتے رہے۔ مصنفین اور مولفین نے اپنے اپنے ذوق اور متداول علمی ماحول کے مطابق مجموعے مرتب کئے۔ مزاج، ضرورتوں اور نوعیتوں کے لحاظ سے کتب حدیث کی اقسام اور ان کے مراتب متعین کیے گئے۔ محدثین نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اقسام کتب حدیث

عمومی طور پر محدثین کے ہاں حدیث کے مجموعوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

صحیفہ، رسالہ یا کتاب، جزء، اربعین، معجم، امالی، اطراف، جامع، سنن، مصنف اور مسند۔

صحیفہ

صحیفہ جمع صحف کے بنیادی معنی ورق کے ہیں لیکن اس سے کتابچہ مراد لیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام نے آنحضورؐ سے جو احادیث منضبط کی تھی انہیں صحیفہ کا نام دیا گیا اور اس میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا کہ احادیث کی تعداد کتنی ہے مثلاً ابو ایوب انصاری

Marfat.com

(متوفی ۵۲ھ) اور بریدہ بن حصیب (متوفی ۶۲ھ) کے صحیفوں میں 150 سے زیادہ حدیثیں تھیں (۱) جبکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص (متوفی ۶۵ھ) اور جابر بن عبداللہ (متوفی ۷۶ھ) کے صحف میں تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں (۲)۔ ان صحف کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں (۳)

رسالہ

رسالہ جس کے لے کتاب کا لفظ بھی استعمال ہوا، سے مراد وہ مجموعہ احادیث ہے جو ایک خاص موضوع سے متعلق ہو۔ آنحضور ؐ نے زکاۃ سے متعلق جو احکام گورنروں کو بھجوائے تھے اسے مصادر میں کتاب الصدقہ کے نام سے نقل کیا گیا ہے (۴) مشہور صحابی زید بن ثابت (متوفی ۴۵ھ) نے وراثت سے متعلق اپنے مجموعہ احادیث کو کتاب الفرائض کا نام دیا (۵) معروف تابعی شعبی (متوفی ۱۰۳ھ) کے پاس طلاق کی احادیث پر جو مجموعہ تھا وہ رسالہ نام سے مذکور ہے (۶) مصادر سے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی صحابہ و تابعین کے ہاں رسالہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

جزء

جزء جمع اجزاء کے لغوی معنی حصہ کے ہیں اور علمی دنیا میں کسی کتاب کی ایک جلد کو جزء کہا جاتا ہے (۷)۔ اصطلاحی معنی ہیں احادیث کا وہ مجموعہ کسی ایک فرد کی مرویات پر مبنی ہو یا کسی خاص موضوع سے متعلق ہو (۸) جزء کے نام سے ایک مجموعہ مشہور صحابی عبدالرحمٰن بن عوف (متوفی ۹۵ھ) کی طرف منسوب ہے اس کے بعد ایوب السختیانی (متوفی ۱۳۱ھ) وغیرہ نے مجموعے مرتب کئے (۹) ابوبردہ تابعی نے ایک مجموعہ جزء ابوبکر کے نام سے مرتب کیا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۲/ ۲۸۹، ۳۴۷

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۳/ ۱۲۹؛ اسد الغابہ، ۳/ ۳۴۹

۳۔ دیکھئے صفحہ ۷۶ وبعد

۴۔ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، ۱/ ۳۶۰؛ ترمذی، کتاب الزکاۃ باب ماجاء فی زکاۃ الابل ۳/ ۱۷

۵۔ سنن بیہقی، ۶/ ۲۴۸؛ علل، ۲۳۶

۶۔ تدریب، ۱/ ۸۹؛ علل ابن حنبل ۱/ ۳۴۰

۷۔ لین لیکسیکون ۲/ ۴۱۸

۸۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۱/ ۱۰۴، ۶۷؛ الرسالۃ المستطرفہ ۶۴

۹۔ کشف الظنون ۱/ ۵۸۳۔ ۵۸۷؛ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۱/ ۱۰۴۔ ۱۰۵؛ تہذیب ۱/ ۱۳۹۔ ۱۴۰

Marfat.com

اربعین

اربعین چالیس حدیثوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ حاجی خلیفہ کے مطابق پہلی اربعین عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے مرتب کی(۱) اس کے بعد علماء نے اربعین کے مجموعے مرتب کئے اور اس صنف میں مجموعہ احادیث کی ایک بڑی تعداد تیار ہوئی حضور کی ایک حدیث کی بناء پر محدثین نے اربعین مرتب کرنا باعث سعادت سمجھا۔ اربعین لٹریچر وسیع اور متنوع ہے۔ اس میں سب سے زیادہ مشہور امام نووی کی اربعین ہے جس کی کئی شروح لکھی جا چکی ہیں۔

معجم

معجم سے عام طور پر وہ مجموعہ لیا جاتا ہے جس میں مختلف موضوعات پر احادیث کو جمع کیا جاتا ہے اور اس کی ترتیب میں شیوخ، شہروں یا قبائل کا خیال رکھا جاتا ہے یہ ترتیب ابجدی یا تاریخی ہوتی ہے اور اس میں محتویات کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس احادیث کا مجموعہ تھا جو شیوخ کے مطابق مرتب کیا گیا تھا(۲)

ایسا لگتا ہے کہ دوسری ہجری میں عام رواج یہ تھا کہ طالب علم اپنے اساتذہ کے لحاظ سے احادیث جمع کرتے اور یوں مختلف اساتذہ کی احادیث الگ جمع ہو جاتیں اور انہیں آگے اسی اعتبار سے بیان کر دیا جاتا۔ مسند عمر بن عبدالعزیز شیوخ کے لحاظ سے مرتب شدہ ہے(۳) معاجم کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرنے کا سہرا طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) کے سر ہے۔

امالی

امالی واحد املاء کے معنی لکھانا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مجموعہ ہے جسے کسی طالب علم نے اپنے شیخ کی مجلس علم میں ان سے لکھا ہو(۴) قدیم ترین امالی جو ہم

۱۔ کشف الظنون، ۱/۵۷؛ الرسالہ المستطرفہ، ۷۶

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۱/۹۹

۳۔ یہ مسند محمد عوامہ کی تحقیق سے چھپ گئی ہے

۴۔ کشف الظنون، ۱/۱۶۱؛ الرسالہ المستطرفہ، ۱۱۹

Marfat.com

تک پہنچی ہے وہ امام لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) کی ہے۔ اسی طرح عبدالرزاق الصنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) اور النسائی (متوفی ۳۰۳ھ) کی امالی ہے۔ ایک اور قدیم امالی محمد بن الحسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) کی ہے۔ جو ۱۳۶۰ھ میں حیدر آباد سے چھپ چکی ہے یہ اصطلاح حدیث کے علاوہ دوسرے علوم کیلئے بھی استعمال ہوتی ہے (۱)

اطراف

اطراف اس کا واحد طرف ہے جس کے معنی حصہ یا کنارہ ہے (۲)۔ محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مجموعہ ہے جس میں حدیث کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے تیسرے ربع میں طلبہ حدیث نے احادیث حفظ کرنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ وہ حدیث کا صرف ایک حصہ نقل کرتے تاکہ باقی حدیث حافظہ میں محفوظ ہو۔ احادیث کو اس طرح لکھنا اطراف کہلایا۔

اس طریقہ کا قدیم ترین استعمال ابن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ) سے منسوب ہے۔ انہوں نے اسے اپنے استاد عبیدہ بن عمرو السلمانی (متوفی ۷۲ھ) کے درس میں اختیار کیا (۳) یہ طریق اہل علم کے ہاں متداول رہا اور اس سلسلے میں جلیل القدر علماء وائمہ کے نام لئے جاتے ہیں۔ حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم النخعی کے حلقہ درس میں اطراف نقل کئے (۴)۔ بعد میں اس اصول پر مبنی کئی کتابیں لکھی گئی جو حدیث کے فہرست اور اشاریہ کے طور پر استعمال ہوئیں۔ اطراف کے مرتبین کو موضوعات یا راویوں سے دلچسپی نہ تھی وہ صرف حدیث کا ایک حصہ نقل کرتے اور باب کا حوالہ دیتے۔

مصنف

مصنف وہ مجموعہ حدیث ہے جس میں احادیث ابواب کے تحت مرتب کی جاتی ہیں۔ ہر باب میں ایک خاص موضوع سے متعلق احادیث کو جمع کیا جاتا ہے۔ مصنف اور جامع میں ایک ہی طرح کے موضوعات پر احادیث مرتب کی جاتی ہیں۔ علمی ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ

۱۔ کشف الظنون، ۱/ ۵۲

۲۔ لسان، ۹/ ۲۱۶، ۲۱۷

۳۔ العلل احمد ۱/ ۳۸۷؛ جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲

۴۔ کتاب المعرفہ، ۲/ ۲۸۵

Marfat.com

یہ صنف پہلی صدی کے دوسرے نصف میں ظہور پذیر ہوئی (۱)۔ ابتدائی تجربات کرنے والے اہل علم میں سعید بن ابی عروبہ متوفی ۱۵۳ھ (۲) زائدہ بن قدامہ (متوفی ۱۶۳ھ) کے نام لئے جاتے ہیں۔ زائدہ کے مصنف کو معاویہ بن عمرو الازدی (متوفی ۲۱۴ھ) نے روایت کیا (۳)۔ ان کے علاوہ حماد بن ابی سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ)، کی طرف بھی مصنف نامی تالیف منسوب کی جاتی ہے۔ تیسری صدی کے اہل علم میں عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) ابوبکر بن ابی شیبہ کے مصنفات مشہور متداول ہیں۔ یہ دونوں کتابیں چھپ گئی ہیں اور اہل علم کو فیض یاب کر رہی ہیں۔

مسند

مسند کی اصطلاح بنیادی طور اس حدیث کیلئے استعمال ہوتی تھی جس کی روایت بغیر انقطاع کے آنحضورؐ سے مل رہی ہے (۴)۔ انفرادی حدیث کا نام احادیث کے مجموعہ کے لئے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ایک صحابی کی تمام احادیث کے مجموعہ کو مسند کہا گیا۔ اس میں موضوع کی اہمیت نہیں اصل حیثیت شخصیت کی ہے۔ وہ کتاب جس میں احادیث کو بہ ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو مسند کہلائے گی۔ خواہ یہ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا بلحاظ سبقت اسلام یا باعتبار شرافت نسبی۔ محدثین کے ہاں یہ انداز تصنیف کافی مقبول تھا۔

قدیم ترین مسند زید بن علی (متوفی ۱۲۲ھ) کی ہے اس کا نام مجموعہ الفقہ ہے ۱۳۴۰ھ میں قاہرہ سے اور ۱۹۶۶ء میں بیروت سے چھپی۔ اس کے بعد جعفر الصادق (متوفی ۱۴۸ھ) معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ)، الاوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ)، الربیع بن حبیب (متوفی ۱۷۰ھ)، ابن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) اور موسیٰ کاظم (۱۸۳ھ) کے نام لئے جاتے ہیں (۵)۔

تیسری صدی ہجری میں مسانید کے کئی مجموعے مرتب ہوئے ان میں سے کئی ایک

۱۔ کتاب المعرفہ، ۱/۵۵۱۔

۲۔ تاریخ بغداد، ۹/۲۰

۳۔ ایضاً، ۱۴/۱۷۹

۴۔ تدریب، ۱/۱۸۲؛ معرفۃ علوم الحدیث، ۱۷

۵۔ تفصیل کیلئے دیکھئے؛ ڈاکٹر جمیلہ شوکت کی کتاب (Studies in Hadith Literature)

Marfat.com

چھپ گئے ہیں مسند احمد (متوفی ۲۴۱ھ) اور مسند ابو داؤد الطیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) بہت معروف ہیں۔

جامع

جامع ایک ایسا مجموعہ حدیث ہے جس میں مولف مختلف موضوعات سے متعلق احادیث کو اکٹھا کرتا ہے (۱) جامع میں بالعموم مندرجہ ذیل آٹھ عنوانات کے تحت احادیث جمع کی جاتی ہیں:

العقائد، الاحکام، الزھد والرقاق، آداب الطعام والشراب والسیر، تفسیر القرآن الکریم، التاریخ والسیرۃ، الفتن، المناقب و المثالب

اس کی قدیم ترین مثال "الصحیفہ الصادقہ" کو قرار دیا جاسکتا ہے جسے عبداللہ بن عمرو ابن العاص نے مرتب کیا، مکی عالم ابن جریج (متوفی ۱۵۰ھ) نے بھی ایک جامع مرتب کی۔ اسی طرح یمن کے ایک عالم راشد الصنعانی (متوفی ۱۵۳ھ) نے بھی جامع مرتب کی تھی۔ یہ مصنف عبدالرزاق کے ساتھ چھپ گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئے اصحاب علم نے اس میدان میں کاوشیں کیں سب سے زیادہ مشہور بخاری، مسلم اور ترمذی کی الجامع الصحیح ہیں۔

سنن

سنن سنہ کی جمع ہے جس کے معنی تعامل ہے لیکن اصطلاحی طور پر سنن وہ مجموعہ حدیث ہے جس میں احادیث احکام ہوں۔ اس کی ترتیب میں سب سے پہلے کتاب الطہارہ ہوتی ہے اس کے بعد عبادات احوال شخصیہ، معاملات جہاد وغیرہ، سنن کی ترتیب سے تصنیفات کا آغاز دوسری صدی ہجری کے ابتدائی برسوں سے ہوتا ہے۔ مکحول دمشقی متوفی ۱۱۶ھ (۲) نے سنن پر ایک جلد مرتب کی۔ اسی طرح ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ) وغیرہ نے ابواب کے مطابق کتابیں مرتب کیں (۳) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) نے بھی ایک کتاب سنن مرتب کی (۴)۔ علامہ ذہبی کے مطابق موطا کے

۱۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/۶۶

۲۔ فہرست ابن ندیم، ۳۱۸

۳۔ ایضاً، ۳۱۷

۴۔ ایضاً؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۷۷

Marfat.com

مولف عبدالرحمٰن بن ابی ذئب (متوفی ۱۵۹ھ) نے بھی کتاب السنن مرتب کی تھی (۱)۔ تیسری صدی میں سنن پر کئی کتابیں مرتب ہوئیں (۲) ان میں سنن سعید بن منصور (متوفی ۲۲۷ھ) کافی مشہور ہوئی۔ ان کے علاوہ سنن نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی کتاب السنن مقبول ومتداول ہیں۔

مستدرک

مستدرک کے معنی ایک شے کو دوسری شے کے ذریعے حاصل کرنا، مافات کی تلافی کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے: استدرك الشي بالشي. حاول ادراكه یعنی ایک چیز کو دوسری کے ذریعے پانے / معلوم کرنے کی کوشش کی (۳) اصطلاح میں اس سے مراد وہ مجموعہ حدیث ہے جس میں وہ احادیث شامل ہوتی ہیں جو کسی خاص تصنیف میں شامل نہ ہو سکیں جبکہ وہ اس کے معیار پر پوری اترتی ہوں، اس سلسلے میں مشہور کتاب امام حاکم (متوفی ۴۰۰ھ) کی المستدرک علی الصحیحین ہے (۴)۔ اس کتاب میں وہ احادیث ہیں جو حاکم کے مطابق صحیحین کی شرائط پوری کرتی ہیں لیکن ان میں درج نہیں کی گئیں حافظ ذہبی نے اس پر ذیل لکھی ہے جس میں ان احادیث کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جنہیں امام حاکم علی شرط الصحیحین کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حافظ عبد بن احمد بن محمد المالکی (متوفی ۴۳۴ھ) نے بھی بخاری ومسلم پر المستدرک کے نام سے کتاب لکھی (۵)

ان بنیادی اقسام کے علاوہ حدیث پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ یا تو تلخیص انتخاب پر مشتمل تھیں اور یا شروح وحواشی اور تخریج پر۔ اس کے لئے مصنفین نے اپنے ذوق کے مطابق نام تجویز کیے لیکن کسی نئی قسم کا اضافہ نہیں ہوا۔ فہارس میں المستجاد، مستخرج، تلخیص، منتخب، المجتبیٰ وغیرہ کے نام سے کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے مگر یہ سب تلخیص اور انتخاب قسم کی کتابیں ہیں۔ کتب حدیث کی بنیادی اقسام وہی ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

۱۔ فہرست، ۳۱۵؛ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۹۱؛ تاریخ بغداد، ۲/۳۰۴

۲۔ تفصیل کیلئے دیکھئے Studies in Hadith Literature

۳۔ لسان العرب، ۱۰/۴۲۱

۴۔ کشف الظنون، ۲/۱۶۷۲

۵۔ ایضاً

Marfat.com

طبقات کتب حدیث

شاہ ولی اللہ نے اتحاف السنیۃ میں کتب حدیث کے طبقات بیان کیے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز اور نواب صدیق حسن خان نے ان کو شاہ ولی اللہؒ ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے کتب حدیث کے جو طبقات بیان کیے ہیں ہم انہیں ادنیٰ سے تصرف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ کتب حدیث صحت و شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے کئی طبقوں پر مشتمل ہیں (۱)

۱۔ صحت سے مراد یہ ہے کہ مولف کتاب نے اس بات کی پابندی کی ہو کہ وہ صحیح یا حسن حدیثوں کے سوا اور کوئی حدیث اس میں درج نہیں کرے گا اور اگر اس میں کوئی ایسی حدیث درج کرے تو اس کے ساتھ ضعف و غرابت اور علت و شذوذ کو بھی بتا دے تو کوئی حرج نہیں۔

۲۔ شہرت سے مراد یہ ہے کہ محدثین کی جماعت یکے بعد دیگرے (ہر دور میں) اس کتاب کے ساتھ بہ طریق روایت، ضبط مشکل اور تخریج احادیث میں مشغول رہی ہوں، تاآنکہ اس کی کوئی چیز بیان ہوئے بغیر نہ رہ گئی ہو۔

۳۔ قبولیت سے ہماری مراد یہ ہے کہ ناقدان حدیث اس کتاب کو تسلیم کریں، اس پر اعتراض نہ کریں اور اس کتاب کی حدیثوں کے متعلق مولف کتاب کا حکم اور فیصلہ درست سمجھیں اور فقہاء بغیر اختلاف وبلا انکار اس سے استدلال کریں۔

پہلا طبقہ

اس میں صرف درج ذیل تین کتابیں شامل ہیں:

۱۔ موطا امام مالک۔ ۲۔ صحیح بخاری ۳۔ صحیح مسلم۔

ان تینوں کتابوں میں باہم نسبت یہ ہے کہ موطا امام مالک گویا صحیحین کی اصل اور ان کی ماخذ ہے اور اس کی شہرت کمال کو پہنچی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم بسط و تفصیل او حدیثوں کی تعداد کے اعتبار سے ہر چند موطا سے دس گنا ہوں گی لیکن حدیثوں کی روایت کا طریقہ، راویوں کی جانچ پڑتال کا ڈھنگ، اعتبار و استنباط کا اسلوب موطا ہی سے سیکھا ہے، مگر اس کے

۱۔ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ۔ بحوالہ نافعہ (اردو ترجمہ)، ۳۴۔۳۵

Marfat.com

باوجود یہ دونوں کتابیں تمام فرق اسلامیہ اور علمائے اسلام کی مخدوم ہیں۔

دوسرا طبقہ

اس طبقہ میں حدیث کی وہ تمام کتابیں داخل ہیں جن کی حدیثیں ان تینوں صفتوں (صحت، شہرت اور قبولیت) میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے درجہ کو نہ پہنچ سکیں، لیکن مذکورہ بالا صفات میں وہ ان کے قریب قریب ہوں، جیسے :

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی۔

ان کے مولفین کا وثوق، عدالت، حفظ و ضبط اور فنون حدیث میں تبحر مشہور ہے۔ ان کے مولفین نے ان کتابوں میں تساہل اور تسامح کو ہرگز روا نہیں رکھا اور جہاں تک ہو سکا انہوں نے حدیث کی حالت اور علت بیان کر دی ہے۔ اسی لئے علمائے اسلام میں انہیں شہرت حاصل ہے اور ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مسند احمد دوسرے طبقے میں داخل ہے اور وہی صحیح حدیث کو سقیم سے پہنچاننے میں اصل اور مدار کی حیثیت رکھتی ہے، اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کس حدیث کی اصل ہے اور کس کی نہیں۔

اگرچہ مسند میں ضعیف حدیثیں بہت ہیں تاہم وہ ان سے بہتر ہیں جن کی متاخرین نے تصحیح کی ہے۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ کی بھی اگرچہ بعض حدیثیں نہایت ضعیف ہیں مگر اس کو بھی اسی طبقہ میں شمار کیا جا سکتا ہے (۱)۔ ابن حزم نے مسند ابن راھویہ کو بھی دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے (۲)

تیسرا طبقہ

اس طبقہ میں وہ حدیثیں داخل ہیں جنہیں ان علماء متقدین نے جو امام بخاری اور امام مسلمؒ سے پہلے ہوئے یا ان کے معاصر تھے، یا جو ان کے بعد ہوئے، اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور ان کی صحت کا التزام نہیں کیا۔ ان کی یہ کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقہ اولیٰ اور ثانیہ تک نہیں پہنچ سکی ہیں، اگرچہ ان کتابوں کے مولفین علوم حدیث میں ماہر و ثقہ اور ضبط و عدالت کی صفات سے متصف تھے۔ ان کتابوں میں صحیح، حسن، ضعیف حدیثیں ہی

۱۔ عجالہ نافعہ ۳۶

۲۔ تدریب ۱/۱۱۰، عجالہ نافعہ ۳۴۔۳۵

Marfat.com

نہیں، ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن پر موضوع ہونے کا اتہام ہے اور ان کتابوں کی حدیثوں کے اکثر راوی عدالت کی صفت سے متصف ہیں، بعض مستور الحال ہیں اور بعض مجہول ہیں اور اکثر حدیثیں ایسی ہیں جو فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ اجماع امت کا عمل ان کے خلاف ہے۔ ان کتابوں میں بھی باہم فرق مراتب ہے۔ بعض کتابیں بعض سے قوی تر ہیں جیسے :

مسند شافعی، سنن ابن ماجہ (۱)، مسند دارمی (۲)، مسند عبد بن حمید (۳)، مسند ابو داؤد الطیالسی (۴)، مصنف عبدالرزاق (۵)، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ (۶) ان کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب بھی اسی طبقہ میں شمار ہوتی ہیں :

مسند ابی یعلیٰ

مسند کے مصنف شیخ الاسلام حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی ابن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال التیمی الموصلی (۷) متوفی ۳۰۲ھ محدث موصل ہیں۔ ابتدائی عمر میں ہی مختلف علاقوں کے علمی سفر اختیار کئے اور جلیل القدر لوگوں سے اکتساب فیض کیا۔ علی بن جعد اور یحییٰ بن معین سے اکتساب فیض کیا۔ ابن حبان ابو حاتم اور ابو بکر اسماعیلی ان کے شاگرد ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں :

انتھی الیه علو الاسناد وازدحم علیه اصحاب الحدیث (۸)

علو اسناد ان پہ ختم ہوا اور اصحاب حدیث کا ان کے ہاں اژدہام رہتا۔

امام حاکم نے انہیں ثقہ ومامون کہا ہے :

انہوں نے مسند اور معجم مرتب کی، مسند علماء کے ہاں مقبول رہی۔ ابو سعد السمعانی

۱۔ دیکھئے صفحہ ۲۸۵
۲۔ دیکھئے کتاب ھذا صفحہ ۲۳۵
۳۔ ایضاً صفحہ ۲۳۴
۴۔ ایضاً صفحہ ۲۳۸
۵۔ ایضاً صفحہ ۲۵۱
۶۔ ایضاً صفحہ ۲۵۴
۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۷۰۷۔ ۷۰۸؛ العبر، ۲/ ۱۳۴؛ البدایہ والنھایہ، ۱۱/ ۱۳۰؛ الرسالہ المستطرفہ، ۱۷
۸۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۱۸۰

Marfat.com

کہتے ہیں کہ میں نے حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی کو کہتے سنا :

قرات المسانید کمسند العدنی و مسند احمد بن منیع وھی کالا نھار و مسند ابی یعلی کالبحر یکون مجتمع الانھار(۱)

میں مسند عدنی اور مسند احمد بن منیع جیسی مسانید پڑھیں تو انہیں دریاؤں کی مانند پایا اور مسند ابی یعلی سمندر جیسی جس میں دریا جمع ہوتے ہیں

اس کی ترتیب ابواب واسماء صحابہ ہر دو پر رکھی گئی ہے کتاب کا آغاز کتاب الایمان سے اس طرح ہے : فی احادیث الایمان من مسند ابی بکر (۲)

سنن دار قطنی

ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مھدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ الدار قطنی ۲۸۵ھ (۳) بغداد کے محلہ دار القطن کے رہنے والے تھے۔ ان کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں :

کان من بحور العلم ، ومن ائمه الدنیا ، انتھی الیه الحفظ و معرفة علل الحدیث ورجا له مع التقدم فی القراء ات وطرقھا ، وقوة المشارکة فی الفقه ، والاختلاف والمغازی وایام الناس و غیر ذلك(۴)

وہ علم کا سمندر تھے اور ان کا شمار دنیا کے ائمہ میں ہوتا تھا۔ ان پر حفظ، علل حدیث اور رجال کی معرفت ختم تھی۔ وہ قراءات اور ان کے طریقوں، فقہ، اختلاف مذاہب، مغازی اور جنگوں کے بارے میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

خطیب انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں (۵)۔ ان کے شاگردوں میں حاکم، عبدالغنی منذری صاحب ترغیب وترھیب اور ابو نعیم اصفہانی جیسے لوگ شامل ہیں۔

سنن دار قطنی کے تین نسخے ہیں۔ ان میں کچھ اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف بعض

۱۔ ایضاً

۲۔ بستان المحدثین، ۶۰

۳۔ تاریخ بغداد، ۱۲/ ۳۴۔۴۰ ؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۹۹۱۔۹۹۵ ؛ شذرات الذھب، ۳/ ۱۱۶۔۱۱۷ ؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/ ۴۴۹

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۴۵۰

۵۔ تاریخ بغداد، ۱۲/ ۳۶

Marfat.com

راویوں کے نسب اور نسبت کی کمی زیادتی میں ہے اور بعض جگہ بعض الفاظ بھی مختلف ہیں اصل حدیث میں کچھ اختلاف نہیں (۱)

صحیح ابن حبان

یہ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ الدارمی البستی التوفی ۳۵۴ھ (۲) کی تصنیف ہے ابن حبان شیخ خراسان، حافظ حدیث اور علامہ وقت تھے۔ امام حاکم کہتے ہیں:

کان ابن حبان من اوعیة العلم فی الفقہ و اللغة والحدیث و الوعظ، ومن عقلاء الرجال (۳)

ابن حبان فقہ، لغت، حدیث اور وعظ میں علم کا خزانہ تھے اور ذہین لوگوں میں سے تھے۔

بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں ان میں صحیح ابن حبان مشہور ہے۔ اسے تقاسیم وانواع بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب نئی طرح کی ہے نہ مبوب بہ ابواب ہی ہے اور نہ مثل مسانید صحابہ و معاجم شیوخ۔ اول اقسام بیان کرتے ہیں اور ان اقسام میں انواع کا ذکر کرتے ہیں (۴) اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی کتابیں ہیں (۵)

مستدرک حاکم

اسے صحیح حاکم بھی کہتے ہیں۔ اس کے مصنف محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ، ابو عبداللہ بن البیع متوفی ۴۰۵ھ ہیں (۶)، تقریباً دو ہزار شیوخ سے سماع کیا۔ ان کے اساتذہ میں ابو علی الحافظ، الجعابی، ابو احمد الحاکم دار قطنی جیسے اہل علم ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وصنف و خرج، وجرح وعدل و صحح و علل وکان من بحور العلم علی

۱۔ بستان المحدثین، ۷۶

۲۔ الکامل لابن الاثیر، ۸ / ۵۶۶؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳ / ۹۲۰۔۹۲۴؛ طبقات السبکی، ۳ / ۱۳۱۔۱۳۵؛ شذرات، ۳ / ۱۶؛ سیر اعلام، ۱۶ / ۹۲

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۶ / ۹۴

۴۔ بستان المحدثین، ۶۶

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶ / ۹۵؛ بستان المحدثین ۶۹

۶۔ تاریخ بغداد، ۵ / ۴۷۳؛ وفیات الاعیان، ۴ / ۲۸۰، ۲۸۱؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳ / ۱۰۳۹۔۱۰۴۵؛ شذرات الذہب، ۳ / ۱۷۶

Marfat.com

تشیع قلیل متہ (۱)

انہوں نے تصنیف اور تخریج کی، جرح و تعدیل کی اور تصحیح و تعلیل کی۔ وہ علم کا سمندر ہے اور ان میں قدرے تشیع تھا۔

"معرفۃ علوم الحدیث" اور "المدخل" مقبول عام کتابیں ہیں۔ مستدرک میں انہوں نے علی شرط الصحیحین احادیث جمع کی ہیں لیکن علامہ ذہبی نے ذیل میں کئی احادیث پر کلام کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک میری تعقیبات و تلحیقات کو نہ دیکھا جائے اس وقت تک کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ حاکم کی تصحیح پر مغرور ہو جائے۔ مزید کہا کہ مستدرک میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو شرط صحت پر نہیں (۲)۔

کتب بیہقی

ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ (۳)۔ امام حاکم سے سماع کیا اور علم کی تکمیل کی۔ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر لوگوں سے علم حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں برکت دی لہٰذا وہ کئی نفع بخش تصانیف مرتب کرنے کے قابل ہوئے ان میں سنن الکبریٰ، کتاب السنن والآثار، ترغیب و ترھیب، کتاب الدعوات، کتاب الزھد، شعب الایمان، دلائل النبوۃ اور کئی اور کتابیں ہیں۔

حافظ عبدالغافر ابن اسماعیل کہتے ہیں:

کان البیہقی علی سیرۃ العلماء، قانعاً بالیسیر، متجملاً فی زھدہ وورعہ (۴)

امام بیہقی علماء کی سیرت کے حامل تھے۔ کم پر قناعت کرنے والے اور زہد و ورع سے آراستہ

علامہ ذہبی کہتے ہیں:

فتصانیف البیہقی عظیمۃ القدر، غزیرۃ الفوائد، قل من جود توالیفہ مثل الامام ابی بکر، فینبغی للعالم ان یعتنی بھولاء سیما سننہ الکبیر (۵)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/۱۶۵
۲۔ بستان المحدثین، ۷۰؛ ذیل المستدرک، ۱/
۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/۱۶۳۔۱۷۰؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳/۱۱۳۲۔۱۱۳۵؛ العبر، ۳/۲۴۲؛ البدایۃ، ۱۲/۹۴؛ شذرات الذھب، ۳/۳۰۴
۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/۱۶۷؛ تبیین کذب المفتری، ۲۶۶۔۲۶۷
۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/۱۶۸

Marfat.com

امام بیہقی کی تصانیف عظیم القدر اور کثیر الفوائد ہیں، کم ہی ایسے اہل عمل ہیں جنہوں نے امام بیہقی کی طرح عمدہ تصانیف مرتب کی ہوں۔ ایک عالم کیلئے ضروری ہے کہ ان کی کتابوں سے اعتناء کرے خصوصاً سنن کبریٰ۔

سنن کبریٰ مختصر مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے اور کتاب السنن والاثار کے بارے میں تاج الدین سبکی کہتے ہیں کہ شافعی فقیہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے بغیر اس کتاب کے اس کو چارہ نہیں (۱)۔ امام الحرمین کا کہنا ہے کہ دنیا میں امام بیہقی کے سوا کسی شافعی عالم کا احسان امام شافعی پر نہیں کیونکہ امام بیہقی کی تصانیف سے سب سے زیادہ شافعی مسلک کو تائید نصیب ہوئی (۲)

علامہ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اصاب ابو المعالی ، ھکذا ھو ، ولو شاء ا لبیھقی ان یعمل لنفسه مذھباً یجتھد فیه لکان قادر اً علی ذلك لسعة علومه و معرفته بالاختلاف (۳)

ابو المعالی درست کہتے ہیں ایسا ہی ہے اگر بیہقی اپنے اجتہادی مذہب کو قائم کرنا چاہتے تو علمی وسعت اور اختلاف مذاہب کی معرفت کے باعث ایسا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

کتب طحاوی

حافظ کبیر علامہ زمان اور محدث وفقیہ مصر امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک الازدی المصری الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ (۴)۔ حنفی محدث وفقیہ تھے۔ ابو اسحاق شیرازی کا قول ہے :

وابو جعفر الطحاوی انتھت الیه ریا سة اصحاب ابی حنیفه بمصر (۵)

۱۔ بستان المحدثین، ۸۴

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/ ۱۶۸؛ وفیات الاعیان، ۱/ ۷۹

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/ ۱۶۹

۴۔ وفیات الاعیان ، ۱/ ۷۱۔ ۹۲؛ تذکرۃ الحفاظ ، ۳/ ۸۰۸۔ ۸۱۱؛ العبر ۲/ ۱۸۶؛ الجواہر المضیہ ۱/ ۱۰۲۔ ۱۰۵ شذرات الذہب، ۲/ ۲۸۸؛ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۲۷۔ ۳۲

۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۵/ ۲۹

Marfat.com

ابو جعفر الطحاوی پر مصر میں احناف کی علمی قیادت اختتام پذیر ہوئی۔

قاضی احمد بن ابی عمران حنفی کے ہاں فقہ کا علم حاصل کیا اور حدیث و فقہ میں نمایاں مقام پر فائز ہوئے۔ پہلے شافعی المذہب ابو ابراھیم المزنی کے شاگرد تھے۔ ایک دن اثناءِ درس مزنی نے انہیں کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا:

واللہ لاجاء منک شئی، (بخدا! تجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔) یہ حکم ان پر گراں گزرا اور انہیں چھوڑ کر وہ ابو جعفر احمد بن ابی عمران حنفی کے درس میں شریک ہو گئے اور تاحیات حنفی مذہب پر قائم رہے اور اس کے فروغ کیلئے کام کرتے رہے۔ جب مختصر الطحاوی تصنیف کی تو کہا: **رحم اللہ ابا ابراھیم لو کان حیاً لکفر عن یمینہ** (۱) یعنی ابو ابراھیم مزنی پر اللہ رحم فرمائے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ مختصر الطحاوی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفی مذہب کے مقلد ہی نہ تھے بلکہ مجتہد منتسب تھے کیونکہ اسی مختصر میں بہت سے ایسے فتوے لکھے ہیں جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ میں اس مختصر کا اس قدر چرچا و شہرت نہیں (۲) ابو سعید بن یونس کا قول ہے:

کان ثقۃ ثبتاً فقیھا عاقلاً لم یخلف مثلہ (۳)

ابو جعفر ثقہ و ثبت تھے اور ذہین فقیہ تھے احناف میں ان جیسا عالم بعد میں نہیں آیا۔

ان کی تصانیف میں اختلاف العلماء، الشروط، احکام القرآن اور معانی الآثار وغیرہ ہیں۔

کتب طبرانی

ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۲۶۰۔۳۶۰ھ (۴) اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔ علم حدیث کی تحصیل کے لئے 17 سال کی عمر سے سفر کا آغاز کیا (۵)۔ حدیث سے محبت و شغف کا یہ حال تھا کہ 30 سال تک بوری پر سوتے رہے اور (۶) زیادہ وقت علم کی

۱۔ ایضاً

۲۔ بستان المحدثین، ۱۴۵

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۹

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۲/۹۱۲؛ میزان الاعتدال ۲/۱۹۵ النجوم الزاھرہ ۴/۵۹؛ شذرات، ۳/۳۰؛ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۱۹

۵۔ سیر اعلام، ۱۶/۱۱۹

۶۔ ایضاً، ۱۶/۱۲۲

Marfat.com

تحصیل میں گزارتے۔ان کی علم حدیث میں ثقاہت کا اعتراف اہل علم نے کیا ہے ابن مندہ نے انہیں احد الحفاظ کا لقب دیا۔(۱) متعدد تصانیف کے مولف ہیں۔ ابو بکر بن ابی المعدل کا قول ہے:

كان واسع العلم كثير التصانيف (۲)

اہم تصانیف میں احادیث کے تین مجموعے ہیں جو معجم الطبرانی الکبیر، معجم الطبرانی الوسیط اور معجم الطبرانی الصغیر ہیں، یہ تینوں معاجم شائع ہو چکی ہیں۔

مسند معجم کبیر کو مرویات صحابہ کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے معجم اوسط بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے ان تمام عجائب و غرائب کو بیان کر دیا ہے جو اپنے شیوخ سے سنے تھے۔ یہ کتاب دار قطنی کی کتاب الافراد کی مانند ہے۔ اصطلاح محدثین میں افراد و غرائب ان احادیث کو کہا جاتا ہے جو اپنے شیخ کے سوا کسی اور کے پاس نہ ہوں۔ طبرانی کو اپنی کتاب بہت عزیز تھی اور کہا کرتے تھے:

هذا الكتاب روحي يعني المعجم الا وسط (۳)

چوتھا طبقہ

اس طبقہ میں وہ حدیثیں داخل ہیں۔ جن کا قرون اولیٰ (دور صحابہ و تابعین) میں نام و نشان تک نہیں ملتا، مگر تمام متاخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے۔ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین نے ان کی چھان بین کی ہے اور انہیں ان کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ ان کو روایت کرتے، یا ان کی اصل تو پائی مگر ان میں علت اور قباحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں ان حدیثوں پر سے اعتماد اٹھ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقیدہ یا عمل کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ اس قسم کی احادیث کی کتابیں بہت ہیں جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں۔

کتاب الضعفاء لابن حبان

کتاب الضعفاء کے مصنف ابن حبان (۴) ہیں۔ اس میں ضعفاء کے حالات میں وہ

۱۔ ایضاً ۱۶/ ۱۲۵

۲۔ ایضاً، ۱۶/ ۱۲۷

۳۔ ایضاً، ۱۶/ ۱۲۴

۴۔ ترجمہ کے لئے دیکھئے صفحہ

Marfat.com

احادیث نقل کرتے ہیں جو ان سے مروی ہیں لہٰذا قاری کو متنبہ رہنا چاہئے۔ علامہ ذہبی نے کتاب الضعفاء کا ذکر کیا ہے (۱) محمود ابراہیم زاید کی تحقیق سے ابن حبان کی کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء و المتروکین چھپ گئی ہے۔ محقق نے کتابوں کی جو فہرست دی ہے اس میں کتاب الضعفاء نامی کتاب نہیں ہے۔

مختلف مصنفین نے کتابوں کی فہرست دیتے ہوئے کتابوں کے ناموں میں وسعت دکھائی ہے۔ مثلاً بعض مصنفین نے کتاب الجرح والتعدیل کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کتاب المجروحین ہی وہ جامع کتاب ہو جس میں جرح و تعدیل اور ضعفاء شامل ہوں۔ محمود ابراہیم زاید کتاب المجروحین کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

اشتهر الكتاب بهذاالاسم ، وهو فى النسخة الخطيه المودعه بدارالكتب المصر يه عنوانه " معرفة المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين" وهو عنوان لمحتويات الكتاب(۲)

کتاب اس نام سے مشہور ہوئی دار لکتب المصریہ میں موجود مخطوط میں یہ عنوان ہے
"معرفة المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين"
محمد بن جعفر کتانی نے "کتاب الضعفاء والمجروحین" کا تذکرہ کیا ہے (۳)۔

تصانیف حاکم

امام حاکم (۴) کی مستدرک کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کا ذکر کیا جا چکا ہے (۵) اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں تاریخ نیشاپور، مزکی الاخبار، المدخل الی علم الصحیح اور کتاب الاکلیل ہیں۔ امام شافعیؒ کے فضائل پر بھی ان کی ایک کتاب ہے (۶) شاہ عبدالعزیزؒ کے بقول : ان سب میں عمدہ معرفۃ علوم الحدیث ہے اور یہ کتاب نافع اور مفید ہے (۷)۔ امام حاکم کی

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/ ۹۴

۲۔ کتاب المجروحین، مقدمہ، ۱/م

۳۔ الرسالۃ المستطرفہ، ۱۲۱

۴۔ دیکھئے صفحہ ۳۰۶

۵۔ ایضاً

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/ ۱۷۰

۷۔ بستان المحدثین، ۷

Marfat.com

تصانیف میں سے مستدرک معرفۃ علوم الحدیث اور المدخل چھپ چکی ہیں۔ فواد سیزگین نے حاکم کے مخطوطات کا ذکر کیا ہے(۱)۔ اگرچہ امام حاکم کو "اتقن حفظا" کہا گیا ہے (۲) تاہم حدیث کے بارے میں ان کا تساہل مسلم ہے اور ان کے ہاں موضوع احادیث کا اندراج ملتا ہے۔

کتاب الضعفاء للعقیلی

یہ کتاب ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی الحجازی المتوفی ۳۲۲ھ (۳) کی تصنیف ہے۔ ابو جعفر عقیلی محدث حافظ و ناقد فن تھے۔ قاضی ابو الحسن بن القطان الفاسی کے بقول :

ابو جعفر العقیلی ثقة ، جلیل القدر ، عالم بالحدیث ، مقدم فی الحفظ (۴)

ابو جعفر عقیلی ثقہ ، جلیل القدر ، عالم حدیث اور حفظ میں اعلیٰ درجہ رکھنے والے شخص تھے۔

کتاب چونکہ بنیادی طور پر ضعیف رواۃ پر ہے اس لیے راویوں کے احوال میں ضعیف روایات بھی درج ہوئی ہیں۔ حدیث کے طلبہ اسے احادیث کے ماخذ کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ کتانی کے مطابق یہ بڑی کتاب ہے (۵)۔ یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

کتاب الکامل لابن عدی

اس کے مصنف ابو احمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک ابن القطان الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ ہیں (۶)۔

امام حافظ اور ناقد رجال و حدیث بے مثال حافظے کے مالک تھے۔ حافظ احمد بن ابی مسلم

۱۔ تاریخ التراث العربی، ۱/ ۳۷۰

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/ ۱۷۱

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ، ۳/ ۸۳۳۔۸۳۵ ؛ العبر ، ۲/ ۱۹۴ ؛ الوافی بالوفیات ، ۴/ ۲۹۱ ؛ سیر اعلام النبلاء ، ۱۵/ ۲۳۶۔۲۳۹

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۸۳۴

۵۔ الرسالۃ المستطرفۃ، ۱۱۹

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۹۴۰ ؛ العبر ۲/ ۳۳۷ ؛ شذرات الذھب، ۳/ ۵۱ ؛ سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۱۵۴

Marfat.com

کہتے ہیں کہ طبرانی اور ابو احمد حاکم کا حفظ تکلفا تھا جبکہ ابن عدی کا حفظ طبعی تھا۔ اس کتاب میں بھی چونکہ بحث رجال سے ہے لہٰذا اس میں ضعیف اور منکر روایات درج کی گئی ہے اس لئے بطور ماخذ استعمال نہیں ہو سکتی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں :

یذکر فی الکامل کل من تکلم فیه بأدنی شئی لوکان من رجال الصحیحین ولکنه ینتصرله اذا امکن ویروی فی الترجمة حدیثاً او احادیث مما استنکر للرجل وهو منصف فی الرجال بحسب اجتهاده(۱)

ابن عدی "الکامل" میں ہر اس شخص کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارے میں معمولی کلام بھی کیا گیا ہو خواہ اس کا تعلق صحیحین کے رجال سے ہو لیکن ممکن حد تک ان کی حمایت کرتے ہیں اور ترجمہ میں اس راوی کی منکر حدیث یا احادیث بھی بیان کرتے ہیں اپنے اجتہاد رجال کے بارے میں انصاف پسند واقع ہوئے ہیں۔

تصانیف ابن مردویہ

ابو بکر، احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن فورک بن موسیٰ بن جعفر الاصبهانی المتوفی ۴۱۰ھ (۲) محدث اصفہان علامہ اور حافظ الحدیث تھے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ آخری عمر میں بصارت ضائع ہونے کے بعد حفظ سے املاء کراتے تھے (۳)

حافظ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

کان من فرسان الحدیث فهماً یقظاً متقناً کثیر الحدیث جداً ، ومن نظر فی تو الیفه ، عرف محله من الحفظ(۴)۔

وہ علم حدیث کے شہسواروں میں سے تھے بیدار مغز اور متقن تھے۔ ان کی احادیث بکثرت ہیں جو شخص ان کی تالیفات پر نظر ڈالے گا حفظ میں ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہوگا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/۱۵۵۔۱۵۶

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/۱۰۵۰؛ العبر، ۳/۱۰۲؛ شذرات، ۳/۱۹۰؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۷/۳۰۸

۳۔ سیر اعلام، ۱۷/۳۰۹

۴۔ ایضاً، ۱۷/۳۱۰

Marfat.com

ان کی تصانیف میں التفسیر الکبیر، تاریخ، الامالی الثلاث مئۃ مجلس اور المستخرج علی البخاری وغیرہ ہیں(۱)۔

تصانیف خطیب

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ(۲) محدث، حافظ امام و علامہ حافظ مشرق (۳) حافظ ذہبی انہیں خاتمۃ الحفاظ کے لقب سے یاد کرتے ہیں(۴)۔ الذھلی خطیب کے بارے میں کہتے ہیں :

امام، مصنف حافظ لم ندرك مثله (۵)

امام مصنف اور حافظ۔ ہم ان جیسا نہیں پائیں گے۔

ابو سعید السمعانی نے ان کی پچاس کتابوں کا تذکرہ کیا ہے(۶)۔ علامہ ذہبی نے سیر اور تذکرۃ الحفاظ میں پوری فہرست دی ہے(۷)۔ مرحوم یوسف العش نے ۷۱ کتابوں کی فہرست دی ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ دنیا کے کتب خانوں میں کہاں کہاں موجود ہیں(۸)

تصانیف ابن شاہین

ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی الواعظ متوفی ۳۸۵ھ(۹)

حافظ، عالم، شیخ العراق۔ خطیب کہتے ہیں ثقہ امین تھے انہوں نے معلومات جمع کیں اور بہت سی تصانیف مرتب کیں دار قطنی کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں لیکن غلطیوں کا ارتکاب کرتے

۱۔ ایضاً، ۱۷/۳۰۸؛ کشف، ۱/۲۳۹؛ شذرات، ۳/۱۹۰

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/۱۱۳۵۔۱۱۴۶؛ العبر، ۳/۲۵۳؛ وفیات الاعیان، ۱/۹۲۔۹۳؛ الرسالہ المستطرفہ، ۴۵؛ شذرات الذہب، ۳/۳۱۱

۳۔ الرسالہ المستطرفہ، ۴۵

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/۲۷۰

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/۱۱۴۱

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۸/۲۸۹

۷۔ ایضاً؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳/۱۱۳۹

۸۔ الخطیب البغدادی مورخ بغداد و محدثھا، ۱۲۰۔۱۲۴

۹۔ تاریخ بغداد، ۱۱/۲۶۵؛ تذکرہ، ۳/۹۸۷؛ العبر، ۳/۲۹؛ البدایہ، ۱۱/۳۱۶؛ شذرات، ۳/۱۱۷

Marfat.com

ہیں۔ محمد بن عمر داودی کے وہ لحان تھے اور فقہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔(۱) علامہ ذہبی کے بقول وہ فن کے غوامض کو پوری طرح نہیں جانتے تھے اور ان کی قبر واسط شہر میں موجودہ ہے(۲)

تصانیف دیلمی

ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ بن فناخسرہ الدیلمی التوفی ۵۰۳ھ (۳) محدث العالم، حافظ و مورخ۔ یحیٰ بن مندہ کہتے ہیں وہ ایک فہیم، حسین، ذکی القلب ،اتباع سنت میں پختہ اور کم گو ہیں۔ حافظ ذہبی کے بقول وہ متوسط حفظ کے عالم ہیں اور دیگر اہل علم اس سے بہتر صلاحیتوں والے اور زیادہ پختہ کار تھے (۴)

انہوں نے حدیث میں کتاب الفردوس اور تاریخ میں تاریخ ہمذان لکھی۔ کتاب الفردوس، مشارق، تنبیہات اور جامع صغیر کی طرز پر ہے یعنی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ چونکہ اتقان، معرفت احادیث میں کچھ کمی تھی اس لئے صحیح اور سقیم احادیث میں فرق نہیں کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات درج ہیں(۵)

ابو نعیم اصفہانی

ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی م ۴۳۰ھ (۶) علمی خانوادہ سے تعلق تھا(۷) اجل علماء سے استفادہ کیا(۸) اور بعدہ اپنے شاگردوں کے لئے حلقہ ہائے حدیث کا انعقاد

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/ ۴۳۳

۲۔ ایضاً، ۱۶/ ۴۳۴

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ۴/ ۱۲۵۹۔۱۲۶۰؛ العبر، ۴/ ۱۸؛ شذرات الذھب، ۴/ ۲۳۔۲۴

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۹/ ۲۹۵

۵۔ بستان المحدثین، ۱۰۰۔۱۰۱

۶۔ المنتظم، ۸/ ۱۰۰؛ وفیات، ۱/ ۹۱؛ العبر، ۱/ ۱۷۰؛ البدایہ، ۱۲/ ۴۵؛ سیر اعلام، ۱۷/ ۴۵۳؛ شذرات، ۳/ ۲۴۵؛ تذکرہ، ۲/ ۱۰۹۲

۷۔ سیر اعلام، ۱۷/ ۴۵۴

۸۔ ایضاً، ۱۷/ ۴۵۴۔۴۵۵

Marfat.com

کیا(۱)۔ کثیر التصانیف ہیں ان کی مشہور تصانیف معجم، حلیۃ الاولیاء، مستخرج علی الصحیحین، تاریخ اصبہان، دلائل النبوۃ، فضائل الصحابہ (۲) وغیرہ ہیں۔

حافظہ کی تعریف ابو بکر الخطیب نے کی (۳)

حلیہ کے بارے میں ابن المفضل کا قول ہے:

لم یصنف مثل کتابہ حلیۃ الاولیاء (٤)

کتاب حلیہ نے ان کی زندگی ہی میں اس قدر شہرت حاصل کر لی تھی کہ نیشاپور میں اس کا ایک نسخہ چار سو دینار میں خریدا گیا تھا (۵)

کتاب مستخرج علی صحیح مسلم۔ آغاز میں کتاب الایمان ہے۔

الجور قانی

الحسین بن ابراہیم ابو عبداللہ الجور قانی / الجوز قانی م ۵۴۳ھ (۶)۔ ہمعصر علماء سے استفادہ کیا اور درس و تدریس میں مصروف رہے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا ان کی تالیفات میں اہم کتاب "الموضوعات" ہے (۷)

ابن عساکر

ابن عساکر ابو القاسم الدمشقی م ۵۷۱ھ (۸) اجل علماء سے استفادہ کے لئے مختلف علاقوں کے سفر اختیار کئے (۹) اپنے شیوخ کے تذکرہ کے لئے "معجم" تالیف کی۔ کہا جاتا کہ

۱۔ سیر، ۱۷/ ۴۵۶۔۴۵۸

۲۔ سیر، ۱۸/ ۴۵۵۔۴۵۶؛ تذکرہ، ۳/ ۱۰۹۷

۳۔ سیر، ۱۷/ ۴۵۸؛ تذکرہ ۳/ ۱۰۹۳

۴۔ ایضاً، ۱۷/ ۴۵۸؛ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۱۰۹۴

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۱۰۹۴

۶۔ معجم البلدان، ۲/ ۱۸۴؛ تذکرہ، ۴/ ۱۳۰۸؛ شذرات، ۴/ ۱۳۶؛ الرسالہ المستطرفہ، ۱۲۲؛ سیر، ۲۰/ ۱۷۸؛ الرسالہ المستطرفہ کے مولف نے الجوزقی لکھا ہے (الرسالہ، ۱۲۲)؛ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الجوز قانی لکھا ہے، ۴/ ۱۳۰۸

۷۔ سیر، ۲۰/ ۱۷۸

۸۔ المنتظم، ۱۰/ ۲۶۱؛ وفیات الاعیان، ۳/ ۳۰۹؛ الطبقات للسبکی، ۷/ ۲۱۵؛ تذکرۃ الحفاظ، ۴/ ۱۳۲۸؛ شذرات ۴/ ۲۳۹

۹۔ سیر ۲۰/ ۵۵۵۔۵۵۶

Marfat.com

خواتین اساتذہ پر بھی نسبتاً ایک چھوٹی معجم مرتب کی۔

ذہبی ان کی جلالت علمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

كان فهما حافظا متقناذ كيا بصيراً بهذ االشان ...... ولا كان له نظير فی زمانه (۱)

فہم رسا پائی تھی' حافظ عمدہ تھا' ذہین تھے 'ان کی نظیر ہم عصروں میں نہیں ملتی۔

سمعانی کہتے ہیں :

جمع بين معرفة المتن والاسناد و كان كثير العلم غزير الفضل ، صحيح القراء ة ......متثبتاً رحل و تعب وبالغ فی الطلب وجمع مالم يجمع غيره واربى على الاقران (۲).

متن اور سند کی معرفت کو اکٹھا کیا۔ عالم و فاضل اور صحیح قراءۃ کرنے والے تھے۔ مستند تھے۔ سفر اختیار کئے اور اس کی مشقتوں کو برداشت کیا۔ طلب علم میں نہایت محنت کی اور اس طرح ایسی چیزیں جمع کر لیں جو دوسرے نہ کر سکے اور ہمعصروں سے فائق ہو گئے۔

صاحب تالیف تھے مدرسہ نظامیہ سے وابستہ رہے (۳) ذیل میں ان کی بعض تالیفات دی جاری ہیں۔

تاریخ مدینہ دمشق۔ عوالی مالک۔ فضائل اصحاب الحدیث۔ فضل الجمعۃ۔ تبیین کذب المفتری۔ الزھادۃ فی الشھادۃ۔ کتاب الجھاد۔ اخبار سعید بن عبدالعزیز۔ القدس۔ المحہ۔ المدینہ۔ الاربعون الابدال (۴)

تصانیف ابو الشیخ

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن حبان المعروف بابی الشیخ المتوفی ۳۶۹ھ (۵)

امام، حافظ صادق محدث اصفہان صاحب تصانیف بزرگ تھے ابو بکر خطیب کہتے ہیں :

كان ابو الشيخ حافظاً ، ثبتاً ، متقنا (۶)

۱۔ ایضاً، ۲۰/ ۵۵۶؛

۲۔ سیر اعلام' ۲۰/ ۵۶۷؛ تذکرہ' ۴/ ۱۳۳۰

۳۔ ایضاً ۲۰/ ۵۵۸

۴۔ سیر اعلام، ۲۰/ ۵۵۸۔ ۵۶۲؛ تذکرہ، ۴/ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰؛ سیر' ۱۶/ ۲۷۶

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۹۴۵۔ ۹۴۷؛ العبر، ۲/ ۳۵۱؛ شذرات الذھب ۳/ ۶۹

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۶/ ۲۷۸

Marfat.com

ابوالشیخ حافظ ثبت اور متقن تھے

ابوالقاسم سوذرجانی کے بقول ابوالشیخ اللہ کے صالح بندوں میں سے تھے اور ثقہ و مامون تھے (۱)

علامہ ذہبی کے مطابق ان کی تصانیف میں کتاب السنۃ، کتاب العظمہ، کتاب السنن اور ثواب الاعمال ہیں (۲)

ابوالشیخ عامل علماء میں سے تھے اور متبع سنت۔ کاش ان کی تصانیف میں واہیات نہ بھری ہوتیں۔

ابن النجار

ابن النجار ابو عبداللہ محمد بن محمود م ۵۸۶ھ (۳) عراق کے مشہور محدث و مورخ تھے۔ اپنے ہمعصر علماء سے علم کی تحصیل کی اور دوسرے علاقوں میں مقیم اہل علم سے استفادہ کے لیے سفر بھی اختیار کیے (۴) چھوٹی عمر میں تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا بغداد کے اہل علم و فضل کے حالات اکٹھی کرنے کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ وہ کہتے ہیں

وکنت کثیر التتبع لاخبار فضلاء بغداد ومن دخلها (۵)

ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اس علم میں سیادت کے درجے پر پہنچ گئے تھے (۶) بغداد کی ایک ضخیم تاریخ مرتب کی اور خطیب کی تاریخ بغداد میں جو ہستیاں شامل ہونے سے رہ گئی تھیں ان کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ درج ذیل کتب بھی تالیف کیں۔

القمر المنیر فی المسند الکبیر۔ المتفق والمفترق۔ کتاب جنۃ الناظرین۔ فی معرفۃ التابعین۔ الدرر الثمینۃ فی اخبار المدینۃ۔ نزھۃ القری فی ذکر ام القری۔ مناقب الشافعی وغیرہ (۷)

۱۔ ایضاً ۲۰/۲۷۸

۲۔ ایضاً ۲۰/۲۷۸

۳۔ معجم الادباء، ۱۹/ ۴۹؛ العبر، ۵/ ۱۸۰؛ طبقات للسبکی، ۸/ ۹۸؛ شذرات، ۵/ ۲۲۶؛ سیر، ۲۳/ ۱۳۱؛ تذکرہ الحفاظ، ۴/ ۱۴۲۸

۴۔ سیر، ۲۳/ ۱۳۱؛ تذکرہ: ۴/ ۱۴۲۸

۵۔ ایضاً، ۲۳/ ۱۳۲

۶۔ ایضاً، ۲۳/ ۱۳۲

۷۔ ایضاً، ۲۳/ ۱۳۳؛ تذکرہ، ۴/ ۱۴۲۹

Marfat.com

اپنا کتب خانہ مدرسہ نظامیہ کے لئے وقف کر دیا تھا(۱)

شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ جب حدیثوں کی ترتیب معلوم ہو گئی اور موطا اور صحیحین کا طبقہ اولی میں ہونا معلوم ہو گیا تو تین کتابوں کی تحقیق میں زیادہ اہتمام مناسب ہے اور ان کے بعد صحاح ستہ میں مشغول ہونا چاہئے(۲)

ا۔ ایضاً، ۲۳/۳/۱۳۳؛ تذکرہ، ۴/۱۴۲۹

۲۔ عجالہ نافعہ (اردو ترجمہ) ۳۴۔۳۸

Marfat.com

مصادر و مراجع

القرآن الحکیم
ابن الاثیر الجزری' اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ' قاہرہ' ۱۲۸۶ھ
ایضاً' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ منیریہ' قاہرہ' ۱۳۴۸ھ
ابن ابی حاتم' الجرح والتعدیل' مطبوعہ ہند' ۱۳۷۱ھ
ایضاً' تقدمۃ المعرفۃ لکتاب الجرح' مطبوعہ ہند' ۱۹۵۲ء
ابن حجر احمد بن علی العسقلانی' الاصابہ فی تمییز الصحابہ' مصر' ۱۳۲۳ھ
ایضاً' الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب' قاہرہ' ۱۳۵۸ھ
ایضاً' تہذیب التہذیب' حیدر آباد' دکن
ایضاً' لسان المیزان' ۱۳۲۹ھ
ایضاً' فتح الباری' شرح صحیح البخاری
ابن حزم' علی بن احمد' الاحکام فی اصول الاحکام' قاہرہ' ۱۳۴۵ھ
ابن خلکان احمد بن محمود' وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان' مطبوعہ المیمنیہ' مصر
ابن سعد' الطبقات الکبری' لائیڈن
ابن الصلاح' علوم الحدیث' مقدمہ
ابن عبد البر' جامع بیان العلم
ابن قیم الجوزیہ' اعلام الموقعین' تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید' ۱۳۷۳ھ
ابن کثیر اسماعیل بن کثیر' البدایہ والنہایہ' مطبعہ السعادہ' قاہرہ' ۱۳۵۱ھ
ابن ماجہ' السنن'
ابن منظور افریقی' لسان العرب'
ابن ہشام' السیرۃ النبویہ' تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید'
ابو حنیفہ' نعمان بن ثابت' کتاب الآثار'
ابو داؤد سلیمان بن اشعث' السنن' تحقیق' عزت عبید اللہ' حمص' ۱۹۶۹ء
ابو الفرج الاصفہانی' کتاب الاغانی' مطبع دار الکتب' مصر
ابو نعیم الاصفہانی' حلیۃ الاولیاء' مصر' ۱۳۵۱ھ

Marfat.com

مُصنّف کی دیگر تصانیف

- انسانِ کامل
- اصُولِ الحدیث
- حفاظتِ حدیث
- اسلام کا معاشرتی نظام
- اقبال اور احیاءِ دین
- سیّد مودُودی بحیثیت مُفسّر
- برطانیہ کی مسلم کمیونٹی اور اُس کے مسائل
- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہمارے تعلق کے تقاضے
- رسُولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
- مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں مسجد کا کردار
- روزہ حدیث کی روشنی میں
- پیغمبرانہ دُعائیں
- اقامتِ صلواۃ
- خُلقِ عظیم
- پیغمبرانہ منہاجِ دعوت
- شرحِ حدیث اربعین نووی (زیرِ طبع)

ISBN-696-503-080-7

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
اُردو بازار لاہور